بسم الله الرحمن الرحیم

سَیَذَّکَّرُ مَن یَّخشٰی

فلاح دارین

جلد اوّل

بیانات

استاذ الاساتذہ

الحاج حضرت مولانا محمد فاروق صاحب بڑودوی فلاحی مدنی دامت برکاتہم
استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر

تحریک و تحریض

استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروری قاسمیؒ
سابق شیخ الحدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر (گجرات)

مـــرتّب

محمد بلال اشاعتی ساتونوی

نام کتاب۔ فلاح دارین جلد اول

ضبط وترتیب۔ محمد بلال اشاعتی ساتونوی۔

باراشاعت۔ دوسری مرتبہ ۱۴۳۶ھ

اگست ۲۰۱۵ء

تعداد اشاعت۔ 2200

قیمت۔ Rs. 100/-

ملنے کے پتے

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد عارف صاحب۔ 9898171655

(۲) مولانا محمد یحی صاحب نندورباری۔ 9673156472

(۳) محمد بلال اشاعتی ساتونوی (مرتب) 9405060763

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

ہم اپنی نسبت کو سیرت طیبہ سے جوڑے رکھیں

بندوں کی حفاظت کے لئے اللہ تعالی کا عملہ

صبر اور دیگر نیکیوں کی فضیلت

قرآن پاک اپنے حقائق اور دقائق کی روشنی میں

انبیاء سابقین کے قصوں کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

انسان اپنی قیمت پہچانیں

زندگی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے

کامیابی دنیا کی کثرت پر مبنی نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

ایک وقت تھا جب دنیا ضلالت اور گمراہی کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی ایک خدا کو چھوڑ کر کئی معبودان باطلہ کی پرستش کا دور دورہ تھا، ایسے وقت میں اللہ تعالی نے انسانیت پر رحم وکرم کا معاملہ فرمایا اور ایک ہادی برحق، ختم الرسل، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ کے جلوہ افروز ہوتے ہی باطل تھرانے لگا، ظلم وبربریت کانپنے لگی، الغرض اچھائیاں اور خوبیاں عام ہونے لگی، اور رہتی دنیا تک اس شخصیت عظمیٰ نے اس امت کو وہ نکات دیئے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف اخروی سکون میسر ہوگا بلکہ دنیا میں بھی امن وعافیت، اطمینان وسکون کی حیات جاوداں اس کو نصیب ہوگی۔

انسان چونکہ خطاء اور نسیان کا مجسم ہے اسی وجہ سے وہ کبھی کبھی راہ حق کو چھوڑ کر گم گشتہ راہ ہو جاتا ہے کہیں صراط مستقیم سے وہ بہت دور نہ نکل جائے اور اپنے مالک حقیقی جل مجدہ سے بغاوت نہ کر بیٹھے اس لئے اللہ تعالی نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا کہ،، وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ، ، کہ اے میرے محبوب! میرے ان بندوں کو نصیحت کیا کیجئے ان کے سامنے وعظ وتقریر فرمایا کیجئے یہ کام مومنوں کو فائدہ پہنچائیگا کئی بھٹکے ہوئے انسانوں کو اس سے صحیح سمت مل جاتی ہے اور وہ زندگی کا بقیہ سفر بلا کسی خوف وخطر، اور امن وعافیت کے ساتھ پورا کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے عظیم رہبر ہادی برحق کامل مبلغ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے

اقوال وافعال جتنے مستند روایتوں کے ساتھ اس امت کو حاصل ہیں اور امت اس پر عمل پیرا ہے اتنے کسی مذہب کے مُقتدا کے نہیں اور نہ وہ جماعتیں ان پر عامل ہیں ۔ وعظ وتقریر ایک نبوی عمل ہے، اسی لئے امت میں بحیثیت عبادت مشروع ہے، اسی مناسبت سے ہمارے استاذ محترم، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے لائق فائق فعال اور مقبول ترین استاذ تفسیر وحدیث الحاج حضرت مولانا محمد فاروق صاحب بڑودوی مدنی دامت برکاتہم اسی نبوی نسبت کو لیکر ہند اور بیرون ہند دور دراز مقامات کے اسفار فرماتے ہیں۔

اور راہ حق کے ان متلاشیوں کو جو اس قحط الرجال کے دور میں بھی کسی عظیم ہستی کی راہ تکتے ہیں اور جن کی اشکبار آنکھیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں جن کے پاس جا کر ہم اپنا دردِ دل بیان کریں، وہ سعادت مند آپ ہی لوگ ہیں جن کے حصہ میں یہ وراثت نبویہ آئی ہے ہم آپ کا انتظار کرتے ہیں ایسے تشنہ وجاں بلب انسانی حلقوں کے درمیان آنحضرت باوجود امراض وعلل کے اسفار فرماتے ہیں اور اپنے پر مغز ومدلل خطابات سے انکی تشنہ لبی کو سیراب فرماتے ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اپنے کچھ بندوں پر اللہ تعالی کی ایک خاص نظر کرم ہوتی ہے جنھیں خدا تعالی دین حنیف کے لئے کھڑا کرتا ہے تو انہیں تمام اوزار، اور طریقے بھی عنایت فرماتا ہے چنانچہ حضرت والا کو اللہ تعالی نے واعظ شیریں سخن، زبان دانی ،تسلسل وروانی کا جامع ،فصاحت وبلاغت کا علمبردار، اور نرم گفتی کا کردار بھی عطا فرمایا ہے جس کا اندازہ آپ کے پاس زانوئے تلمذ پیش کرنے والے طلباء بخوبی لگا سکتے ہیں۔

بہر حال کافی دنوں سے ہمارے کچھ مخلص دوست واحباب کا اصرار تھا بالخصوص

فضلاء جامعہ اور حضرت کے تلامذہ کا, نیز لندن میں مقیم ساتھیوں کا بھی یہ تقاضا تھا کہ حضرت کے وہ بیانات جو رمضان شریف کی مقدس ساعتوں میں ہمارے پاس ہوتے ہیں ان کو ترتیب دیا جائے تا کہ امت مسلمہ کے حق میں نفع بخش ثابت ہوں، اور اس عظیم المرتبت کام کے لئے ناچیز کا انتخاب کیا گیا جو یقیناً کسی لائق نہیں تھا۔ یہ محض ایک فضل خدا وندی اور ذرہ نوازی ہے۔ الغرض ہمت کر کے حضرت والا سے اجازت حاصل کی اور تمام ساتھیوں کے پاس ہندو بیرون ہند حضرت کے بیانات کی کیسٹیں منگوائی اور اس پر بسم اللہ کہہ کر کام شروع کر دیا گیا جو آج الحمد للہ آپ کے ہاتھوں میں پانچ جلدوں کی شکل میں موجود ہے، **فللہ الحمد علی ذالک۔**

اس مسودہ کی تکمیل کے بعد ناچیز یہ پورا ذخیرہ لیکر استاذ الاساتذہ شیخ العلوم والفنون متواضع المزاج، علم حدیث کا تابندہ و چمکتا ستارہ، قال اللہ وقال الرسول کا شیدائی **شیخنا المحترم** حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروری قاسمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ فلاح دارین ترکیسر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا صاحب بیانات چونکہ آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور از اول تا آخر دم خدمت بھی فرماتے رہے، اس لئے اس مسودہ کو دیکھ کر کافی فرحت وسرور کا مظاہرہ فرمایا اور ناچیز کی خوب سے خوب تر خاطر کی جو یقیناً آپ کی کسرِ نفسی ہی تھی، ورنہ یہ گناہگار اس قابل کہاں؟ مسودہ کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا خوشی ومسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ فرمایا کہ بہتر ہے کسی اچھے نام کا انتخاب کرنا میں اس کاپی کو از اول تا آخر دیکھوں گا مگر زندگی نے وفا نہ کی اور چند دن بعد حضرت یہ کہہ کر اس دنیا سے وصال فرما گئے کہ۔

تھکا تھکا سا ہوں نیند آ گئی ہے سونے دے

بہت دیا ہے تیرا ساتھ اے زندگی میں نے

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ خداوند کریم اس مرد جلیل کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور اس قلندرانہ صفت مرد مجاہد کا نعم البدل اس امت کو عطا فرمائے اٰمین۔

بہر حال حضرت کے یہ بیانات عام بیانات سے ممتاز وجداگانہ ہیں اکثر بیانات میں تفسیری مزاج غالب ہے جو عوام وخواص ہر دو کے لئے قابل فہم اور لائق استفادہ ہیں۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اس وقت میرے رفیق تدریس الحاج مولانا مفتی محمد صاحب جالنوی (استاذ فقہ وتفسیر جامعہ منہاج العلوم رنجنی) کا شکریہ ادانہ کروں جنہوں نے ہر موڑ اور ہر ڈگر میرا پر پورا پورا ساتھ دیا اللہ تعالی انکی اس کوشش کو بے انتہاء قبول ومنظور فرمائے ،اور اجر جزیل عنایت فرمائے۔اٰمین۔ بیانات کا یہ ذخیرہ آپ کے ہاتھوں میں ہیں انشاء اللہ بہت جلد بقیہ جلدیں بھی آپ کے ہاتھوں میں ہونگی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ہمیں اپنے اس کام میں مخلص بنائیں ، اس کتاب کو ہم سب کے لئے بالخصوص صاحب بیانات کے لئے دنیا اور آخرت میں کامیابی وکامرانی کا ذریعہ بنائیں۔انہیں مزید اپنے دین حنیف کی خدمات کے لئے قبول فرمائیں۔

اٰمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بلال بن محمد حسام الدین صاحب اشاعتی ساتونوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس

میرے پربھنی کے پیارے بھائیو۔ ہم بھی خلاَّق عالم کے قاصد ہیں اور اگر ہم اس کا پیغام لیکر دنیا کے کونے کونے میں جائیں گے تو جو کوئی بھی ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اللہ تعالیٰ اسکو چکنا چور کر دیں گے اور ہمیں اس دنیا میں کیا پیغام لے کر بھیجا گیا؟ اس کا جواب ربعی بن عامرؓ نے دیا کہ،

بُعِثنَا لِنُخرِجَ مَن شَآءَ مِن عِبَادَةِ العِبَادِ اِلٰی عِبَا دَةِ رَبِّ العِبَادِ، کہ ہمیں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا کہ ہم انسانوں کو نکالیں بندوں کی غلامی سے بندوں کے پیدا کرنے والے رب کی غلامی کی طرف، دنیا کی جکڑ بندیوں سے اسلام کی وسعت کی طرف، دنیا کے ظلم وستم سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اپنی نسبت کو سیرت طیبہ سے جوڑے رکھیں

حضرت کا یہ خطاب عام شہر پربھنی کے معزز علماء کرام کی دعوت پر بروز جمعرات بتاریخ ۴۔ مارچ ۲۰۱۰ء م بعد نماز عشاء راجہ رانی فنکشن ہال میں ہوا تھا جس کو اہلیان پربھنی نے کثیر تعداد میں شرکت فرما کر بڑی رغبت وانہماک سے سماعت فرمایا بلکہ مجمع کی کثرت کی بنا پر راجہ رانی فنکشن ہال اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کر رہا تھا۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونستهديه ونتوكل عليه ونعوذ با لله من شرور انفسنا ومن سيئا ت اعما لنا من يهد ه الله فلا مضل له ومن يضلله فلا ها دى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد ان سيد نا وسندنا وشفيعنا وحبيبناومولنا محمدا عبده ورسوله ارسله الله تعالى الى كا فة الناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله با ذنه وسرا جا منيرا، صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وازواجه وذرياته وبا رک وسلم تسليما كثيرا كثيرا، اما بعد ،فاعوذ با لله من الشيطن الرجيم ،بسم الله الرحمن الرحيم، وَاِذْ يَرفَعُ اِبرَا هِيمُ القَوَاعِدَ مِنَ البَيْتِ وَاِسمَا عِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ، رَبَّنَا وَاجعَلنَا مُسلِمَيْنِ لَکَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسلِمَةً

لَکَ وَاَرِنَا مَنَا سِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِیْمُ ،رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الحَکِیْم، وقال تعالی، مُستَجِیبًا هٰذا الدُّ عَآءَ ،کَمَا اَرسَلْنَا فِیْکُم رَسُوْلًا مِنْکُم یَتْلُوْ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِنَا وَیُزَکِّیْکُم وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَا لَم تَکُونُوا تَعلَمُوْنَ ،فَاذْکُرُوْنِی اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْلِی وَلَا تَکْفُرُوْنِ.

وقال تعالی ، قُلْ اِنْ کُنْتُم تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکم، صدق الله مولنا العظیم، اخرج الشیخان ؒ عن ابی هریرۃ ؓ ان رسول الله ﷺ قال ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاوَۃَ ا لْاِیمَانِ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَن یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّه اِلَّا لِلّٰهِ وَاَن یَّکرَہَ اَن یَّعُودَ فِی الکُفرِ کَمَا یَکْرَہُ اَن یُقْذَفَ فِی النَّارِ واخرج الطبرانی ؒ ان النبی ﷺ قال اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْکُم اِبْرَاهِیْم، صدق رسوله النبی الامی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاهدین والشاکرین والحمد لله رب العالمین۔

دانشورانِ قوم وملت، اساطین علم وفن، بشکل نوجوان نسلِ اسلامی، تاریخ ایمانی کے مستحکم ومضبوط معمارو! اللہ رب العزت نے مجھے اور آپ کو ایک عظیم ترین نسبت پر یہاں جمع فرمایا ہے۔ یہ اس قوت مقناطیس ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم اتنے دور دراز کا سفر کر کے آپ کے شہر پربھنی میں پہونچے۔ فلله الحمد علی ذالک۔

نبوی نسبت کو مجروح کرنے کی سازش

میرے بھائیو۔اس وقت امت اسلامیہ پر ایک زبردست یلغار ہورہی ہے جو جنگ اور جو حملہ تھوپا جارہا ہے اس میں ایک بنیادی حملہ اور بیسک ٹارگیٹ یہ بھی ہے کہ امت کی نسبت کو مجروح کردیا جائے، صلیبی ،استعماری، صہیونی، یہودی اور نصرانی طاقتوں نے از اول تا ایں دم ہر ممکن اور انتھک کوشش کرکے یہ رزلٹ نکالا کہ اس امت کو اسلحہ کی جنگ میں، مادی اور طاقتی وسائل کی بنا پر لڑی جانے والی جنگ میں ناکام نہیں کیا جاسکتا اس لئے کوئی ایسا حربہ اپنایا جائے کوئی ایسی اسکیم بنائی جائے کہ اس امت کو اس کی روحانی اسپرٹ کے اعتبار سے اس کی اندرونی طاقت کو کھوکھلا کرکے اس کی شکل وصورت کو باقی رکھ کر حقیقت پر حملہ کرکے اس کو کمزور کردیا جائے۔

اس کا تعلق اور اس کا کنکشن نیٹ ورک کے ساتھ کمزور کردیا جائے تو چاہے موبائل کی بیٹری کتنی ہی پاورفل ہو، لیکن اگر وہ ملا ہوا (Conected) نہیں ہے تو وہ موبائل ایمرجنسی کی حالت میں بھی کام نہیں کرتا ہے آپ نے اپنے موبائل کی انورٹر پر، جنریٹر پر، بجلی پر، پوری بیٹری چارج کرلی ،لیکن اس کے نیٹ ورک سے اس کا کنکشن ختم ہو چکا ہے اس کے نیٹورک کی بجلی یا تو آوٹ ہے یا آپ اتنے تہہ خانے میں چلے گئے کہ وہاں آپ کو نیٹورک (Network) نہ ملتا ہو، یا آپ گھر میں گئے، دروازہ بند کرلیا آپ کا موبائل کوئی کام نہیں کرتا ہے۔

آمدم برسر مطلب

مسلمان اعمال کی دنیا میں چاہے کتنا ہی دور چلا گیا ہو، غلطیاں تو اس سے ہونگی ہی ، اس لئے کہ وہ آدمی ہے لیکن اگر وہ اپنے سیٹلائٹ اور اپنے ٹاور سے نسبت کو جمائے ہوئے ہے تو اس پر تھوڑا سا پانی چھڑک دینا اس کو سیراب کرنے اور اس کی زندگی اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کافی ہے، لیکن اگر مسلمان اتنے دور چلا گیا کہ اس کا موبائل نیٹورک پکڑتا ہی نہیں، اور اس کی ٹہنی اپنے درخت کے ساتھ وابستہ نہیں ہے تو چاہے وہ ٹہنی کتنی ہی بڑی ہو، سوکھ جائیگی اور موبائل اور بیٹری کتنی ہی بھاری بھر کم ہو بے کار ثابت ہوگی ۔ (بیدار رہ کر سننا اس لئے کہ میری ایک عادت ہے کہ میں آخری بات کو پہلی بات کے ساتھ مربوط رکھتا ہوں)

اقبال نیٹورک کی حقیقت کو سمجھے تھے

اقبال اس حقیقت کو سمجھے تھے وہ اقبال جس نے کئی دروازوں کی ٹھوکریں کھائی تھی ، انہوں نے عصری ایجوکیشن کو تجربے اور پریکٹیکل کی شکل میں بھی دیکھا تھا، اور پھر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ پیش کر کے اشرف علی تھانوی کے جواہر پاروں کو بھی سمجھا تھا، اسی مناسبت سے انہوں نے ایک شعر کہا تھا کہ جس کا ایک مصرعہ ہماری آج کی گفتگو سے منسلک ہے کہ ؎

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

علماء کا بھی خیال کروں گا وہ بھی ناامید نہ ہوں، یہاں پر شرط اور جزا سمجھیں ، اور آپ

حضرات بھی یہ نہ سمجھیں کہ یہ سب شرط اور جزا کا کیا مطلب؟ اور یہ سب دوائیں کہاں ملے گی تو بے فکر رہئیے، وہ سب یہیں حل ہو جائیگا، علماء کرام کا دواخانہ ایسا ہے کہ یہاں تشخیص بھی ہوتی ہے، اور دوا بھی ملتی ہے، یہ تو آج کل کے ڈاکٹروں نے دوکانیں چلائی ہیں کہ ہاتھ کوئی اور پکڑتا ہے، پیر کوئی اور کھینچتا ہے، اور میڈیکل بھی کہیں اور ہے اور آپریشن کوئی اور کرتا ہے، یہ سب کمانے کے دھندے ہیں اللہ تعالی نے ہم اہل علم کو وہ چیز نہیں دی، اللہ تعالی ہم سب کی اس سے زیادہ حفاظت فرمائے آمین۔

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

بہر حال علامہ اقبال کہہ رہے ہیں کہ ؎ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ کہ اگر تجھے بہار کی امید رکھنی ہے تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے درخت میں سرسبزی وشادابی باقی رہے، تیرے درخت میں لہلہاتا پن باقی رہے، تو تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اپنی نسبتوں کو تازہ رکھے، ایک درخت کی ٹہنی کو آپ توڑلیں اور اس کو کتنے ہی بڑے پانی میں رکھیں تو بھی وہ مرجھا جائیگی، پژمردہ ہو جائیگی، اس کی شادابی دن بدن ختم ہو جائیگی، لیکن اگر یہی درخت کی ٹہنی اپنے درخت کے ساتھ چپکی ہوئی ہے چاہے وہ خشک ہو چکی ہو، مگر جب اسکی جڑوں میں پانی پہنچایا جائیگا تو اس کی جان میں جان آجائیگی، اور اسکی ٹہنیوں میں لہلہاٹ آجائیگی اس لئے کہ وہ اپنے شجر سے پیوستہ ہے۔ ایمان والا اپنی نسبت سے جڑا رہتا ہے وہ برے اعمال کر کے بھلے سوکھ جاتا ہے لیکن جب اس سے توبہ کروائی جاتی ہے اس سے اچھے اعمال کروائے جاتے ہیں تو فوراً اس کے ایمان میں شادابی آجاتی ہے۔

امت کے لئے سازش کا جال

اس وقت مسلمانوں پر ایک زبردست قسم کا حملہ ہو رہا ہے کہ عوام کو علماء سے اور کتابوں سے، اہل فکر سے، اہل نظر سے، اربابِ ولایت سے، ارباب بصیرت سے، حقیقت پسند لوگوں سے، سیرت کے پہلو سے اپنے آئیڈیل اور نمونہ سے کاٹ کر آزاد بنا دیا جائے، آزادی ذہن کا اس کو مالک بنا دیا جائے، تو آٹومیٹک اس کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی، اس کو تہہ خانے میں پہنچا دو، اس کو بند کمرے میں پہنچا دو، اس لئے کہ جب اسکی بیٹری ٹاور سے ملی ہوئی نہیں ہے، تو اس کا موبائل ٹاور پکڑے گا ہی نہیں، ایسے ہی جب اس کے دل کا دروازہ بند کر دو، اس کی بصیرت کو ختم کر کے اس کو سیرت سے دور کر کے اسکی بصارت کو روشن کر کے چاہے اس میں لینس لگا دو، لیزر آپریشن کر کے اسکی آنکھوں کو چمکدار بنا دو، لیکن اسکی بصیرت کو کھوکھلا کر دو، تو پھر ایسے مسلمان پر حملہ کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائیگا۔

مسلمان کے دل میں بھی آنکھ ہوا کرتی ہے

مسلمان کی صرف دو آنکھیں نہیں ہیں بلکہ مسلمان کے قلب میں بھی آنکھ ہوا کرتی ہے اس کے دل میں آنکھیں ہوتی ہیں، میرے سرکار نے پوری دنیا کو اس کی وارننگ اور چیلنج دیا تھا کہ ،اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُومِنِ فَاِنَّه يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ،اے دنیا کے لوگو! مسلمان کو کھوکھلا مت سمجھنا۔ مسلمان کے پھٹے پرانے کپڑوں سے اس کی کمزوری کا فیصلہ مت کرنا مسلمان کو کیلے کی لاری چلاتا ہوا دیکھ کر اس کو حقیر مت سمجھنا مسلمان کو کسی کے یہاں مزدور دیکھ کر اس کو کمزور مت سمجھنا اس کی دانشمندی اور اسکی

دماغی طاقت سے ہمیشہ گھبراتے رہنا اس لئے کہ اس کے دماغ میں ہمیشہ اللہ تعالی کا نور سپلائی ہوتا ہے وہ اللہ تعالی کے نور سے دیکھتا ہے ،**فَاِنَّه يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه**،چاہے اسکی دونوں آنکھیں نابینا ہو،لیکن اس کا قلب بیدار رہتا ہے اس کا قلب جاگتا ہے۔

میرے سرکار روح کائنات تھے

میرے سرکار،خواجہ کائنات ،روح کونین محمد عربی ﷺ نے پہلے ہی اس بات بتلا دی تھی کہ مومن اللہ تعالی کے نور سے دیکھتا ہے۔عشقِ رسول علماء دیوبند سے سیکھو۔ہم پر گستاخیِ رسول کا الزام لگایا جاتا ہے لیکن مدینہ یونیورسیٹی سے پڑھ کر آنے والے ایک ادنی طالبعلم سے تعبیرات سنو جو دیوبند کی تعبیرات ہیں کہ سرکار روحِ کونین تھے کائنات کی روح تھے اور ثابت کرکے بتاتا ہوں ۔ہم عشق میں باؤلے ہوکر نہیں بولتے ہیں ہم معشوق کی منشاء کے مطابق عشق کرتے ہیں اس لئے کہ معشوق کی منشاء سے ہٹ کر عشق کرنا وہ عشق نہیں بلکہ فسق ہے۔

معراج میں ہر چیز اپنی حالت پر رہی

سرکار کا روح کونین ہونا ثابت کرکے بتاتا ہوں، سرکار دوعالم ﷺ کو معراج کروائی جارہی ہے آپ ﷺ کی سواری بیت المقدس تک براق تھی اور بیت المقدس کے بعد جبرئیل امین کے پر آپ ﷺ کی سواری تھے اور جبرئیل امین جن کے چھ سو پر ہیں دو پر پھیلا دیں تو آسمان وزمین کو اپنے اندر کرلیں ان کے پر آپ ﷺ کی سواری تھے۔بہر حال حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جب بیت

المقدس جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ بیت المقدس کے صدر دروازے کی جو کنڈی جاتے وقت ہل رہی تھی، معراج سے واپس آنے کے بعد بھی ویسے ہی ہل رہی تھی، اور بیت المقدس کے جوار اور اس کے پڑوس میں ایک درخت کے پتہ کو جتنا میں نے ہلتا ہوا دیکھا جب میری واپسی ہوئی تو اس وقت بھی وہ پتہ اتنا ہی ہل رہا تھا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا لمبا سفر طے کر کے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دو باتیں ہیں، یا تو اسکی رفتار بڑھنی چاہئے تھی یا گھٹنی چاہئے تھی اور عقل تو بولتی ہے کہ بند ہو جانی چاہئے تھی آخر ایک چیز کب تک ہلے گی۔

عقدہ شیخ الاسلامؒ نے حل کر دیا

عشق کے اس راز اور معمہ کو حل کیا ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے، فرمایا کہ جب روح بدن سے نکلتی ہے تو اس وقت بدن کی کیفیت ایسے ہی رہتی ہے جیسے کہ نکلتے وقت تھی، اسی لئے آپ نے کتابوں میں پڑھا بھی ہوگا علماء اس کو نور الایضاح سے لیکر دورہ تک کتاب الجنائز میں پڑھاتے بھی ہیں، کہ جب روح نکل جائے تو آنکھیں بند کر دی جائیں، پیر برابر کر دیئے جائیں، اور چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، ہاتھ پیر برابر کر دیئے جائیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر روح نکلتے وقت پیر ٹیڑھا رہ گیا تو ٹیڑھا ہی رہ جائے گا اس کو سیدھا نہیں کیا جا سکتا، بس وہ جیسے ہے ویسے ہی رہیگا، بیر بل اکبر کے ساتھ بڑا مسخرہ ہوا کرتا تھا چنانچہ مذاق میں ٹانگیں کچھ پھیلا کر کے سویا ہوا تھا، اتنے وقت میں اسکی موت آ گئی وہ مر گیا بس اس کے پیر ویسے ہی رہ گئے سیدھے کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نہیں ہو سکے۔

حضرت مدنیؒ نے لکھا ہے کہ انسان کے بدن کی روح نکلتے وقت اس کے بدن کی جو کیفیت ہوتی ہے بس اسی کیفیت پر وہ رہتا ہے زمین و آسمانوں کی روح آسمانوں کے سفر کو جارہی تھی اس لئے دنیا کی کنڈی جیسی تھی ویسے ہی رہ گئی ارباب عقل کو اپنی عقل کا حصہ یہاں سے لیتے جانا چاہیئے سائنس کو بھی دعوت دیتا ہوں، انٹرنیٹ پر بیٹھ کر اپنی عقلمندی کا ثبوت پیش کرنے والوں کو بھی دعوت دیتا ہوں، کہ وہ آئیں اور اسلام سے وابستہ ہو کر اپنی زندگیوں کی مرادیں پوری کریں جو لوگ کتابوں کی صحبت سے محروم ہو کر انٹرنیٹ کی صحبت میں جارہے ہیں تو یہ بھی کرسچن مشنری کا ایک زبردست قسم کا حملہ ہے، ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

بہرحال سوال ہوتا ہے کہ اتنے مختصر سے وقت میں اتنا لمبا سفر کیسے ہو گیا؟ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا سفر اتنی مختصر سی مدت میں کیسے طے ہو گیا؟ ارے بھیا وہ دیر کا لفظ یہاں سے بھول جاؤ، لفظ دیر، ٹائم، منٹ، سکنڈ، گھنٹے سب بھول جاؤ، اس لئے کہ گھنٹوں کا اور منٹوں کا دارومدار تو طلوع شمس وقمر پر ہے۔ ارے بھائی گھنٹہ کسے کہتے ہیں چوبیس گھنٹہ کو دن کہتے ہیں اور دن کا دارومدار سورج کے آنے جانے پر ہے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ روحِ کائنات اوپر چلی گئی تو ساری چیزوں نے اپنے آپ کو تھما دیا تھا اس لئے کہ روح نکل گئی ہے اور جب روح واپس آئیگی تو ہر ایک اپنی اپنی رفتار کو شروع کر دیگا اب مسئلہ ختم ہو گیا لہذا یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اتنی تھوڑی دیر میں یہ سب کیسے ہوا؟ اسی لئے حاشیہ بڑھاتا ہوں کہ قرآن پاک نے اسراء کے لئے تو لَیل کا لفظ استعمال کیا ہے، **سُبْحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِی بَارَکْنَا حَوْلَہٗ**

لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّه هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ، لیکن معراج کے لئے نہ لَیْل کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ نَھَار کا، اس لئے کہ اسراء زمین پر ہوئی تھی اور زمین پر روح کائنات موجود تھے، تو نظام کیوں رکے گا؟ اور جیسے ہی معراج کا سفر شروع ہوا ،تو نہ رات رہی اور نہ دن، اس لئے قرآن پاک نے اس لفظ کا استعمال نہیں فرمایا۔

بائے پاس آپریشن نئی ایجاد نہیں ہے

ہماری بات چل رہی تھی کہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے سفرِ اسراء کے موقع کی مناسبت سے ایک روایت ہے حضرت انس راوی ہیں امام ترمذیؒ نے روایت کی تخریج فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا آپریشن کیا گیا ہارٹ کا آپریشن کیا گیا مجھے معلوم ہے کہ میں پربھنی میں بیٹھ کر بول رہا ہوں اس لئے ہمیں یہ بھی بتانا ہے کہ ہم علماء کرام سائنس کی حقیقتوں سے بخوبی واقف ہیں بلکہ ہم سائنس کو نمبر ایک چور مانتے ہیں۔

سائنس کاسہ گدائی لے کر سنت نبویہ کے دروازے پر کھڑی ہے کاشانہ نبوت سے جہاں تمام دنیا کو ہدیئے، تحفے، انعامات نوازشات کی جاتی ہیں سائنس کے کٹورے میں بھی کچھ آ گیا اب سائنس کو قدر و قیمت کئی سو سال بعد ہو تو اس میں ہم کیا کریں ہارٹ کا آپریشن اس زمانہ میں انہوں نے دیکھا کتنی اچھی ریسرچ کہ دل نکال کر ٹیبل پر رکھدیا، ارے میرے سرکار کا تین مرتبہ آپریشن ہوا تھا اور قلب اطہر نکالا گیا تھا آپریشن کرنے والے جبرئیل اور میکائیلؑ تھے قلب کو اندر سے نکالا گیا تھا اور ماء زمزم سے دھویا گیا تھا۔

قلب اطہر دیکھ کر جبرئیل امین کا بے مثال جملہ

آپریشن کے وقت ایک جملہ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا تھا کہ ،،ھٰذَا قَلْبٌ سَدِیدٌ فِیهِ عَیْنَانِ تُبصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ ، سرکار کی سیرت بتلا رہا ہوں لفظ سدید سین سے ہے صاد سے نہیں ہے ، تجوید کے علماء اگر ہوں تو ناک بھوں نہ چڑھائیں کہ مولانا صاد، ادا نہیں کر رہے ہیں اس لئے کہ وہاں صاد نہیں بلکہ سین ہے اور ش بھی نہیں ہے اگر، شدیداً ، کہا جائے تو نماز فاسد ہو جائیگی اور میں بیان میں بولوں تو بیان فاسد ہو جائیگا تو وہ فرشتے ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کتنا سیدھا سادا بہترین قلب ہے کتنا اچھا دل ہے کہ اس میں تو دو آنکھیں بھی ہیں جو دیکھ رہی ہیں اور دو کان ہیں جو سن رہے ہیں حضور اکرم ﷺ کے دل میں بھی دو آنکھیں تھیں اور حضور ﷺ کے دل میں بھی دو کان تھے۔

میرے سرکار کی نیند ناقضِ وضو کیوں نہیں تھی؟

حضور ﷺ کے دل میں دو آنکھیں بھی تھیں اور دو کان بھی تھے اسی سے وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے جو علماء پڑھاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نیند ناقض وضو نہیں تھی۔اس لئے کہ نیند وضو نہیں توڑتی ہے بلکہ نیند کے اندر پیدا ہونے والی خروج ریح وضو کے توڑنے کا اصل سبب ہے،لیکن اب ہم تو سوئے ہوئے ہوتے ہیں ہمیں کیا معلوم کہ ریح خارج ہوئی یا نہیں، اس لئے نیند ہی کو وضو کے نقض کی علامت فرمادیا،لیکن ہمارے نبی سوتے نہیں تھے آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا،حضور اکرم ﷺ کا دل ہر وقت جاگتا تھا، جب دل ہر وقت جاگتا ہے تو وضو

نہیں ٹوٹے گا یہی تو بات فرمائی کہ ،تَنَا مُ عَیْنِی وَلَا یَنَا مُ قَلْبِی ،کہ میری آنکھ سوتی ہے میرا دل نہیں سوتا ہے میرا دل سنتا بھی ہے اور میرا دل دیکھتا بھی ہے کیوں نہیں سوتا تھا ابھی بتلاتا ہوں۔

ہیئت نماز پر سونے سے وضو نہ ٹوٹنے کی وجہ

ایک بات اور بتادوں کہ نماز میں الگ الگ پوزیشن ہیں قیام کی، سجدے کی قعدے کی ،رکوع کی، وغیرہ وغیرہ ان حالتوں میں سے کسی ایک حالت پر آپ سوجائیں تو آپ کا نیند کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں؟اس لئے کہ نماز کی ایک حالت دل کو بیدار رکھنے والی ہے،اس کی ایک ایک حرکت میں دل بیدار رہتا ہے، دل سوتا نہیں ہے جب نماز میں دل بیدار رہتا ہے اور اس حالت میں سوئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

خشوع فی الصلوۃ مطلوب ہے استغراق نہیں

اسی لئے نماز کے بارے میں آتا ہے کہ خشوع فی الصلوۃ مطلوب ہے استغراق فی الصلوۃ مطلوب نہیں ہے نماز میں اتنا مست ہوجانا کہ کچھ پتہ بھی نہ چلے ایسا بھی نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے آپ ﷺ کو پتہ چلتا تھا کہ پیچھے کچھ بچے رو رہے ہیں،اس لئے حضور ﷺ فرماتے تھے کی فجر میں لمبی لمبی نماز پڑھانے کی نیت سے آتا ہوں لیکن بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کو مختصر کردیتا ہوں پتہ چلا کہ حضور ﷺ خشوع کے امام تھے۔ اَلْخُشُوعُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْکَ مَعْنَاہُ ، کہ خشوع کی حقیقت کو اے پیارے نبی

ہم نے آپ سے پہچانا ایک عربی شاعر تو یوں کہتا ہے کہ اَلْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنْکَ مَعْنَاہُ (کہ بزرگی اور شرافت ہے جس کو اے نبی محمد عربی ﷺ ہم نے آپ سے پہچانا) میں تھوڑا سا اجازت لیکر تغیر کر رہا ہوں کہ لفظ خشوع یہ تو ہم نے حضور اکرم ﷺ سے سمجھا اور حضور ﷺ کی نماز میں خشوع نہیں ہوگا تو اور کہاں ہوگا؟ بہر حال نماز میں آدمی کا دل سوتا نہیں ہے بیدار رہتا ہے اس لئے آدمی اگر ایسی نیند سوتا ہے جس میں جاگ رہتی پتا ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

آپ ﷺ کا دل کیوں نہیں سوتا تھا؟

آپ ﷺ کا دل سوتا کیوں نہیں تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کو اپنی نیند میں بھی تلقی وحی کرنی پڑتی ہے وحی کو کیچ کرنا پڑتا ہے اور یاد رکھو بہت پتہ کی بات پر آرہا ہوں ذرا دھیان سے کان کھول کر ایجوکیٹیڈ طبقہ سنیں، وحی کا تمام تر تعلق قلب کے ساتھ ہے کان اور نگاہ کے ساتھ نہیں ہے اب اگر نیند میں قلب سو جائے تو وحی کہاں جائیگی۔؟

وحی کا تعلق دل سے ہے

وحی کا تعلق انٹرنیٹ کے ساتھ نہیں ہے وحی کا تعلق میسج کے ساتھ نہیں ہے اس کا تعلق دل سے ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ تو فرمایا کہ ،وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. نَزَلَ بِہِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ. عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ. (ترجمہ یہ ہوگا کہ بیشک یہ قرآن اللہ تعالی کی جانب سے نازل شدہ ہے آپ کے قلب پر اس کو جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے، تا کہ آپ ڈرانے والوں میں

سے ہوجائیں) اور فرمایا۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰى قَلْبِكَ، کہ جبرئیل امین نے اس قرآن پاک کوآپ کے قلب پر نازل فرمایا ہے ایک جگہ فرمایا، وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا، پتہ چلا کہ وحی تو دل پر اترتی ہے۔

دل کے اسٹیشن کو صحیح لگانا پڑے گا

پتہ چلا کہ وحی کا تعلق قلب اور دل سے ہے یہ وحی وہاں جا کر لگتی ہے اس کی کرنیں اور اس کی شعاعیں وہاں سے نکلنے والی تجلیات قلب سے ملتی ہیں شرط یہ ہے پر بھنی کے بزرگو! کہ ریڈیو کا صحیح اسٹیشن ملانا پڑیگا، آپ کے پاس ریڈیو تو کیا ٹیلی ویزن ہونگے، (خواہ مخواہ نا مت بولنا، جس کے پاس نہیں ہیں وہ دوسروں کے یہاں جا کر دیکھتے ہیں، اور نہیں ہیں تو کیا ہوا، موبائل ہیں جتنے GB کا کارڈ اسی پر موبائل کی قیمت ہے) آپ کو ٹیلی ویزن چلانے کے لئے کنکشن ملانا پڑیگا اگر آپ کے پاس بند ٹی وی ہے یا ریموٹ کنٹرول نہیں ہے یا بیٹری نہیں ہے یا یہ کہ آپ دوسرے چینل کا بٹن دبا رہے ہیں دیکھنا ہے اسٹار نیوز اور آپ دبا رہے ہیں کسی دوسرے چینل کا بٹن تو مل سکتا ہے اسٹار کا چینل؟ (جی نہیں)

مولوی صاحب کے دعا کرنے سے کام نہیں چلے گا

اب یہیں سے ان لوگوں کا جواب ہو گیا جو دوسرے چینل کو کھولتے ہیں اور اپنا کام بھی بنانا چاہتے ہیں کہ مولوی صاحب نماز پڑھنا اور ہمارے لئے بھی دعا کرنا تو یہ دوسرے چینل کو چالو کرنا ہے ایسے شخص کو دعاؤں سے ہدایت نہیں ملتی اپنا دل بھی

چالو کرنا پڑتا ہے دعا بھی ہے، میں منع نہیں کرتا ہوں لیکن اپنے دل کا چینل بھی چالو کرنا پڑیگا۔

دو چیزوں کے ملنے سے تیسری چیز وجود میں آتی ہے

دو چیزیں جب ٹکراتی ہیں تو ایک تیسری چیز جنم لیتی ہے دونوں ہاتھ ملاؤ اور مل کر دیکھو تو گرمی پیدا ہوگی، دو پتھر ملاؤ تو آگ پیدا ہوگی، دیا سلائی کو ماچس پر رگڑو تو آگ پیدا ہوگی، عورت اور مرد کی جب طاقت ایک ساتھ استعمال ہوتی ہے تو بچہ جنم لیتا ہے، اسیطرح دعوت دعا اور محنت جب ٹکراتی ہے تو عمل وجود میں آتا ہے صرف دعاؤں سے کام نہیں چلتا، ورنہ کیا حضور ﷺ نے ابوجہل کے لئے دعا نہیں کی تھی سب کچھ دعا سے نہیں ہوتا دنیا دارالاسباب ہے اللہ تعالی بھی چاہتا ہے کہ میرا بندہ چل کر آئے، حضور اکرم ﷺ نے جس پاور کے ساتھ دعا حضرت عمرؓ کے لئے کی تھی اتنے ہی پاور کے ساتھ ابوجہل کے لئے بھی کی تھی لیکن اتفاق کی بات تھی کہ عمر بن خطاب نے ریڈیو اسٹیشن چالو کردیا تھا اور سنئے! جو ہدایت کی ہوا اللہ تعالی کی طرف سے چلی تھی اور نمبر ریموٹ کے ذریعہ برابر دبا تھا تو عمر بن خطاب کو یہ آیتیں لگ گئیں، طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی، اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی اِنہیں آیات کو سن کر وہ ایمان لائے تھے۔

حضرت حکیم اختر صاحب کا ملفوظ

ہمارے حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ مَنۡ یَّخۡشٰی ، یہ شرط ہے کہ پہلے خشیت کو اختیار کرو، تو اُدھر سے ہدایت کی ہوا چلے گی، اور

تمہارے دل پر ثبت ہوگی، ہدایت کی ہوا اپنے اوپر لاگو کرنے کے لئے تو یہ بات ضروری ہے کہ پہلے خشیت اختیار کرنی پڑے گی، ابھی میں نے کہا کہ اللہ تعالی بھی تو چاہتا ہے کہ میرا بندہ چل کر آئے، اس لئے کہ دنیا دار الاسباب ہے یہاں تو سبب اختیار کرنا پڑے گا، قرآن پاک نے تقابل کر کے بتلایا کہ ،وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَھُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی، اوراس سے پہلے فرمایا کہ ،،وَاَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی، اللہ کے رسول ﷺ ایک مرتبہ رؤساءِ قریش کو دعوت دے رہے تھے اور منشا یہ تھا کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آتے ہیں تو اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا کہ یارسول اللہ مجھے بھی دین کا علم سکھلایئے، آپ ﷺ کے دل میں صرف اتنا خیال آیا کہ ان کو تو بعد میں سکھلایا جا سکتا ہے یہ تو ایمان والے ہیں بس اس پر قرآن نے فرمایا کہ جو درخواست کرتا ہے اس کا حق زیادہ ہے چاہے سپر پاور ایمان لائے یا نہ لائے۔ پتہ چلا کہ یہاں تو سبب اختیار کرنا پڑے گا اور اسی کو قرآن نے مقدم کیا ہے۔

مومن کی فراست انقلاب پیدا کرتی ہے

تو فرمایا، اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّہ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ، کہ مومن کی سمجھ اور مومن کی دانشمندی سے بچو، آپ کتنے قیمتی ہیں اس کو سمجھا رہا ہوں اپنے آپ کو حقیر مت سمجھو میرے پیارے بھائیو! خدائے پاک کی قسم دردِ دل سے کہہ رہا ہوں، چاہے میں کسی اور صوبہ کا رہنے والا ہوں، لیکن میرے دل میں آپ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری

ہوئی ہے جس دن آپ کی نگاہوں میں نور پیدا ہو جائے گا خدائے پاک کی قسم دنیا کا دھارا آپ بدل سکتے ہیں۔

اقبال ایسے ہی نہیں کہہ کر گئے ہیں کہ ؎

؎ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّه يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه اسی حدیث پاک کا ترجمہ ہے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے صرف ایک نگاہ ڈالی تو لاکھوں کروڑوں اربوں کھربوں لوگوں نے اسلام قبول کیا نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک نگاہ ڈالی تھی تو انقلاب پیدا ہو گیا اسی لئے علماء کرام سے پوچھو کہ صحابی کس کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمان میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہو، چاہے ایک سیکنڈ کی مقدار ہی کیوں نہ ہو، اور ابن حجرؒ نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے حضور ﷺ کو بحالت ایمان دیکھا تو نابینا صحابہ نے تو حضور ﷺ کو تو دیکھا نہیں تو کیا جواب ہے؟ وہی جواب پھر آ گیا کہ، اِتَّقُوا فِرَاسَةَ المُومِنِ فَاِنَّه يَنظُرُ بِنُورِ اللّٰه، کہ دل سے حضور ﷺ کو دیکھنا مراد ہے ظاہری آنکھوں سے نہیں، نگاہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے

میرے علوم کا مرجع ترکیسر کے اساتذہ

ابھی ابھی چند دنوں پہلے میرے اساتذہ کرام کی توجہات کی روشنی میں ایک بات اللہ تعالی نے مجھ سے کہلوائی، جو میں آپ کو بتلانے جا رہا ہوں میں اپنے تمام علوم کا مرجع اپنے ترکیسر کے اساتذہ کو بناتا ہوں، اور اسی کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہوں، طالب علم اپنے علم میں اس وقت تک برکت نہیں پا سکتا جب تک اپنے اساتذہ سے منسلک نہ

رہے، وہی بات ہے کہ،، پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔ اور یہاں شجر سے وابستہ رہنے سے مراد اساتذہ سے منسلک رہنا ہے۔

قیمتی بات

ابوداؤد شریف کی ایک روایت آپ حضرات کو سنادوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک سانپ آتا ہے وہ سانپ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے سر پر دو چھوٹے چھوٹے نقطے ہوتے ہیں اور وہ اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ حدیث پاک میں آیا کہ وہ اگر کسی حاملہ عورت پر نظر ڈالدے تو اس عورت کا حمل بھی گر جائے اور اگر وہ کسی انسان کی نگاہوں پر نظر ڈالدے تو اس کی نگاہوں کو ختم کردے حدیث کے الفاظ ہیں کہ ،فَانَّهَا تُسْقِطُ مَا فِی الحَبْلِ حمل کو بھی گرادیتا ہے۔ایک سانپ کی نگاہ میں جب اتنی تاثیر ہے کہ وہ حمل تک کو گراسکتا ہے اور انسان کی آنکھوں کو نابینا بنا سکتا ہے یہ منفی پہلو تھا۔

اب مثبت پہلو پر آیئے کہ اللہ والوں کی نگاہ جس پر پڑتی ہے اس کے دل سے اللہ تعالی حسد، کینہ، بغض، کدورت، دنیا کی آرائش دنیا کی محبت ساری چیزوں کو باہر نکال کر پھینک دیتے ہیں ،اور وہ اگر کسی کی آنکھ میں نظر ڈالدے،تو خدا تعالی اس کی آنکھوں میں نور سپلائی فرمادیتے ہیں۔

نبی کی سیرت صدور والی ہے

میرے نبی کی سیرت تو قلب والی سیرت ہے سطور والی نہیں،صدور والی ہے فرمایا کہ ،بَلْ هُوَ اٰیَات بَیِّنٰت فِی صُدُوْرِ الَّذِینَ اُوتُو العِلم ،جس کا ترجمہ

یہ ہے کہ اسلامی دلائل اور اسلام کے احکام سیرت کے گوشے اور سیرت طیبہ کے واضح اور محکم پہلوؤں کا تعلق تو دل سے ہے، **فِی صُدُورِ الَّذِینَ اُوتُو العِلمِ،** فرمایا کہ اہل علم کے دل میں ہے، زبانی جمع خرچ کو اسلام ماننا بھی نہیں ہے، بلکہ وبال ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔۔آمین۔

حضرت آدمؑ کا سیزر ہوا تھا

آج کل لوگ ایسا سوچتے ہیں سیزرین آپریشن کہ اگر بچہ نورمل پیدا نہ ہو یا ڈاکٹر اپنی دنیا بنانا چاہے تو نورمل پیدا نہ ہو تو اسکی پسلی کاٹ کر پھر بچہ نکالا جاتا ہے اللہ نے فرمایا کہ، **ثُمَّ السَّبِیلَ یَسَّرَہٗ** ،ایجوکیٹیڈ طبقہ سن لیں کہ مولویوں کو باؤلا مت سمجھا کرو میں نے ایک ہفتہ پہلے ایک ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ سیزرین آپریشن کوئی نئی ایجاد نہیں ہے حضرت آدمؑ کا سیزر ہوا تھا تب ہی تو ماں حواءؑ نکلی تھی،، یہ صرف ہنسنے کی بات نہیں ہے، یہ پوری دنیا کو چیلنج ہے کہ سیزر اس زمانہ کی ایجاد نہیں ہے حضرت آدمؑ تو مرد تھے ان کا تو پیشاب کا راستہ تھا نہ کہ بچہ نکلنے کا راستہ تھا، تو پھر حضرت حواءؑ کہاں سے نکلی ؟ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کا سیزر کیا تھا اور بائیں پسلی سے نکالا اور ایک بات یہ بھی سنتے چلیئے کہ انسان کا دل بھی بائیں طرف ہی ہے اس لئے اگر عورت کی طرف دل کا میلان ہو تو کوئی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن حق طریقہ سے کرو، نوجوانوں سے کہہ رہا ہوں بہرحال حضرت آدمؑ کا سیزر ہوا تھا اب برسوں بعد یہ ڈاکٹروں کو سمجھ میں آیا کہ اپنی اماں کو باوا کے پیٹ میں سے کیسے نکالا گیا تو انہوں نے بھی چالو کر دیا۔

ہم اپنی نسبت کو محفوظ رکھیں

میں یہ عرض کررہا ہوں میرے بھائیو! کہ ہماری نسبتوں پر خطرناک قسم کا حملہ ہورہا ہے اللہ تعالی ہمارے ان علماء کرام کو جزائے خیر دے کہ اس نسبت کی حفاظت کی خاطر اس طرح کے جلسے جلوس یہ علماء کرام منعقد کرتے ہیں کہ امت سال بھر اپنی بیٹری کو چارج تو کرتی ہے، قربانی کر کے، روزے رکھ کر، صدقات وغیرہ کے ذریعہ ،لیکن یہ سب جس کی پیروی میں ہورہا ہے ذرا اپنے کنکشن کو اس نیٹ ورک سے بھی ملا دیں۔ شجر سے ہم پیوستہ ہو جائیں۔

ہماری نبوی نسبت کوئی نئی نسبت نہیں ہے

اور یہ نسبت کوئی نئی نسبت نہیں ہے میں نے کہا تھا کہ ہمارے نبی کوئی چودہ سو اکتیس سال سے ہی نہیں ہے بلکہ روز ازل سے ہے، جلسے کی تاریخ بعد میں طے ہوتی ہے پہلے صدر محترم کا انتخاب ہوتا ہے، اللہ تعالی نے دنیا کے صدر کا سلیکشن پہلے کرلیا تھا اور پھر بعد میں آدمؑ کو بنایا تھا، پرچہ بعد میں چھپتا ہے پہلے صدر محترم کا نام تجویز ہوتا ہے اسی کو حدیث پاک میں فرمایا کہ، خُلِقْتُ وَکَانَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ، کہ میں وجود میں آچکا تھا میرا نام سلیکٹیڈ ہو چکا تھا جب کہ ابھی آدمؑ مٹی اور گارے کے درمیان میں ہی تھے ابھی وہ مکمل بنے بھی نہیں تھے کہ میں وجود میں آچکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ،نَحْنُ السَّابِقُوْنَ الْاٰخِرُوْنَ، کہ ہم پہلے بھی ہیں اور اخیر میں بھی ہیں اس لئے کہ ہمارا نام پہلے ہی تجویز ہو چکا تھا ہم اسٹیج پر اخیر میں آئے ہمارے لئے پوری کائنات سجائی گئی پورا پروگرام طے کیا گیا کہ کوئی

نعت پڑھ رہا ہے کوئی قرأت کر رہا ہے کوئی تقریر کر رہا ہے اور جب صدر محترم کی دعا ہو جائے تو پھر کسی میں ہمت نہیں ہے کہ وہ مائک پر آ کر تقریر کرے ہمارے صدر محترم روح کونین خواجہ کائنات محمد عربی ﷺ کی تقریر ہو گئی اب دنیا میں کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد نبوت کا دعوی کرے۔

ہمارے نبی اور ہم کہاں مانگے گئے

ہماری نسبت بہت بلند ہے ہم کہاں مانگے گئے ہمارا نبی کہاں مانگا گیا مجھے اور آپ کو کعبۃ اللہ کے سائے میں مانگا گیا تھا اور کسی چھوٹے موٹے نے نہیں مانگا دو دو نبیوں نے ہم اور آپ کو مانگا تھا فرمایا کہ ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَینِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَکَ وَاَرِنَا مَنَا سِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَابُ الرَّحِیم ،رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ اٰیَاتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیزُ الْحَکِیْمُ ، ابراہیم اور اسماعیل علیہما الصلوۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم دونوں کو تو اپنے احکامات کا پالن کرنے والا بنا، اور ہماری اولاد میں ایک ایسی امت پیدا فرما جو تیرے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والی ہو، تیرے ہر حکم کو نقل کی شکل میں ماننے والی ہو، عقل کی شکل میں ماننے والی نہ ہو ،وَاَرِنَا مَنَا سِکَنَا ، کہ تو ہمیں عبادت کے طریقے دکھلا دے۔

اسلام اہل اللہ کی صحبت سے آتا ہے

حضرت ابراہیم واسماعیلؑ نے فرمایا دکھلا دے ہمیں ہمارے احکام ،یعنی کہ

نقل کر کے بتا دے۔ پربھنی کے بھائیو! کتابیں پڑھ کر اسلام سمجھ میں نہیں آ سکتا، جب تک اہل اللہ کی اداؤں کو نہ دیکھا جائے میرے سرکار نے فرمایا کہ ،صَلُّوا کَمَا رَاَیتُمُونِی اُصَلِّی ، کہ اے میرے صحابہ جیسا تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو ویسے ہی نماز پڑھو۔ ایسا نہیں فرمایا کہ ،صَلُّو کَمَا عَلَّمتُکُم تُصَلُّونَ ،ایسا نہیں فرمایا کہ جیسا میں نے تمہیں نماز پڑھنا سکھلایا ہے ویسے نماز پڑھو بلکہ فرمایا کہ جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ویسی نماز پڑھو۔

خانقاہ میں جانے کا ثبوت

ایک صحابی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ مجھے نماز کے اوقات بتلائیے ،میرے آپ کے جیسا کوئی ہوتا تو کہتا کہ یہ تقویم لیجاؤ،اور اس کے مطابق نماز ادا کرو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ، اَقِمْ مَعَنَا یَوْمَیْنِ ، ہمارے پاس دو دن رک جاؤ ہم تمہیں نماز کے اوقات سکھلا دیتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ خانقاہ میں جانے کا ثبوت کیا ہے؟ تو سنو کہ یہ خانقاہ میں جانے کا ثبوت ہے کچھ لوگوں کو ثبوت کا ہیضہ لگا ہے کہ افتتاح کا ثبوت کیا ہے اس کا ثبوت کیا ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟ تو میں پوچھتا ہوں کہ تو تیرے ابا کی اولاد ہے اس کا ثبوت کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ میری امی نے کہا، تو میں بھی کہتا ہوں کہ وہ اسلام کی بات اس لئے ہے کہ سرکار نے فرمایا، وہ اس کا ثبوت ہے امی کی بات پر اعتماد اور سرکار کی بات پر اعتماد نہیں ہے یہی تو ہماری بنیادی بات ہے میں اپنا مضمون نہیں بھول رہا ہوں لیکن بتلا رہا ہوں کہ ہماری نسبتیں ختم کی جا رہی ہیں۔

نو وارد کے لئے آپ ﷺ کے اخلاق

حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں دو دن رک جاؤ اب میں اس پوائنٹ پر علماء سے بھی مخاطب ہوں کہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ نو وارد ہے، روزانہ کا جو ٹائم ہے اس کو گولی مارو، آج کے دن نماز کے شروع وقت میں اذان دینا اور آئندہ کل نماز کے آخری وقت میں اذان دینا تا کہ اس کو پتہ چل جائے اور پھر دو دن کے بعد اس کو فرمایا کہ ،اَلْوَقْتُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ ،کہ نمازوں کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔علماء کرام نوٹ فرمالیں کہ ہمیں امت کی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر امت کی اصلاح وفلاح کا کام کرنا چاہیئے۔

جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو اسی طرح سکھلایا تھا

اور یہ سنت جبرئیلی بھی ادا فرمائی اس لئے کہ جبرئیلؑ نے اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کو سکھایا تھا جب نماز کی اولین فرضیت نازل ہوئی تھی تو اللہ تعالی کے حکم سے حضرت جبرئیلؑ نے بھی حضور اکرم ﷺ کو اسی طرح دو دن میں نماز کے اوقات کی ترتیب بتلائی تھی پہلے دن اول وقت میں اذان دے کر، اور دوسرے دن اخیر وقت میں اذان دے کر، اور فرمایا تھا کہ ان دونوں اوقات کے درمیان آپ کی نماز کا وقت ہے۔ اس لیے کہ اسلام کا مبنیٰ نقلِ رسول ہے عقلِ انسان نہیں ہے ہاں ایک بات ضرور ہے کہ نقل میں عقل کا پورا پورا خیال کیا ہے اگر اس نقل میں ہمیں اپنی عقل نظر نہ آتی ہو تو ہمیں اپنی عقل میں سو دفعہ خیال کرنا چاہئے آپ اسلام کے تمام احکامات پر نظر ڈالئے اس میں آپ کو دنیوی فائدہ عقل کی روشنی میں بھی نظر آئے گا بلکہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تو ایک کتاب لکھی ہے، احکام اسلام عقل کی روشنی

میں، وہ کتاب ہر طالب علم کے پاس ہونی چاہئے۔اس میں حضرت نے ثابت کیا ہے کہ اسلام کے احکامات کو عقل بھی مانتی ہے۔

لطیفہ

میں ایک لطیفہ بیانوں میں نقل کیا کرتا ہوں کہ ابھی میں نے دو چار دن پہلے بھی ایک جگہ یہ لطیفہ نقل کیا تھا ایک صاحب پھنس رہے تھے، بیوی ہوتے ہوئے بھی غلط جگہ کام کر رہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ یار تو غلط جگہ پھنس رہا ہے تو رونگ نمبر لگا رہا ہے اللہ تعالی نے ایک حلال بیوی دی ہے محبت اور عشق اسکی امانت ہے اور وہ ایک ہی کو دیا جا سکتا ہے اور حقیقی عشق بھی امانت ہے وہ بھی ایک اللہ ہی کو دیا جا سکتا ہے تو اس کو غلط جگہ کیوں استعمال کر رہا ہے؟ میں اس کو نصیحت کر رہا تھا کہ ادھر مت پھنس، یہ سب ٹھیک نہیں ہے تو اس نے جواب دیا کہ حضرت گدھی پر بھی دل لگ جائے تو پری کیا کرے، تو میں نے بھی اس کو بے تکلف جواب دیا کہ گدھی پر دل گدھے کا ہی لگتا ہے میں نے بھی کہا کہ سن اب پانچ سو کلو کی بات، تو انسان کا دل انسان پر ہی لگتا ہے۔ایک صاحب کہنے لگے کہ مولوی صاحب اگر کوئی مجھ سے کچھ نصیحت پوچھے تو مرنے سے پہلے پہلے ایک نصیحت کر دوں گا میں نے کہا کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں یہ نصیحت کروں گا کہ کبھی بھی شادی مت کرنا۔

ہمارے نبی ﷺ بہت قیمتی ہے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ،وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا ،کہ ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتلا دے اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو جا ہمیں تو وہاں مانگا گیا،اور ہمارے نبی کو بھی وہاں مانگا گیا فرمایا کہ ،رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ ، اے اللہ تو ان

میں ایک رسول کو بھیج ، ایسا نہیں فرمایا کہ اے ہمارے رب تو ان میں ایک رسول کو پیدا فرما اس لئے کہ حضور ﷺ تو پیدا ہو چکے تھے نام کا سلیکشن ہو چکا تھا اس لئے فرمایا کہ اے اللہ یہ گھر تو بنا دیا لیکن یہ آباد کیسے رہے گا اس لئے تو ان میں ایک رسول کو مبعوث فرما، مکان بنانے کے بعد آبادی کی فکر رہتی ہے مکان مکین کے بغیر ملیا میٹ ہو جاتا ہے، تو فرمایا کہ اے اللہ! اس میں ایک رسول کو مبعوث فرما، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے تھے کہ میں سستا نہیں ہوں، میں ایسے ہی نہیں آ گیا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ، اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ ، میں تو تمہارے ابا ابراہیمؑ کی دعاؤں کے نتیجہ میں آیا ہوں۔

ابراہیمؑ متفق علیہ شخص تھے

اور محدثین نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ متفق علیہ شخصیت تھی اور جو شخصیت متفق علیہ ہوتی ہے اس کو ہر آدمی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ تو ہماری جماعت سے ہے اور مختلف فیہ شخصیت کو ہر شخص نکالنے کی کوشش کرتا ہے کہ ان کا تعلق ہماری جماعت سے نہیں ہے۔ ابراہیمؑ متفق علیہ شخصیت تھے اسی لئے یہود بے بہبود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ ارباب خسارہ کہتے تھے کہ حضرت ابراھیمؑ عیسائی تھے (نعوذ باللہ) لیکن قرآن کریم نے رد کر دیا کہ، مَا کَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں کی بولتی بند کر دی کہ ابراھیمؑ نہ مشرک تھے اور نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی تھے بلکہ سچے پکے مسلمان تھے، وَلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ، اسلام کا نام اسلام حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ہی نے تجویز کیا، مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ

هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ابراھیمؑ نے تمہارا نام مسلمان رکھا وہ آیت یہ ہے جو میں نے ابھی پڑھی کہ ،،اُمَّۃً مُسلِمَۃً لَکَ ،،

مبارک وقت میں ہمیں مانگا گیا

اور ایک پتہ کی بات پر آرہا ہوں تمہارا دل مضبوط کرنا چاہتا ہوں اور امید کو یقین کی شکل میں بدلنا چاہتا ہوں انشاء اللہ مجھے بھی امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ پڑھنے والے اس حقیقت کو سمجھیں گے کہ ہمیں مانگا گیا اور کہاں مانگا گیا کعبۃ اللہ کے سایہ میں مانگا گیا اور کس نے مانگا ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام نے مانگا اور کب مانگا کعبۃ اللہ کی تعمیر کے مکمل ہونے کے وقت مانگا کتنا مبارک وقت تھا کسی مسجد کی تعمیر ہو جائے اور اس وقت کی دعا کے لئے کسی کو بلایا جائے تو پوری دنیا اُمڈ پڑتی ہے کہ آج کی دعا قبول ہوگی کعبۃ اللہ تو اللہ کے گھروں کا گھر، اُمُّ القُری میں اُمُّ البیت بن رہا ہے،اس مبارک وقت میں ہمیں مانگا گیا اس نسبت کی قدر کرو پڑھنے والو! اللہ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے امین ۔ثم امین ۔

مفکر اسلام علی میاں ندویؒ کا مقولہ

ہمیں دنیا میں بھیجا گیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے پتہ کی بات لکھی اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور مفکر اسلام کی فکروں کو ہم سب میں منتقل فرمائے ۔امین ۔ان کی توجہات عالیہ غالیہ کو ہم سب کی طرف متوجہ فرمائے تا کہ، پیوستہ شجر سے امید بہار رکھ والی بات ثابت ہو جائے ،تو فرمایا کہ ہمیں دنیا کے اندر بھیجا گیا، پیدا نہیں کیا گیا اسکی دلیل ، کُنتُم

خَیرَ اُمَّۃ اُخرِجَت لِلنَّاسِ ، ہے کہ تم بہترین امت ہو، نکالی گئی ہو لوگوں کو نفع پہنچانے کی خاطر، یہ نہیں فرمایا کہ، خَرَجتُ، نکلی ہے بلکہ فرمایا کہ نکالی گئی ہے۔

رستم کے دربار میں ربعی بن عامرؓ کے الفاظ

ربعی بن عامر نے رستم کے دربار میں یہی الفاظ کہے تھے کہ ، بُعِثنَا لِنُخرِجَ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبادَۃِ العِبادِ اِلٰی عِبا دَۃِ رَبِّ الْعِبا دِ ، میں آپ کو ربعی بن عامر کے حوالہ سے مسلمان کا تعارف دیتا ہوں کہ مسلمان کون ہوتا ہے، رستم نے پوچھا تھا کہ تم کون ہو؟ فرمایا ربعی بن عامر نے کہ ہم اپنی مرضی سے نہیں آئے ہمیں خلاق عالم نے بھیجا ہے ہم اس کے قاصد ہیں اور قاصد پر نظر اٹھانے والا معتوب اور مغضوب ہوتا ہے بشرطیکہ وہ قاصد صحیح معنی میں قاصد ہو۔

ہم دنیا میں اللہ کے قاصد ہیں

میرے پربھنی کے پیارے بھائیو۔ ہم بھی خلاق عالم کے قاصد ہیں اور اگر ہم اس کا پیغام اور مسیج لیکر دنیا کے کونے کونے میں جائیں گے پھر جو کوئی بھی ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اللہ تعالی اسکو چکنا چور کردیں گے، اور کیا پیغام لے کر مجھے اور آپ کو بھجیا گیا، بُعِثنَا لِنُخرِجَ مَنْ شَآءَ مِن عِبادَۃِ العِبادِ اِلٰی عِبا دَۃِ رَبِّ العِبَا دِ ، کہ ہم انسانوں کو نکالیں بندوں کی غلامی سے بندے کے پیدا کرنے والے رب کی عبادت کی طرف، دنیا کی جکڑ بندیوں سے اسلام کی وسعت کی طرف، دنیا کے ظلم وستم سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف۔

جس کو مانگا جاتا ہے اسکی اہمیت ہوتی ہے

دیکھو جو مانگا جاتا ہے تو اس کی اتنی ہی زیادہ اہمیت ہوتی ہے کسی مدرسہ یا کسی مسجد میں یا کسی انسٹی ٹیوٹ میں کسی آدمی نے درخواست دی ہو کہ مجھے آپ کے یہاں کام کرنا ہے اگر کوئی گنجائش نکلے تو رکھ لینا اب اگر وہ رکھ بھی لیتا ہے تو آنکھ نکال نکال کر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نوکری ڈھونڈ ھنے آیا تھا ہم تجھ کو بلانے نہیں آئے تھے تھوڑی بھی غلطی کیا تو کہتا ہے، نکالدوں گا دھمکیاں دیتا ہے یہ دھمکیاں کب سنی پڑتی ہیں جب کوئی درخواست پر آیا ہو۔

لیکن کہیں کوئی باصلاحیت استاذ پڑھا رہا ہو، یا کسی مسجد کا کوئی بہترین امام ہو، کسی جگہ پر کوئی بہترین خطیب ہو، اور اس کو کوئی مہتمم صاحب یا کوئی متولی صاحب مانگ کر لائے ہو، تو اس کے نخرے برداشت کرنے پڑیں گے اور وہ دھمکی دے گا کہ ناظم صاحب! میں خود نہیں آیا تھا آپ مجھ کو لینے آئے تھے تو میرے بھائیو ہمیں مانگا گیا تھا ہمیں مانگ کر لایا گیا ہے تو ہماری بھی تو قیمت ہوگی۔ اور ہمیں مانگا گیا نبی کی سیرت کو عام کرنے، نبوی پیغام دنیا کے سامنے لے کر چلنے، نبوی شعاعوں سے دنیا کو منور کرنے نبی کا نور چہار دانگ عالم تک پھیلانے کے لئے یہ ہمارا اور آپ کا فرض ہے، ورنہ پربھنی کے بھائیو! قیامت کے دن پوچھ ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ کے نور ہونے کا مسئلہ

نبی نور نہیں بلکہ نبی کا نور ہے نبی کو نور ہونے کی کیا ضرورت وہ تو منوّر رہے اور ہم منوّر رہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو سراپا نور ہیں انسان نہیں ہے اور دیوبندی

انہیں انسان کہتے ہیں، لیکن یعقوب نانوتویؒ نے مسئلہ حل کردیا، **بَشَرٌ لا كَالبَشَرِ كَالیَاقُوتِ بَینَ الحَجَرِ** ، کیالا جواب بات ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ علماء دیوبند گستاخان رسول ہیں اور الفاظ کا تو کچھ لوگوں کے پاس ذخیرہ ہوتا ہے حقیقتوں سے خالی ہیں اور کپڑے خوب پہنتے ہیں اور کپڑے پہن پہن کر کچھ لوگ موٹے بنتے ہیں کپڑے اتارلو، تو اندر ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آئے، میں نے شروع میں کہا تھا کہ عشق رسول سیکھنا ہوتو ہم علماء دیوبند سے سیکھو۔

فرمایا حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ نے کہ حضور اکرم ﷺ تو انسان ہی ہیں لیکن عام انسانوں کی طرح نہیں جیسے کہ یاقوت بھی ایک پتھر ہے لیکن عام پتھروں کی طرح نہیں بلکہ قیمتی ہیرا ہے۔ یاقوت پتھر ہے سونا نہیں ہے لیکن ہزاروں تولہ سونا اسکے سامنے قربان ہے بشرطیکہ وہ یاقوت اصلی ہو، امریکن ڈائمنڈ نہ ہو، وہ بالکل جھوٹ ہے تو یاقوت بھی پتھر اور کنکر بھی پتھر، لیکن دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے ایسے ہی میں اور آپ بھی بشر اور نبی اکرم ﷺ بھی بشر لیکن چہ نسبت خاک را باعالم پاک، بہت بڑا فرق ہے تو حضور اکرم ﷺ کے نور کو لیکر ہمیں دنیا کے سامنے چلنا ہے ہماری نگاہوں میں ہمارے قلب وجگر میں نور محمدی ﷺ کو پیدا کرنا ہے اور اس نور کو لیکر دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔ انشاء اللہ۔

نبوی نور نگاہوں کی حفاظت سے پیدا ہوگا

اور یہ نور کیسے پیدا ہوگا وہ بھی نبی کے حوالہ سے سناؤں۔ کمال کردیا ہمارے بزرگان دین نے قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے اگر میری اس نصیحت پر آپ نے عمل

کرلیا جو میں کہہ رہا ہوں تو میں ایسا سمجھوں گا کہ میرا پر بھنی کا سفر کامیاب ہے قرآن کریم کے اٹھارھویں پارے میں ایک سورۃ ہے اس کا نام سورہ نور ہے اس کا نام سورہ نور اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ،اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالارضِ مَثَلُ نُورِهٖ کَمِشکٰوۃٍ فِیهَا مِصبَاح ، لیکن اللہ تعالی نے اپنے نور کا تذکرہ مخصوص احکامات کے بعد فرمایا ہے ان تمام احکامات کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ، اے لوگو اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو۔قُل لِلمُومِنِینَ یَغُضُّوا مِن اَبصَارِهِم وَیَحفَظُوا فُرُوجَهَم ذَالِکَ اَزکٰی لَهُم اِنَّ اللّٰهَ خَبِیر بِمَا یَصنَعُونَ۔

اس آیت سے پہلے اجازت لینے کے احکام ہیں اور اس آیت کے بعد بھی اجازت کے احکام ہیں کہ کس کے گھر میں داخل ہو سکتے ہیں اور کس کے گھر میں چولھے تک جاسکتے ہیں اور کس کے گھر میں دروازے تک جاسکتے ہیں کن اوقات میں اجازت لینا ضروری ہے،اور کن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

ان تمام کا لب لباب یہ نکلتا ہے کہ نگاہوں کو پست رکھو،، اِنَّمَا جُعِلَ الِاستِیذَانُ مِنْ اَجلِ الْبَصَرِ ،دھیان سے سمجھنے کی کوشش کروگے (تو انشاءاللہ میرا اور آپ کا تعلق اور مضبوط ہوجائیگا)اللہ تعالی نے سورہ نور میں فرمایا کہ ،لَاتَدخُلُوا بُیُوتًا غَیرَ بُیُوتِکُم ، کسی کے گھر میں اجازت لئے بغیر مت جاؤ،اپنے سگے ماں باپ کے کمرے میں بھی اجازت لئے بغیر مت جاؤ،اپنی سگی بہن بہنوئی کے کمرے میں بھی اجازت لئے بغیر مت جاؤ،کس سے پردہ کرنا ضروری اور کس سے نہیں، نگاہیں نہ بگڑنے پائیں آنکھیں ہماری محفوظ رہیں ان تمام احکامات کو اس میں بیان کیا گیا ہے اور یہ بہت بڑی قربانی ہے اور خاص طور سے اس زمانہ میں نگاہوں کی حفاظت

بہت بڑی قربانی ہے، اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے ۔۔آمین۔

با پردہ نگاہوں میں اللہ کا نور ہوتا ہے

لکھا ہے علماء کرام نے کہ اللہ تعالی نے نگاہوں کی حفاظت کا ذکر فرما کر درمیان میں اپنے نور کا تذکرہ کر کے اشارہ فرما دیا کہ اے مسلمانو! اگر اپنے دل میں نور خداوندی پیدا کرنا چاہتے ہو تو نگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہوں کی حفاظت کروگے پرائی عورتوں کو دیکھنا بند کروگے تو دیکھو پر بھنی والو! تمہاری نگاہوں میں نور پید ہوگا۔

اور نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ہماری نگاہیں تو ایسی ہیں کہ ہم تو بنے کاموں کو بھی بگاڑ دیتے ہیں ہماری نگاہوں سے پرائے تو پرائے سلامت نہیں، اپنے بھی سلامت نہیں، ایک مسلمان لڑکی جب اپنے گھر سے نکلتی ہے تو اس کے ماں باپ کا دل کلیجہ منہ پر آ کر اٹک جاتا ہے اور اس لڑکی کا دل اس کی ماں کے کلیجہ میں رہتا ہے کہ اگر میری بچی صحیح سلامت گھر آئے تو خدا کا شکریہ ادا کروں گی، سیرت نے ہمیں یہ سبق نہیں دیا ہے کہ نگاہوں کی حفاظت نہ کرو بلکہ سیرت سکھاتی ہے کہ نگاہوں کی حفاظت کرو تو نگاہوں میں نور خداوندی پیدا ہوگا، اور نور نبوی ﷺ پیدا ہوگا اور یہ نور خداوندی کونسا ہے تو فرمایا ، اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ۔

خواجہ مجذوب صاحب کا عجیب استدلال

خواجہ مجذوب صاحبؒ نے لکھا کہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اگر کوئی بندہ اپنی نگاہ کی حفاظت کرے اور وہ بندہ آسمان کی طرف ایک نگاہ اٹھا کر

دیکھ لے تو آسمان بھی برسات برسانے پر مجبور ہو جائیگا آسمان اپنے فیصلے بدلنے پر مجبور ہو جائیگا وہ اللہ تعالی کے سامنے جس بات کو منوانا چاہے اللہ تعالی اس کو پورا کر دیں گے۔

کچھ بندوں کی ہر خواہش پوری کی جاتی ہے

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے اور یہ بات میں ہوش میں رہ کر بول رہا ہوں کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ کچھ چیلینج کر دیں تو اللہ تعالی کو ان کا چلینج پورا کرنا پڑتا ہے حدیث پاک کے الفاظ ہیں کہ، **رُبَّ اَشعَثَ اَغبَرَّ لَو اَقُسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ** ،وہ اللہ کے پیارے بن جاتے ہیں۔ اور پیار میں ناز برداریاں ہوتی ہیں ؛حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر میں اسی پیار سے تو فائدہ اٹھایا تھا، آپ ﷺ غزوہ بدر میں اترے، لڑائی کی نیت سے تو نہیں گئے تھے، حضور ﷺ نے مصلّی بچھایا اور فرمایا کہ اے اللہ ،**اِن تُهلِکُ هٰذِهِ الُعِصَابَةَ لَن تُعُبَدَ فِي الَارُضِ اَبَدًا**، اے اللہ یہ مٹھی بھر صحابہ کی جماعت لیکر آیا ہوں اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو تُو بھی یاد رکھنا تیری عبادت کرنے والا بھی دنیا میں کوئی نہیں رہے گا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ،**کَفَاکَ مُنَاشَدَتُکَ یَارَسُولَ اللّٰه**، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا اپنے رب کو چلیج کرنا بہت ہو گیا چنانچہ دیکھو اللہ تعالی نے کیسی لاج رکھی حضور اکرم ﷺ فوراًباہر نکلے اور فرمایا کہ فلاں شخص فلاں جگہ پر مارا جائے گا فلاں شخص فلاں جگہ پر مارا جائے گا۔

غزوہ بدر میں بڑے بڑے کھلاڑی آؤٹ ہوئے

اور ہوا بھی ایسا ہی ،ابوجہل جیسا شخص مارا گیا کچھ کچھ کھلاڑی ہوتے ہیں کہ وہ آؤٹ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے ہیں لیکن خدا تعالی جب چاہتا ہے تو اچھے اچھوں کی اکھڑ جاتی ہے ابوجہل آؤٹ ہو گیا میرے بھائیو۔۔ وہی خدا آج بھی لم یزل ولا یزال ہے، لیکن شرط ہے کہ سیرت کے دامن کو تھامنا ہوگا سیرت کا دامن نہیں چھوڑیں گے،انشاءاللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیرت اس کا نام نہیں ہے کہ پیدائش مبارکہ کو ذکر کر لینے پر کفایت کر لی جائے۔ بلکہ سیرت کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل کیا جائے

سیرت اور صورت میں فرق ہے

دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے میری صورت اور ایک ہے میری سیرت دونوں میں فرق ہے، میں مثال دیا کرتا ہوں کہ جب کوئی آدمی لڑکی دیکھنے جاتا ہے تو پہلے صورت دیکھتا ہے اور بعد میں انکوائری کرتا ہے کہ چال ڈھال کیسی ہے اگر صورت میں سیرت آجاتی ہے تو انکوائری کیوں ہوتی ؟ پتہ چلا کہ سیرت الگ ہوتی ہے اور صورت الگ ہوتی ہے سیرت نام ہے گفتار کا، کردار کا، رفتار کا، عادات واطوار کا، مغازی کا، اخلاق کا، معاملات کا معاشرت کا، اور حضور اکرم ﷺ کے تمام شعبہ جات زندگی کا، طبیعت میری منشرح ہو چکی ہے چاہتا ہوں کہ فجر کردوں لیکن فجر نہیں ہوگی گھبرانا مت۔ ابھی میری گھڑی میں بارہ بج کر پانچ منٹ ہو رہے ہیں بارہ بج کر تیس منٹ پر دعا کے ساتھ انشاء اللہ بات پوری ہو جائے گی بولو بھائی

کب تک بولوں (ایک بجے تک) جزاکم اللہ جزاکم اللہ، آپ کا ایک بجے تک کہنا انشاء اللہ اتنا مفید ہوگا کہ یہ ہال گواہی دیگا یہ آسمان گواہی دیگا اور حضور ﷺ فرمائیں گے کہ وہ جو چار اور پانچ مارچ کے درمیان میں پربھنی کا مجمع میری سیرت کو سننے کے لئے جمع تھا وہ آجائے انشاءاللہ۔

آپ ﷺ کو ہمارے یہاں بیٹھنے کا علم ہے

اور یہ مت سمجھو کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں تو حضور ﷺ کو اس کا علم نہیں ہے، نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ جتنی مرتبہ ہم نے درمیان میں درود شریف پڑھا، صلی اللہ علیہ وسلم، تو میرے اور آپ کے ابا کے نام سے درود شریف مدینہ میں پہنچ رہا ہے اور ایک دو بار درود نہیں بھیجا ہے بلکہ بار بار درود بھیجا ہے تو حضور ﷺ نے بھی تو فرما رہے ہونگے کیا بات ہے ایک ایک دو دو منٹ پر ان لوگوں کا سلام آرہا ہے۔ تو اب حضور ﷺ کی ڈائری میں ہمارا نام آگیا اور جب حضور ﷺ کی ڈائری میں نام آگیا تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں؟ انشاءاللہ، لیکن نام کی لاج بھی رکھنا کچھ لوگ تو جھوٹا جھوٹا نام بھی ڈائری میں لکھواتے ہیں تشکیل کو نکلتے ہیں تو ابا بچے کو بولتے ہیں کہ بولدے میرے ابا گھر میں نہیں ہیں تو بچہ بھی بولتا ہے کہ میرے ابا نے کہا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں یہ ہمارا حال ہے۔

صورت اور سیرت دونوں الگ ہیں اللہ تعالی امت کی خواتین کی حفاظت فرمائے، اور اچھے سے اچھے رشتے ان کو نصیب فرمائے، جن کے رشتے ہو چکے ہیں اللہ تعالی ان کو استحکام کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ قائم و دائم رکھے امین، اللہ تعالی ان کو نورِ

نظر نصیب فرمائے، اللہ تعالی ان کو نور بصر اور بصیرت نصیب فرمائے، تا کہ اس کے ذریعہ قوت ایمانیہ آجائے بہر حال سیرت گفتار، اور رفتار، اور کردار، اخلاق اور عادات کو کہا جاتا ہے۔

ہمارے نبی ﷺ کے اخلاق نبوت سے پہلے بھی بلند تھے

ایک تو ہمارے نبی کی وہ زندگی ہے چالیس سال پہلے کی تب تک آپ ﷺ دنیا کی نظروں میں محمد ابن عبد اللہ تھے اللہ کی نظر میں محمد رسول اللہ تھے چالیس سال بعد آپ محمد رسول اللہ ﷺ ہو گئے، دنیا کی نظر میں سیرت کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے اب تک تو آپ کو **الصادق الامین** کے نام سے پکارا جاتا تھا اس لئے کہ آپ نبوت ملنے سے پہلے بھی اتنے ہی بلند اور عالی اخلاق کے حامل تھے جو نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کو عطا کئے گئے، لیکن رسالت کے علمبردار اور رسالت کے حامل آپ ﷺ ابھی نہیں بنے تھے، چالیس سال ہو گئے تھے اب آپ کی رفتار اور گفتار محبتِ الٰہی تک پہونچنے کا ذریعہ بن گئی۔

سلیقہ کا وسیلہ ہم بھی مانتے ہیں

ایک بات علماء کے کام کی بھی بات کرتا ہوں خاص طور پر، اور عوام کے کام کی بھی بات کرتا ہوں عمومی طور پر، کہ کچھ لوگ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم وسیلہ نہیں مانتے ہیں ارے بھائی کیسے نہیں مانتے دیکھو ابھی میں آیت پڑھتا ہوں صاف ستھرا وسیلہ ہم مانتے ہیں اس کو میں انشاء اللہ ثابت کروں گا ارشاد ہے، **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی**، یہ ہے وسیلہ، اللہ تعالی نے اپنے نبی کی زبانی کہلوایا کہ

اے لوگو اگر تم اللہ تعالی سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تمہیں میرا دامن پکڑنا پڑیگا اور دامن کیسے پکڑا جائیگا، فَا تَّبِعُونِی ، میری پیروی کرنی پڑ یگی میری سیرت کو تھامنا پڑے گا مجھ جیسی رفتار، مجھ جیسی گفتار، مجھ جیسے اخلاق، مجھ جیسے کردار، مجھ جیسے عادات واطوار، مجھ جیسے معاملات، مجھ جیسی معاشرت اپنانے پڑ یگی، میں تو قبل از نبوت بھی صادق الامین ہوں، اور تم میری کرسی پر بیٹھ کر کذب بیانی سے کام لے رہے ہو فَا تَّبِعُونِی ، تمہیں میرے نقش قدم پر چلنا پڑیگا پھر کیا ہوگا ابتداء ہوئی تھی مِحب بننے سے اور انتہاء ہوگی محبوبانہ شان پر۔

عشق میں محبوب بننا زیادہ بہتر ہے

اور محبت کی دنیا سے تو ہر شخص واقف ہے شادی شدہ لوگ بھی اور غیر شادی لوگ بھی، بتلاؤ مِحب بننا زیادہ بہتر ہے یا محبوب؟ محبت کرنے والا بننا اچھا ہے یا جس سے محبت کی جائے وہ زیادہ اچھا ہے بھائی محبت کی دنیا میں محبوب بننا زیادہ اچھا ہے اس لئے کہ محبوب تو انگلیوں پر نچاتا ہے کہ بارہ بجے ملوں گا یا ملوں گی تو عاشق کو کام چھوڑ کر بھی جانا پڑتا ہے سائڈ پر فون کی رنگ بجی پیشاب کے بہانہ معشوقہ سے ملنے جاتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ وہ نچارہی ہے اب جناب جاتے ہیں بارہ بج رہے ہیں مئی کا مہینہ ہے اور پسینہ میں شرابور ہے۔ لیکن کیا کہتا ہے کہ یہ پسینہ مجھ کو گلاب سے زیادہ پیارا معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس سے محبت ہے، اور اگر معشوق ایک آدھ گھنٹہ نہیں آتا ہے تو کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں اب آرہا ہوگا۔ معمر حضرات معاف کریں ،اس لئے کہ نوجوان ساتھیوں کا بھی مجھے خیال رکھنا ہے اور مثال سے مجھے سمجھانا دینا

ہے اور مثال تو مکڑی کی بھی دی جا سکتی ہے۔

بہر حال وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں ،کل آؤں گا ،آئندہ کل ایک بجے ملیں گے ، حالانکہ جمعہ کا دن ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ تیرے لئے آسمان وزمین کی قلا بازیاں کرلوں گا جمعہ بھی معاف کروالوں گا ،سارے نخرے اس کے برداشت کئے جاتے ہیں وہ بولے کہ ایسے کپڑے چاہئے تو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے وہ کہے کہ میرے جیسے ہی تمہارے بھی کپڑے چاہئے تو کہتا ہے کہ ہاں بالکل ،اس لئے کہ میں تو تیری محبت میں فانی ہوں ،من تو شدم تو من شدی ،

آمدم برسر مطلب

اب آیئے آیت کو سمجھاتا ہوں مثال تو سمجھ گئے نا (جی ہاں) ایسا تو بہت جلدی سمجھ جاتے ہو) میں بڑی پیاری بات پر آ گیا ہوں اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم چلے ہو مجھ سے محبت کرنے ،تم نے میری پیروی کرلی تو اب میں تم کو اپنا محبوب بناؤں گا تم اپنے اشاروں پر میری حکومت کو نچوا سکتے ہو،تم اپنے اشاروں پر میرے ملائکہ کو زمین پر بلا سکتے ہو،تم اپنے اشاروں پر آسمان کو زمین پر بلا سکتے ہو،اورصرف باتیں نہیں کررہا ہوں نبی نے ایسا کرکے بتایا کہ غزوہ بدر میں ایک نہیں دو نہیں پانچ نہیں پانچ پانچ ہزار فرشتے مدد کے لئے اترے تھے۔آج بھی اللہ کی دعوت کا چیلنج اور اس کا یہ سرکیولر اس آیت میں میرے اور آپ کے نام اسی طاقت کی شکل میں باقی ہے کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو زمین و آسمان کے نظام کو بدلنا چاہتے ہو،تو اپنے نبی کی سیرت کو اپناؤ، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ہاتھ میں نہیں آؤں گا جب تک کہ تم میرے محبوب کا دامن نہیں پکڑو گے تو ہم نے وسیلہ مانا کہ نہیں، مانا،اس لئے کہ اللہ

فرماتے ہیں کہ اگر تم میرا محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے نبی کی پیروی کرو میں تم سے محبت کروں گا یعنی اللہ کی محبت کے لئے نبی کی محبت وسیلہ اور ذریعہ ہے اور اس آیت کا ترجمہ ہمارے حضرت حکیم اختر صاحب اس طرح کرتے ہیں ۔

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

یہ اسی آیت کا ترجمہ ہے کوئی پوچھے اللہ سے ملنا ہے پتہ کیا ہے تو ہم کہیں گے کہ سنت کے راستے۔

غلبہ ہمیشہ سیرت ہی کو ہوتا ہے

لیکن سنت کس کا نام ہے؟ صورت اور سیرت کا نام ہے حقیقت کا نام ہے اور دیکھو صورت کو غلبہ نہیں ہوتا ہے حقیقت کو غلبہ ہوتا ہے ایک کاغذ کا شیر ہو، یا کپڑے کا یا کسی اور چیز کا شیر ہو، بچے اس کو پھاڑ ڈالتے ہیں پھینک دیتے ہیں شیر کے تصور سے تو پاخانہ خطا کر جائے اور یہ اس کو پھاڑ رہا ہے چیر رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ شیر کی حقیقت نہیں ہے یہ شیر کی صورت اور شکل ہے۔ اگر شیر حقیقت میں ہو تو چاہے شیر لنگڑا ہو لولا ہو، بھوکا ہو کچھار میں بھی ہوگا، اورنگ آباد کے میوزیم میں بھی ہوگا ہمارے بروڈہ شہر میں تو بہت زیادہ ہیں تو چاہے وہ کیسا بھی ہو، لیکن اس کو دیکھ کر بھی ڈر لگتا ہے کیوں اس لئے کہ حقیقت میں شیر ہے پتہ چلا کہ جب انسان حقیت بن جاتا ہے تو غلبہ حقیقت کو ہوتا ہے، ہم اور آپ صورت کے تو مسلمان ہیں حقیقت کے نہیں، اس لیے کوئی ہم کو ادھر سے نوچ رہا ہے کوئی ہم کو پھاڑ رہا ہے ہم کو

کوئی پتھر مار رہا ہے ہم کو کوئی بسکٹ بنا کر کھا رہا ہے ہم کو کوئی کک مارتا ہے لیکن جب ہم جاگروت ہو جائیں گے حقیقت والے بن جائیں گے تو پوری پوری بستی ہمارے خاموش ہوتے ہوئے بھی اسلام لانے پر مجبور ہو جائیگی پوری پوری بستی کو صداقت کے معیار پر لانے کے لئے تیار کر دیگی

عزت سیرت کی اتباع میں ہے

اس لئے میرے بھائیو۔ اپنے اندر حقیقت پیدا کرو، اور جب حقیقت پیدا ہو گی تو عزت اور غلبہ بھی ملے گا اس زمانہ میں کون نہیں چاہتا کہ اس کو عزت ملے عزت بھی سیرت میں داخل ہے فرمایا کہ، لِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُولِہ وَلِلمُؤمِنِینَ وَلٰکِنَّ المُنَافِقِینَ لَا یَفقَھُون ، عربی زبان میں عزت کے دو معنی ہوتے ہیں عزت کا ایک معنی ہوتا ہے پیار، کہا جاتا ہے کہ یہ میرا عزیز ہے عزیزم سلمہ ہے، اور عزت کا ایک معنی غلبہ ہوتا ہے، مفسرین نے دونوں ترجمے کئے کہ اللہ کی ذات پیاری بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو غلبہ بھی ہے رسول کی ذات لوگوں کو پیاری بھی ہے اور رسول کو غلبہ بھی ہے مومن لوگوں کو پیارے بھی ہیں اور مومن کو دنیا میں غلبہ بھی ہے۔

دنیا میں ہمارے ذلیل ہونے کی وجہ

آپ کہو گے کہ ہم پیارے کہاں ہیں؟ نفرت کی فضائیں عام ہیں تو جواب مومن میں ہے، امام رازیؒ نے لکھا کہ جب اسم مشتق پر کوئی حکم لگایا جاتا ہے تو اس کا ماخذ اشتقاق اسکی علت ہوتا ہے (علماء متوجہ ہوں) اب مطلب یہ ہوگا کہ ایمان ہمارا

مضبوط ہے تو عزت ہمیں ضرور ملے گی اور اگر ہمارا ایمان کمزور ہے تو ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔۔آمین:۔

صفت کو ذات پر غلبہ ہوتا ہے

ایک دلیل اور سن لیں ایمان صفاتی نام ہے، اور صفت ذات سے افضل ہوتی ہے، لہذا ایمان ہماری ذات سے افضل ہے اور ایک ہوتا ہے ذاتی نام جیسے کہ میرا نام محمد فاروق ہے صرف فاروق نہیں، سیرت کا جلسہ ہے اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنا نام بھی بتادوں تاکہ دربار رسالت میں میرا نام بھی پہنچ جائے میرے ساتھیوں سے بھی درخواست کروں گا کہ مولانا فاروق کے بجائے محمد فاروق بولا کریں مجھے بڑی چڑ آتی ہے جب کوئی محمد نام چھوڑتا ہے۔ بہرحال مومن ہمارا صفتی نام ہے اور صفت کو ذات پر غلبہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اوصاف ہوتے ہیں افراد و اشخاص نہیں ہوتے ہیں اسی لئے کسی نے بڑی پتہ کی بات لکھی ہے کہ ماں باپ کے احسان کے مقابلہ میں استاذ کا احسان زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ ماں باپ وجودِ حسی کا ذریعہ ہیں اور استاذ اوصاف پیدا کرنے کا ذریعہ ہے انسان کو قیمت ملتی ہے اوصاف کے ذریعہ، تو ہمارا آپ کا صفتی نام ایمان والا ہے لہذا ایمان غالب رہے گا تو اب اگر ہمیں دنیا میں اپنا پیار منوانا ہے اور ہماری عزت کروانی ہے ہمیں نفرتوں کے بادلوں کو چھانٹنا ہے تو ہمیں اپنے اندر ایمان پیدا کرنا پڑیگا۔

ایمان کا مطلب؟

اور ایمان کا مطلب امن دینا ہے ہم تو امن دینے والی قوم ہیں ہم مارنے

والے، ہم کسی کو ستانے والے، ہم کسی پر ظلم کرنے والے، ہم کسی کو حیران کرنے والے نہیں ہیں ہمارا تو نام ہی امن دینے والا ہے اگر یہ صفت ہمارے اندر آ گئی تو انشاء اللہ دنیا میں ہماری محبت عام ہوگی ۔نفرتوں کی فضاء کو ختم کرنا ہے، تو اس آیت کو اپنا حرز جاں بنایئے جس کو حضور ﷺ نے بھی اپنا حرز جاں بنایا تھا، اِنَّ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ، کہ جولوگ ایمان لائے جنھوں نے دنیا کو شرک سے مامون رکھا یہ بھی ایک ترجمہ ہے شرک بھی دنیا پر ایک ظلم ہے، اب مطلب یہ ہوگا کہ شرک سے پاک کر کے دنیا کو مامون رکھا اور عمل صالح کیا۔ تو رحمٰن کی صفت رحمت کے طفیل دنیا میں رحمت ان کے لئے تقسیم کر دی جائیگی ۔تو اپنی نسبت کو بلند کرو ہم جس نسبت کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں اس کو ہم مضبوط کریں گے انشاء اللہ کوئی ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا ہے اللہ رب العزت ہم سب لوگوں کو اپنی نسبت کے مضبوط کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد وبارک وسلم

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

ایک روایت میں آیا کہ شیطان سونے والے کی گدی پر
تین گرہ لگاتا ہے تین گانٹھ لگاتا ہے اور گانٹھ لگنے کی وجہ
سے وہ فٹ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی کو سونے
میں خوب مزا آتا ہے جس وقت فجر کی نماز کا وقت آتا
ہے اس وقت اگر انسان کھڑا ہوتا ہے اور دعا پڑھتا ہے
تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے جب وضو کرتا ہے تو دوسری
گانٹھ کھل جاتی ہے اور جب تہجد کی نماز پڑھتا ہے یا فجر
کی نماز پڑھتا ہے تو تیسری گانٹھ بھی کھل جاتی ہے اور
انسان بالکل فارغ البال اور خوشحال ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندوں کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کا عملہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ با للہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعما لنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھا دی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تبا رک وتعالی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ واھل طا عتہ اجمعین، اما بعد، فاعوذ با للہ من الشیطن الرجیم ،بسم اللہ الر حمن الرحیم،لَہ مُعَقِّبٰت مِن بَینِ یَدَیہِ وَمِن خَلفِہٖ یَحفَظُونَہ مِن اَمرِ اللّٰہِ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَابِقَوم حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَ نفُسِھِم. وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوم سُوءً ا فَلَامَرَدَّ لَہ وَمَا لَھُم مِن دُونِہٖ مِن وَّال، صدق اللہ العظیم وعن النبی صلی اللہ ﷺ انہ قال یَعرُجُ فِیکُم مَلآئِکَۃ بِاللَّیلِ وَمَلآئِکَۃ بِا لنَّھَارِ صدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشا ھدین والشا کرین والحمد للہ رب العالمین۔

محترم بھائیو بزرگو اور دوستو ۔ اللہ تبارک وتعالی کی جہاں اور بہت ساری مخلوقات ہیں اور بہت ساری کائنات ہے ویسے ہی اللہ تبارک وتعالی کی ایک مخلوق فرشتے بھی ہیں اللہ تعالی نے جیسے دنیا اور انسانوں کو پیدا فرمایا ہے کیڑوں اور مکوڑوں ، چرندوں ، پرندوں ، اور درندوں کو پیدا فرمایا ہے ویسے ہی حق تعالی شانہ نے ایک بہت بڑی مخلوق فرشتوں کی شکل میں پیدا فرمائی ہے یہ اور بات ہے کہ وہ لطیف اور نورانی مخلوق ہے اس لئے ہم اور آپ اس کا احاطہ اور اِدراک نہیں کر سکتے ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے ۔

فرشتوں کی مختلف ذمہ داریاں

یہ جو فرشتے اللہ تبارک وتعالی نے پیدا فرمائے ہیں ان میں سے ہر فرشتے کی الگ الگ ڈیوٹی لگادی ہے ، بعض فرشتے وہ ہیں جو انسان کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں ، جس کو قرآن پاک میں فرمایا ، **کِرامًا کَاتِبین یَعلَمُونَ مَا تفعَلُون** (کراما کاتبین فرشتے تمہارے اعمال کو جانتے ہیں) بعض فرشتے وہ ہیں جن کو اللہ تعالی نے اس بات کا مکلّف کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے عرش کا طواف کرتے رہیں اس کی تسبیح پڑھتے رہیں اس کی بزرگی اور اس کی ثنا خوانی کرتے رہیں جس کو قرآن یوں کہتا ہے کہ ،، **اَلَّذِینَ یَحمِلُونَ العَرشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِم وَیُؤ مِنُونَ بِهٖ وَیَستَغفِرُونَ لِلَّذِینَ اٰمَنُوا** ، کیسی پیاری آیت ہے ، جو اس کے معانی سمجھتے ہیں وہ اس آیت کو سن کر جھوم جاتے ہیں کہ بعض فرشتے ایسے ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش کو اٹھا کر اللہ تعالی کی پاکی اور تسبیح بیان کرتے ہیں ۔

مسلمانوں کے لئے دعا بھی کرتے ہیں

اورعرش کو اٹھانے والے فرشتے ساتھ میں مسلمانوں کے لئے دعاءِ مغفرت بھی کرتے ہیں، الحمد للہ کتنی خوبصورت بات ہے کہ ہمارے گناہوں کو معاف کروانے کے لئے تو ماشاءاللہ فرشتے بھی دعاءِ مغفرت کرتے ہیں کتنی عظیم الشان اور کتنی قابل قدر اور کیسی گراں قدر یہ امت ہے جس کے نبی پر اللہ تعالی لاکھوں درودوسلام نازل فرمائے آمین، پڑھو ایک مرتبہ درود شریف۔ **اللھم صل علی سیدنامحمد وعلی اٰل سیدنا ومولانا محمدوبارک وسلم**، تو فرمایا کہ ،، **وَیَستَغفِرُونَ لِلَّذِین اٰمنوا** ،، کہ بعض فرشتے وہ ہیں جوعرش کو تھامے ہوئے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور کونسے فرشتے دعا کرتے ہیں جو عرش کو تھامے ہوئے ہیں، اورعرش کو تھامنے کے ساتھ ساتھ دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں ان کی دعا کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔

آپ کو یاد ہوگا۔کل میں نے بتلایا تھا ملتزم کو پکڑ کر اگر کوئی انسان دعا کرتا ہے تو اسکی دعا کو اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں تو پھر اللہ کے عرش کو پکڑ کر دعا کرنے والوں کی دعا میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ بہر حال کچھ فرشتوں کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ اللہ کے عرش کو اٹھا رہے ہیں اور اللہ کے سامنے سجدہ بھی کرتے ہیں، طواف بھی کرتے ہیں، کچھ فرشتے وہ ہیں جو اللہ کے سامنے ہمیشہ سجدے میں پڑے رہتے ہیں، کچھ فرشتے وہ ہیں جو انسان کی حفاظت دائیں بائیں آگے اور پیچھے سے کرتے ہیں، اللہ تعالی نے انسان کی حفاظت کے لئے بھی فرشتوں کی ایک ٹیم مقرر کی ہے۔

فرشتے باری باری آتے ہیں

مجھے آج اسی موضوع پر گفتگو کرنا ہے جس موضوع کی آیت کو میں نے خطبہ کی آیت کریمہ کے ذیل میں پڑھا کہ **لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِن بَینِ یَدَیہِ وَمِن خَلفِہٖ یَحفَظُونَہٗ مِن اَمرِ اللّٰہ** ، اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو باری باری آتے جاتے رہتے ہیں ،اور اسکے بعد پھر دوسرے فرشتے آتے ہیں ، جیسے کہ میل اور فیکٹری میں کبھی نائٹ شپ ہوتی ہے، کبھی کسی کی (Da)شِپ ہوتی ہے چار سے لیکر چھ تک چھ سے لیکر بارہ تک ڈیوٹی ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے بھی انسان کی حفاظت اور اسکے اعمال کی حفاظت کے لئے فرشتوں کی ایک ٹیم مقرر فرمائی ہے۔ایک ٹیم فجر کی نماز میں آکر اپنا چارٹ سنبھالتی ہے، اور دوسری ٹیم عصر کی نماز میں آکر اپنا چارٹ سنبھالتی ہے حدیث پاک میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ،، **یَعرُجُ فِیکُم مَلآئِکَۃٌ بِاللَّیلِ وَمَلآئِکَۃٌ بِا لنَّھَارِ** ، **یَعرُجُ** کا معنی اوپر چڑھنا ہوتا ہے معراج کو بھی معراج اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ کے رسول ﷺ اوپر کی طرف تشریف لے گئے تھے اسی لئے بلندی کو بھی عروج کہتے ہیں لوگ اپنی عام فہم گفتگو میں کہتے ہیں کہ اسکا ٹھکانہ تو عروج پر ہے، بہر حال اسکے اندر بلندی کا معنی ہوتا ہے، تو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے رات کو اوپر جاتے ہیں اور کچھ فرشتے دن میں اوپر جاتے ہیں ،اور حدیث میں اسکی تفصیل یوں بھی آئی کہ فرشتوں کی ایک ٹیم آتی ہے، رات بھر جن فرشتوں نے انسان کی حفاظت کی ہے وہ

فرشتے اپنا چارٹ ان فجر میں آنے والے فرشتوں کے حوالہ کر کے پھر اللہ تعالی کے پاس جاتے ہیں تو فجر اور عصر کی نماز میں دونوں کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

فجر اور عصر افضل کیوں ہے؟

ان فرشتوں کی ملاقات اور اجتماع فجر اور عصر میں ہوتا ہے اوران دونوں نمازوں کی خاص طور پر فضیلت آئی ہے حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ،مَن صَلَّى البَردَينِ دَخَلَ الجَنَّةَ، کہ جس نے فجر اور عصر کو پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان نمازوں کی جو فضیلت آئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جہاں اس کی اور بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں وہیں ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے،اور اللہ تعالی کے دربار میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

جو روایت سنائی گئی کہ جس نے فجر اور عصر پڑھ لی وہ جنت میں چلا جائیگا ،اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری نمازیں مت پڑھو۔ بلکہ حضور ﷺ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس نے فجر اور عصر کو پڑھا بہت دور کی بات ہے کہ وہ دوسری نمازوں کو نہ پڑھتا ہو،اس لئے کہ یہ اوقات مصروفیت کے ہیں عصر میں بھی مارکیٹ فل ہوتا ہے اور فجر میں تو انسان اپنی ضروریات کی تکمیل سے ہی فارغ نہیں ہوتا ہے اس کو نیند کا تقاضہ ہے اور دیگر ضروریات ہیں اب جس نے ان دونوں مصروفیت کے اوقات والی نمازوں کو نہیں چھوڑا تو دوسری بغیر مصروفیت والی نمازوں کو وہ کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ،بَردَین، فجر اور عصر پڑھ لی وہ

جنت میں داخل ہو جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرلی وہ جنت میں ہوگا۔ لندن والو! رمضان کے مہینہ میں تو مسجد بڑی بھری نظر آتی ہے اور وہ بھی کام پر جانے کے لئے فجر میں اٹھ جاتے ہو، ورنہ تو دنیا بھر میں تمہارا ملک بدنام ہے کہ فجر کی نماز میں یہاں کی مسجدیں خالی ہوتی ہیں، یہ اوقات کام کرنے کے ہیں، کام کرنے کے لئے اور گھریلو معاملات کو سلجھانے کے لئے تو سردی اور گرمی (Winter, Summer) کچھ بھی مانع نہیں بنتے، اگر مانع بنتے ہیں تو صرف اللہ کے دین کے لئے مانع بنتے ہیں، ارے اللہ کے بندو، فجر کی نماز پڑھ کر سو جایا کرو تمہیں کون منع کرتا ہے، یاد رکھو! جس نے فجر کی نماز چھوڑ دی اس کا پوارا پوارا دن برباد ہو جائے گا اس کے چہرہ سے سکون کے آثار ختم ہو جائیں گے۔

رزق میں برکت نماز سے ہوگی

جو کوئی نماز کی پابندی نہیں کرتا ہے اس کے رزق میں برکت نہیں ہوتی ہے صاف بات ہے، برکت اسی کے رزق میں ہوگی جو نماز کی پابندی کرے، اور دیکھو ایک روایت سنادوں، حدیث پاک میں یہاں تک آتا ہے کہ جب بندہ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ سے فرشتے دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ اسکی روزی میں برکت دے، اب اس کے رزق میں برکت ہوگی، اس لئے کہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور اگر نماز نہ پڑھے تو دن بھر پیر مارتے رہو، دن بھر پٹرول جلاتے رہو، برکت فجر کی نماز کے بغیر نہیں ہوگی۔

برکت کا مطلب

اور برکت کسے کہتے ہیں؟ آج کی نشست میں پہلے تو اسکو سمجھا دوں برکت اسکو نہیں کہتے کہ پچاس ہزار پاؤنڈ جمع ہو جائیں ایک لاکھ پاؤنڈ جمع ہو جائیں برکت تعداد اور کونیٹٹی کو نہیں کہا جا تا ہے۔ برکت اسکو کہتے ہیں کہ تھوڑے پیسوں میں کام زیادہ نکل جائے اور اسکو اطمینان ہو جائے، اسکو برکت کہتے ہیں، مولویوں کی تنخواہوں میں آپ نے اسکا تجربہ کیا ہوگا، تنخواہ چار پانچ ہزار ہوتی ہے، مگر الحمدللہ کھانے پینے میں بھی اتنی ہی برکت ہوتی ہے اور بچوں میں بھی اتنی ہی برکت ہوتی ہے، مولوی اپنے گھر میں جتنی اچھی غذا کھاتا ہے۔ شاید آپ لوگ بھی اتنی اچھی غذا نہ کھاتے ہونگے، اور وہ صدقہ زکوۃ کا مال بھی نہیں ہوتا ہے۔

بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے برکت ہوتی ہے۔ اور مولوی کبھی مہینہ کی آخری تاریخوں میں آپ کو روتا ہوا نظر بھی نہیں آئیگا، جبکہ ٹیچر اور ملازم آپ کو آخری تاریخوں میں روتے ہوئے ہی نظر آئیں گے، مولوی الحمدللہ پہلے چاند میں بھی برابر ہوتا ہے اور آخری چاند میں بھی اس کا چاند برابر چمکتا ہی رہتا ہے، یہ برکت ہے، برکت اس کا نام ہے۔ حلال کمائی میں برکت ہوتی ہے برکت دھوکہ دے کر مال حاصل کرنے کا نام نہیں ہے اور یہ کہتے ہوئے تو افسوس بھی ہوتا ہے ہمارے کچھ بھائی اسکی دلیل بھی بیان کرتے ہیں جیسے یہ مفتی اعظم ہیں۔ دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ مفتی صاحب ہندوستان میں سے یہ انگریز لوگ بھی بہت چرا کر لائے ہیں لہذا ہم بھی ان کا مال چرائیں گے، میرے بھائیو یہ سوچ غلط ہے، چور نے آپ کے گھر میں آکر چوری کی، شریعت آپ کو اسکی اجازت نہیں دیتی کہ آپ بھی اسکے گھر میں جا کر چوری

کریں، وہ اگر ہیرا چرا کر لائے ہیں وہ اگر کوہ نور لائے ہیں تو اسکا جواب یہ نہیں ہے کہ آپ بھی اس کا پورا مال لوٹ لیں، نہیں، اور ہمارے کنگال کرنے سے تو کوئی کنگال نہیں ہوتا ہے۔

مسجد کے خالی ہونے کی علامت

بات بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ فجر کی نماز پڑھنے کے لئے جو بندہ اپنے گھر سے نکلتا ہے فرشتے اس کی روزی میں برکت کے لئے دعا کرتے ہیں ہم لوگوں کی تو کبھی فجر کی نماز ہوتی ہی نہیں، آج ہی دوپہر میں جب میں سنت پڑھنے کے لئے آیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد کی چٹائی میں اتنا زیادہ سجدہ کا اثر نہیں ہے جتنا کہ امام کے پیچھے تھوڑا تھوڑا نظر آتا ہے ایسا کیوں؟ پوری مسجد کی چٹائی پر اتنے آثار کیوں نہیں؟ تو چونکہ امام صاحب کے بالکل پیچھے کی جگہ ہمیشہ آباد رہتی ہے اس لئے وہاں نشان ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ کی جگہ کبھی خالی ہو جاتی ہے کبھی ادھر کی جگہ خالی ہو جاتی ہے، اور چونکہ رمضان کے علاوہ ہماری مسجد خالی ہی رہتی ہے اس لئے ادھر سجدوں کے نشانات ہی نہیں ہے اللہ کرے کہ میرا یہ خیال غلط ثابت ہو، انشاء اللہ کہو، وعدہ کرو کہ رمضان ہو یا غیر رمضان ہو، ہم فجر کی نماز کی پوری پابندی کریں گے، نیت تو کرو خدا تعالی ضرور مدد کریگا (انشاء اللہ تعالی)

فجر میں بیدار ہونے کی ترتیب

میرے بھائیو۔ ہمیں ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے اگر ہم نیت کر کے سوتے ہیں تو خدائے پاک کی قسم اللہ تعالی ضرور جگائیگا اور نیت کر کے سوتے ہیں تو خدائے پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسکو فجر کے وقت سونے میں مزہ بھی نہیں آئیگا

جب تک فجر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیگا اس کو سکون نہیں آئے گا لیکن جب تمہاری نیت ہی نہیں ہے تو پھر فجر میں بیدار ہونا ذرا مشکل ہو جائے گا بہت سی مرتبہ آدمی ایسا سوچتا ہے کہ یار دو بج رہے ہیں اب صبح کو کیسے اٹھوں گا سر کھجا رہے ہیں تو یہ نیت کی کمزوری ہے اللہ تعالی تو دیکھتا ہے میرا بندہ کتنا میری طرف کتنا چل کر آتا ہے تا کہ میں اسکی طرف دوڑ کر آؤں اور بندہ میں کوشش ہوتی ہے تبھی کوئی بھی کام انجام پاتا ہے آپ نیت کر کے سو جاؤ انشاء اللہ، اللہ تعالی ضرور آپ کی مدد فرمائیں گے۔

اللہ تعالی کا فرشتوں سے سوال

بہر حال فجر کی نماز میں فرشتے آتے ہیں اور رات والے فرشتوں کے پاس سے چارٹ لے لیتے ہیں، رات بھر جن فرشتوں نے انسان کی حفاظت کی ہے انسان کو ہر قسم کی بیماری سے ہر قسم کی مصیبت سے ہر قسم کے حادثہ سے محفوظ رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ لو بھائی تمہارا چارٹ، اب ہم اوپر جاتے ہیں جب یہ رات والے فرشتے اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ ، **كَيفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي ؟** اللہ پوچھتے ہیں کہ میرے بندوں کو تم کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ یہاں سے کوئی ہندوستان جائے اور یہاں اسکا کوئی بیٹا ہو تو اسکا باپ پوچھتا ہے کہ میرا بیٹا کیسا ہے اسکی طبیعت برابر ہے یا نہیں؟ اس کا ڈپارٹمینٹ برابر ہے یا نہیں؟ اور یہ پوچھنا محبت کی دلیل ہے پوچھتا کون ہے جس کو محبت ہوتی ہے تو جب یہ رات والے فرشتے وہاں جاتے ہیں تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔

فرشتوں کا جواب اور خدا تعالی کا اعلان

فرشتے کہتے ہیں کہ الہ العالمین ، جب عصر کی نماز کے وقت ہم اپنا چارٹ سنبھالنے گئے تھے تب وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور آج جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے ہیں تب وہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے ہم گئے تب بھی نماز میں تھے اور آئے تب بھی نماز میں تھے اللہ اتنا خوش ہوتا ہے اتنا خوش ہوتا ہے کہ فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میرے فرشتو !تم گواہ رہنا کہ میں نے ان کی پوری پوری مغفرت کردی۔

عصر والے فرشتوں سے سوال

یہی حال عصر کی نماز میں بھی ہوتا ہے، جو رات والے فرشتے تھے وہ تو چلے گئے، یہ دوبارہ عصر کی نماز میں آتے ہیں دن بھر جن فرشتوں نے حفاظت کی وہ فرشتے چارٹ ان کے حوالہ کر کے اوپر جاتے ہیں تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ **کَیفَ تَرَکتُم عِبَادِی** ؟ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، تو وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ ،**اَتَینَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّونَ وَتَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّونَ**،کہ اے اللہ فجر کی نماز میں جب ہم اپنا چارٹ سنبھالنے گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور ابھی عصر کے وقت ہم اپنا چارٹ دوسروں کے حوالہ کر کے آئے تو تب بھی تیرے بندے نماز ہی پڑھ رہے تھے اللہ فرماتے ہیں کہ اوہو، میرے بندے دن بھر نماز میں لگے رہتے ہیں میں تمہیں اور زیادہ گواہ بناتا ہوں کہ میرے ان بندوں کے لئے میں نے جنت کو واجب کردیا۔

فرشتے انسان کی حفاظت کرتے ہیں

میں تو صرف اتنا بتلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی کی طرف سے بھی انسان کی حفاظت کے لئے ایک اسٹاف مقرر کیا ہوا ہے یہ آیت کہتی ہے کہ **لَہ مُعَقِّبٰت**، کہ اللہ تعالی کے فرشتے ہیں جو باری باری آتے رہتے ہیں اور انسان کی حفاظت کرتے ہیں، **مِن بَینِ یَدَیہِ وَمِن خَلفِہ** ، ہر طرف سے انسان کی حفاظت کرتے ہیں، انسان پر کوئی مصیبت نہیں آنے دیتے ہیں، یہاں تک کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں آیا ہے کیسی زبردست حدیث ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرتا رہتا ہے تو اسوقت تک فرشتے اسکی اتنی حفاظت کرتے ہیں کہ اسکو ٹھوکر لگنے سے بھی بچاتے ہیں اس پر کسی کے حملہ کئے جانے سے اور حملہ کامیاب ہونے سے بھی بچاتے ہیں کسی نے اسکو زہر پلا دیا تو فرشتے اسکی حفاظت کرتے ہیں کہ زہر کو اس کے اندر اثر بھی نہیں کرنے دیتے ہیں کسی نے جادو کر دیا تو اس جادو کو اس پر اثر بھی نہیں کرنے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہم کو بھیجا ہے اسکی حفاظت کرنے والے تو ہم ہیں اسلئے کہ یہ خدا کا ہو گیا تو خدا اس کا ہو گیا، **مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہ** ، جو اللہ تعالی کا ہو جاتا ہے اللہ تعالی اسکے ہو جاتے ہیں۔

اٰیۃ الکرسی کی برکت

فرشتے انسان کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں، رات میں کوئی آدمی آیت الکرسی پڑھکر سنت طریقے کے مطابق سو جاتا ہے تو فرشتے اسکے چاروں طرف

پہرہ لگا دیتے ہیں اور فرمایا کہ موت کے سوا کسی دشمن کی ہمت نہیں ہوتی ہے کہ اس آدمی کے پاس پھڑکنے پائے ، شیطان تو بہت دور کی بات ہے، کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس انسان کے قریب آئے ، پوری رات اسکی حفاظت ہوتی ہے اور وہ صبح کو سلامتی کے ساتھ اٹھتا ہے۔ آیۃ الکرسی کی اسلام میں بہت بڑی فضیلت ہے ایک صحابی حضرت ابی ابن کعب سے اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ کونسی آیت قرآن پاک میں زیادہ فضیلت والی ہے انہوں نے کہا کہ **آیۃ الکرسی** ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ، **لِيَهْنِئكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا لْمُنْذِرِ** ، اے **ابو المنذر** تمہیں تمہارا علم مبارک ہو!

کان زیادہ اہم ہیں آنکھ کی بنسبت

میں نے گزشتہ ہفتہ کہا تھا کہ انسان کے بدن میں اگر مؤثر کوئی چیز ہے تو وہ اس کا کان ہے کہ انبیاء میں سے بعض انبیاء نابینا تو آئے ہیں لیکن کوئی بہرہ نہیں آیا ہے، اٹھتے وقت بھی پہلے آنکھ نہیں کھلتی ہے بلکہ پہلے کان کھلتا ہے بتاؤ الارم لگا کر کیوں سوتے ہیں؟ اور وہ الارم آنکھ دیکھتی ہے یا کان سنتا ہے؟ ہاسٹیل میں سپروائزر ہوتے ہیں وہ اٹھانے کے لئے لکڑی کھٹکھٹاتے ہیں لکڑی جب کھٹکھٹاتے ہیں تو پہلے کان سنتا ہے اور اٹھتا ہے۔ اسی لئے آج سورہ کہف میں ایک آیت پڑھی گئی مجھے یاد آرہا ہے کہ اللہ تعالی نے اصحاب کہف کو جب سلا دیا تو قرآن اس کو یوں تعبیر کرتا ہے کہ، **فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِم فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا** ، کہ ہم نے ان کے کانوں کو تھپتھپا دیا ہم نے انکے کان کے اوپر نیند مسلط کردی اور آنکھیں تو کبھی کھلتی بھی نہیں

ہیں لیکن کان فوراً بیدار ہو جاتے ہیں الارم بجا تو فوراً سن لیا لیکن آپ اس کو دبا دیتے ہو تو یہ بات الگ ہے۔

اور مدینہ منورہ میں الگ قسم کا الارم ہے میں جب مدینہ منورہ میں پڑھتا تھا تو میں نے دیکھا اور آپ حضرات نے بھی دیکھا ہو گا بلکہ شاید خرید کر بھی لائے ہونگے کہ الارم بجتا ہے اور آپ نے اس کو دبا دیا تب بھی وہ پانچ منٹ بعد اور بجے گا پھر آپ اسکو دباؤ پھر وہ بجے گا یہ تو انسانوں کی پروڈیکٹ مارکٹ میں آتی ہے، اس کے بنانے والے چاہے ہمارے دشمن ہیں لیکن محنت تو ہمارے لئے کرتے ہیں انھوں نے سوچا ہو گا کہ یہ لوگ اٹھتے نہیں ہیں ان کے لئے کچھ بنا دیتے ہیں ہماری نماز کے لئے تو دشمن بھی انتظام کرتا ہے، اللہ تعالی ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے آمین، اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے دشمنوں کے پاس سے بھی اپنے بندوں کی ہدایت کا کام لیتا ہے اللہ تعالی کسی سے بھی کام لے سکتا ہے۔

سونے والے کی گدی پر شیطان کی گرہ

ایک روایت میں آیا کہ شیطان سونے والے کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے تین گانٹھ لگاتا ہے اور گانٹھ لگنے کی وجہ سے وہ فٹ ہو جاتی ہے جس سے آدمی کو سونے میں خوب مزا آتا ہے جس وقت فجر کی نماز کا وقت آتا ہے اس وقت اگر انسان کھڑا ہوتا ہے اور دعا پڑھتا ہے تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے۔ اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گانٹھ کھل جاتی ہے اور جب تہجد کی نماز پڑھتا ہے یا فجر کی نماز پڑھتا ہے تو تیسری گانٹھ بھی کھل جاتی ہے اور انسان بالکل فارغ البال اور خوشحال ہو جاتا ہے اور فجر کی نماز پڑھ

کر ایک دم فریش ہو جا تا ہے۔

میں اس ملک میں ساتویں مرتبہ آیا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ انگریز اس ملک میں جتنا چہل پہل کے ساتھ فجر میں دوڑتے ہیں اتنا مسلمان دوڑتا ہوا نظر نہیں آتا ہے یہ مکاری ہے بہت بڑا مکرو فریب ہے کہ دشمنوں نے ہم کو تو فجر کے وقت سلا دیا اور خود اٹھ جاتے ہیں جاگ جاتے ہیں محنت کرتے ہیں صرف یہیں نہیں بمبئی میں بھی آپ دیکھو فجر کے بعد سونے کا معمول چلتا ہے فجر پڑھی نہیں پڑھی، اسکی کوئی فکر نہیں، پھر گیارہ بجے ناشتہ ہوتا ہے دوکان گئے نہیں گئے، ادھر ادھر گھومنے پھرنے میں رات ہوگئی، پھر صبح ہوگئی ایسا ہے تو میرے بھائیو پھر روزی میں برکت کہاں سے آئیگی اللہ تعالی کی مدد اسلام کے علاوہ اور کون سے راستہ سے تلاش کرو گے؟

اللہ کی فرمانبرداری میں کھلی مدد ہے

اللہ تعالی نے جو نظام بنایا ہے اس نظام کے مطابق عمل ہو تو اللہ تعالی کی مدد بھی شامل حال رہتی ہے اس کے ساتھ کھلی مدد رہتی ہے فرشتے انسان کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں اور میں نے بتلایا کہ دیوار کے گرنے سے بھی اس کو بچا لیتے ہیں حدیثوں میں یہاں تک کے بھی الفاظ آئے ہیں کہ وہ بندہ اللہ تعالی کا فرمانبردار ہے اور وہ بیٹھا ہے، کوئی دیوار اسکے اوپر گرنا چاہتی ہے فرشتے اس کو بھی روک لیتے ہیں کہ نہیں نہیں یہ تو میرے اللہ کا خاص بندہ ہے اس کو میں کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہونے دوں گا میں کسی وباء میں اس کو مبتلاء نہیں ہونے دوں گا۔

آپ ﷺ کا چوکیداری سے منع فرمانا

اسی لئے دیکھئے۔قرآن مجید کی ایک آیت پر آپ غور کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کی کیسی مدد فرماتے ہیں جناب نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں بھی یہود بستے تھے ،اور یہود مسلمانوں کے پکے دشمن تھے، ایک دم پکے دشمن، ایسے پکے کہ ہاتھ لگاؤ تو اندر سے گودا نکلے ،اندر سے رس نکلے، اللہ تعالی ان کو بھی ہدایت دے ،اور اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھے (آمین) تو یہود کی طرف سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا اور یہود اور مشرکین آپس میں ملے جلے رہتے تھے۔کیسے کوئی حرکت کی جائے یا کیسے کوئی اسکیم بنائی جائے اسی پلاننگ میں وہ لوگ رہتے تھے۔اس لئے کچھ صحابہ کرامؓ ایسے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل اللہ کے رسول ﷺ کے گھر کے سامنے محافظ بنا کر رکھدیا تھا کہ جب تک حضور ﷺ سوئے رہیں گے تب تک ہم آپ کی حفاظت کریں گے تا کہ کوئی دشمن آکر آپ ﷺ پر حملہ نہ کرے۔ جو لوگ مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کر کے آئے ہیں انہوں نے دیکھا ہوگا کہ وہاں ریاض الجنۃ کے اندر ایک ستون ہے، جس کا نام ہے استوانہ حرس، حرس کا معنی ہی ہوتا ہے حفاظت کرنا، چوکیدار جو گیٹ کیپر ہوتا ہے اسکو عربی میں حارس کہتے ہیں، اگر یہ حرث کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کھیتی کرنا کاشتکاری کرنا، آپ مدینہ منورہ جاؤ تو دیکھنا اور دیکھو تو ذرا مجھے دعا میں یاد کر لینا تو وہاں استوانہ حرس لکھا ہوا ہے، اسکا مطلب اور اسکی تاریخ یہ ہے کہ اس ستون کے پاس صحابہ کرام حضور ﷺ کے آرام کے وقت باڈی گارڈ بن

کر کھڑے رہتے تھے تا کہ کوئی حملہ نہ کرنے پائے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے آیت کریمہ نازل فرمائی، یَآاَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔

اے رسول ﷺ آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، آپ کی طرف ہم نے جو بھی وحی نازل فرمائی ہے جو بھی تعلیم نازل فرمائی ہے آپ اس کو بلا کسی خوف وخطر عالم انسانیت تک پہنچا دیجئے ۔ اگر تم نے ہمارے پیغام کو نہیں پہنچایا تو تم نے اپنے رسول ہونے کا حق ادا نہیں کیا، اور اے رسول ﷺ تم اس دنیا میں ہمارے پیغام کو پہنچاتے وقت خطرہ محسوس کروگے کہ دشمن تم پر حملہ کرنے کی الگ الگ اسکیمیں بناتے ہیں ۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ کبھی دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے دعوت کے نام سے تم کو اپنے گھر بلاتا ہے، اور کبھی دشمن اپنے خاندان میں صلح کروانے کے لئے اور اس طرح کے پیارے پیارے نام سے بلاتے ہیں، اور آپ اس عظیم مقصد کے لئے وہاں تشریف لے جاتے ہیں حالانکہ ان کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جب آپ وہاں صلح کروانے کے لئے بیٹھیں تو آپ پر دیوار گرادیں، اے لاڈلے! آپ کو ختم کرنے کی اس قسم کی مختلف کوششیں ہورہی ہیں اور ہوتی رہیں گی لیکن ببانگ دہل آپ کو یہ دین عام کرنا ہے آپ گھبرائیے نہیں ہم آپ سے وعدہ کردیتے ہیں کہ، وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس ، اللہ تعالی آپ کی حفاظت کریگا اللہ تعالی آپ کو دشمن سے بچائیگا، اللہ تعالی آپ پر کسی بھی قسم کا حملہ کارگر نہیں ہونے دیگا، اس آیت کا اترنا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ دروازے سے باہر تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ آئندہ کل سے کوئی بھی بوڈی گارڈ میرے دروازے پر نہیں کھڑا رہنا چاہئیے اس لئے کہ میرے اللہ نے مجھ سے وعدہ

کرلیا ہے یہ سب کیا ہے یقین کی مایا ہے وہ یقین بنا ہوا تھا یقین کو بنانے کے لئے ہی تو حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے دنیا میں یہ دعوت وتبلیغ کی چلت پھرت کو عام کیا جب حضور ﷺ کی اللہ تعالی حفاظت کرنے والے ہیں تو ہم بھی انہیں کے امتی ہیں اللہ ہماری بھی حفاظت فرمائے گا۔

داعی کی حفاظت اللہ تعالی کے ذمہ ہے

اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو بھی آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے مشن کو آپ ﷺ کے پیغام کو آپ ﷺ کی تعلیمات کو دنیا میں عام کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالی کی مدد اور حفاظت اسکے ساتھ شامل حال رہتی ہے اسلئے کہ کہا گیا، **بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِکَ فَاِن لَّم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَه وَاللّٰهُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ**، لہذا یہ امت اگر یہ تہیہ اور نیت کرلے کہ ہم اسلام کو اپنے اخلاق کے ذریعہ، اپنی تعلیمات کے ذریعہ، اپنے کردار کے ذریعہ، اپنے معاملات کے ذریعہ، اپنے سلوک کے ذریعہ، لوگوں کے درمیان ظاہر کریں گے اور بتلائیں گے تو خدائے پاک کی قسم کسی کی ہمت نہیں ہوسکتی ہے کہ وہ آپ کے اوپر حملہ کرے۔

چھوٹی بات میں بڑا اشارہ

میں ایک بہت بڑی بات اشاروں میں کہہ کر نکل جاتا ہوں کہ جب کوئی انسان خدائی مشن کو اپنا پیغام بنالیتا ہے جب کوئی انسان رسول ﷺ کی دعوت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے، دنیا کتنا ہی اس پر بمباری کرتی رہے پوری دنیا اسکے

خلاف کیمرے چلاتی رہے، انٹرنیٹ کی موجوں کو عام کرتی رہے، لیکن کوئی اس کا بال بانکا بھی نہیں کرسکتا ہے، تقریبا ڈیڑھ سال سے آپ اس کا مشاہدہ کررہے ہیں قرآن پاک کی آیت یہ تصویر دکھارہی ہے، یہ آیت ۱۴۲۳ھ سال پہلے نازل ہوئی تھی، لیکن اسکی زندہ تفسیر دیکھنا ہے تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں وہ کچھ نہیں کرسکے، مال برباد ہوا تمہارا ہوا، کوششیں برباد ہوئیں تمہاری ہوئیں، فوجیں برباد ہوئیں تمہاری ہوئیں۔

ایک آدمی ہمارے پیغام کولیکر اٹھتا ہے ہمارے دین کی خاطر اٹھتا ہے، اور ہمارے دین کو سربلند کرنے کی خاطر وہ اپنی زندگی لگادیتا ہے، ہم اس کا بال بھی بانکا نہیں کرنے دیتے ہیں، وہ تو قدرت کی موت آئیگی جب آئیگی ابھی تو زندہ ہے، بالکل لیٹسٹ بات ہے، اللہ تعالی جب کسی کی حفاظت کرنے پر آتا ہے تو کیسی حفاظت کرتا ہے، پوری دنیا کے سائنس دانوں کے تجربات بھی ناقص رہ جاتے ہیں۔ اور جب خداتعالی کی حفاظت شامل حال نہیں رہتی ہے تو پھر چاہے لاکھوں کروڑوں روپئے صرف کرکے کیمرے لگادیئے گئے ہوں (یہ دوسرا اشارہ کررہا ہوں) تب بھی سب ختم ہوجاتے ہیں اور بڑی بڑی عمارتیں نیست ونابود ہوجاتی ہیں خداتعالی نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور جب خداتعالی نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو اب ہے کسی کی مجال یا کسی کی ہمت کہ اسکو کچھ نفع پہونچا سکے؟

حادثات زمانہ مومن کے ایمان کو بڑھاتے ہیں

میرے بھائیو۔ دنیا میں اس قسم کے حادثات مومن کے ایمان کو بڑھاتے

ہیں یہ بات پرانی ہوگئی ہے اور اسکے اوپر کئی دن گزر گئے ہیں لیکن میں آپ کے ایمان اور یقین کو تازہ کرنا چاہتا ہوں کہ حادثات کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھیں اور سوچیں کہ اوہو، یہ سب کیا ہو رہا ہے پوری دنیا جس کے لئے لگی ہوئی ہے اسکا تو سب برباد ہو گیا اور پوری دنیا جس کے خلاف ہے اس کا تو کوئی بال بھی بانکا نہیں کر سکا تو مسلمان کے دل سے اندر سے آواز آتی ہے ،اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِینَ اتَّقَوا وَالَّذِینَ ھُم مُحسِنُونَ ، کہ اللہ تعالی کی مدد متقیوں کے ساتھ رہتی ہے اور اللہ تعالی کی مدد نیکوں کاروں کے ساتھ رہتی ہے اور قرآن مجید نے تسلی دی ہے کہ وَاصبِرُ وَمَا صَبرُکَ اِلَّا بِا للّٰہِ وَلَا تَحزَنُ عَلَیھِمُ وَلَا تَکُ فِی ضَیقٍ مِمَّا یَمکُرُونَ ۔

ہماری حفاظت آسمان سے طے ہے

مذکورہ آیت کا صاف ترجمہ اور مطلب یہی ہوگا کہ وہ لوگ چاہے لاکھوں کوششیں کرتے رہیں کتنی ہی اسکیمیں بناتے رہیں لیکن تمہیں ذرہ برابر دم گھٹنے کی ضرورت نہیں ہے ذرہ برابر غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری حفاظت کرنے والے تو ہم ہیں، ہماری حفاظت تو آسمان پر بیٹھے بیٹھے ہو رہی ہے، ہماری حفاظت کے لئے تو آسمان کا مالک اور آسمان کا خالق اور رب ذو الجلال رب ذو العرش المتین اوپر سے اپنے خصوصی اسٹاف کو بھیجتا ہے لیکن ہم اتنے بگڑ گئے ہیں اتنے بگڑ گئے ہیں کہ ہم نے فرشتوں تک کو ناراض کر دیا۔

جب تک بندگی تب تک ہی حفاظت

اور ذرا آگے بڑھئے گا۔فرشتے اسی وقت تک ہماری حفاظت کرتے ہیں جب تک کہ اللہ تبارک وتعالی کا حکم شامل حال رہتا ہے اسی لئے تو فرمایا کہ ،یَحفَظُونَہ مِن اَمرِ اللّٰہ، جب اللہ تعالی کا حکم اور آڈر رہتا ہے تب تک ہی اسکی حفاظت ہوتی ہے جہاں خدا اپنے آڈر کی رسی کھینچ لیتا ہے تو فرشتے بھی ہٹ جاتے ہیں کہ اب تو جانے تیرا کام جانے ،اب مر،سڑ، تیرا جو بھی ہوتا ہے ہو جائے ،ہمیں کچھ لینا دینا نہیں، اللہ تعالی جب اپنا آڈر کھینچ لیتے ہیں تو فرشتوں کو بھی کوئی آتھرٹی نہیں ہے کہ وہ انسان کی حفاظت کرے۔فرشتے پاکیزہ مخلوق ہیں فرشتے نیک اعمال کرنے والی مخلوق ہیں جو جیسے ماحول میں رہ کر آیا ہو اسکو ویسے ہی ماحول میں مزا آتا ہے ایک آدمی نماز والے ماحول میں رہ کر آیا ہو، ایک آدمی اگر قرآن پاک کے ماحول میں رہ کر آیا ہو، ایک آدمی اگر دینداروں کے ماحول میں رہ کر آیا ہو، تو کیا اسکو دنیا کے ماحول میں اچھا لگے گا؟ نہیں لگے گا، اور ایک آدمی نے گیارہ مہینہ دنیا کے ماحول ہی میں لگایا ہو، جس نے پورا سال دنیا کی محبت میں لگایا ہو تو رمضان میں بھی اسکی طبیعت مسجد میں نہیں لگتی ،سلام پھرا نہیں کہ ہر ہر کر کے باہر چلے جاتے ہیں اور باہر جا کر دو، دو گھنٹے برباد کریں گے باہر جا کر تبصرے کرنے میں رات رات بھر نکالیں گے لیکن مسجد والے ماحول میں اس کو مزا نہیں آتا ہے اس لئے کہ مسجد والا ماحول اس کو نہیں ملا ہے، اور یہ تو اچھا ہے کہ رمضان میں شیطان کو قید کر لیا جاتا ہے۔

جس کی برکت سے ہم تھوڑے بہت مسجد میں آجاتے ہیں۔ اگر شیطان کو رمضان کے مہینہ میں چھوڑ کر رکھا جائے تو شاید اتنے لوگ بھی مسجد میں نہ آتے، اللہ کرے کہ ہمارا شیطان سال بھر کے لئے قید ہو جائے، اللہ تعالی اسکو ایسا قید کرے ایسا قید کرے کہ اسکے لئے پھانسی کا ہی حکم ہو جائے، اور اس کو ختم ہی کر دیا جائے، تا کہ ہم اللہ والے بن جائیں، تو میں کیا عرض کر رہا ہوں کہ فرشتوں کو ہمارے ساتھ رہنے میں کب تک مزا آتا ہے جب تک کہ ہم نیک اعمال کرتے ہیں، فرشتوں کو خوش کرنے والے اعمال کرتے ہیں، فرشتوں کو جس سے سکون ملتا ہو، ہم ایسے اعمال کریں، دعائیں کریں نمازیں پڑھیں، اور خوشبو والے ماحول میں رہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہاں یہ ہے کوئی بندہ جس کے ساتھ ہمیں رہنا چاہیئے اسکی حفاظت کرنی چاہیئے۔

نافرمانوں کا دوست شیطان!

لیکن اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالی کے احکامات کو توڑتا ہے تو ایک طرف تو یہ آیت جو میں نے پڑھی، اب میں دوسری آیت سناتا ہوں، اسی مضمون سے لگی ہوئی اور ملی جلی، اللہ تعالی دوسری آیت میں بیان فرماتے ہیں، **وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ**، کہ جو خدا تعالی کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اللہ تعالی کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہے خدا تعالی کے دین پر نہیں چلتا ہے اللہ تعالی اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں ایک طرف تو کہا گیا تھا کہ ہم اسکے ساتھ فرشتوں کو لگا دیتے ہیں جب کہ وہ نیک ہو لیکن اس آیت میں یہ کہا جارہا ہے کہ جو ہمارے احکامات پر عمل نہیں کرتا جو ہماری یاد سے غافل ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔

اور شیطان خالی مسلط ہی نہیں ہوتا، **فَهُوَ لَه قَرِين**، بلکہ شیطان اسکے ساتھ ہمیشہ لگا رہتا ہے اور ایک جگہ بیان فرمایا کہ ،**وَمَن يَكُنِ الشَّيطٰنُ لَه قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا**، کہ شیطان جس کا دوست بن گیا اس سے برا اور اس سے خطرناک اور اس سے خراب دوست کسی کا نہیں ہوتا ہے، اور جب شیطان کسی کا دوست بن جاتا ہے تو پھر اسکو مسجد کی طرف نہیں لاتا ہے، اسکو کلب میں لے جاتا ہے، اسکو بار میں لے جاتا ہے، اسکو نگاہیں غلط استعمال کرنے کے لئے لے جاتا ہے اسکو بستر پر سلا دیتا ہے اسکو ٹیلی ویزن پر چپکا دیتا ہے اسکو غلط سوچنے میں لگا دیتا ہے۔

شیطان کا اعمال کو مزین کرنا

اور اتنا ہی نہیں میرے بھائیو! اب میں ایک خاص بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب شیطان کسی کا دوست بن جاتا ہے جب شیطان کسی کا فرینڈ بن جاتا ہے تو صرف اسکو برے اعمال میں لگا دیتا ہو اور بس، نہیں اسی پر بس نہیں ہے بلکہ برے اعمال اسکی نظر میں اچھے بنا کر پیش کرتا ہے اور وہ آدمی ایسا سمجھتا ہے کہ میں تو اچھا کام کر رہا ہوں یہ اس کا سب سے مہلک ہتھیار ہے اس کی بہت سی خرابیاں ہیں۔

عدمِ احساس ہلاکت ہے

میرے ایک استاذ تھے حضرت مولانا قاری انیس صاحبؒ جنھوں نے صوبہ گجرات کے اندر تجوید کو نشأۃ ثانیہ کی حیثیت سے جنم دیا، اللہ تبارک وتعالی اس مرد مجاہد کی قبر کو نور سے منور فرمائے آمین۔ ہم نے برابر دیکھا ہے کہ ایک دن میں دس ہزار سے زائد مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، براہ راست ہمارے استاذ تھے، اور

آپ نے قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کو دیکھا ہے جو ہر سال یہاں تشریف لاتے ہیں یہ ہندوستان کا نمبرون قاری ہے گجرات والوں کے لئے تو بہت فخر اور ناک کی چیز ہے۔ اور اللہ تعالی نے کیسے گاؤں میں انکو جنم دیا کہ پورا گاؤں بدعتی ہے جس کے پاس لوگ تجوید کو سیکھنے کے لئے دور دور سے آتے ہیں اللہ تعالی جب نکالتا ہے تو کیچڑ میں سے کنول کے پھول کو نکالتا ہے اور اللہ تعالی کبھی چاہتا ہے تو ولی کے پیٹ میں سے شیطان کو بھی نکالتا ہے تو قاری انیس صاحبؒ کو لکھنو سے لایا گیا تھا۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب کاپودروی (دامت برکاتہم) لکھنؤ کی ٹھنڈی کو برداشت کر کے چار چار پانچ پانچ دن مسجد کی سیڑھی پر سو سو کر اس مرد مجاہد کو لے آئے تھے جو فن والا آدمی ہوتا ہے اس کو لانا بھی کوئی آسان نہیں ہوتا ہے بڑی ہی مصیبت کے بعد لائے گئے تھے اور انھوں نے بہت کام کیا، مجھے اصل میں یہ بات نقل کرنی ہے کہ وہ ہمیشہ سبق میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو گناہ تو ہو جایا کرتے ہیں غلطی تو ہو جاتی ہے انسان ہے، آدم کی اولاد ہے، یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

اگر انسان سے غلطی نہ ہو تو ہمارے اور فرشتوں میں کیا فرق رہے گا؟ پھر تو ہم فرشتے بن جائیں گے، کھانے پینے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی، اور کچھ بھی چکر نہیں چلے گا، نہ دیگ پکانے کی ضروت پڑیگی، نہ لوگوں کو بلانے کی ضرورت پڑیگی، نہ انتظار کی ضرورت پڑیگی، تب تو ہم فرشتے ہو جائیں گے، لیکن فرماتے تھے حضرت قاری صاحبؒ کہ گناہ ہو جانے کے بعد اس کا افسوس بھی نہ ہو یہ بہت خطرناک بات ہے، گناہ تو کیا لیکن سمجھتا ہے کہ میں نے تو صحیح کام کیا ہے، میں نے تو کوئی غلط کام کیا ہی نہیں ہے۔ اسکو لگتا ہی نہیں کہ میں نے نماز چھوڑی، اسکو لگتا ہی نہیں کہ میں

نے زکوۃ ادانہیں کی، اسکولگتا ہی نہیں ہے کہ میں نے غلط کام کیا ہے، اسکولگتا ہی نہیں ہے کہ میں نے ننگی ننگی تصویریں دیکھی ہیں، اسکوایسا لگتا ہی نہیں ہے کہ میں نے اللہ تعالی کی نا فرمانی کی ہے فرمایا کہ یہ سب سے مہلک ہتھیار ہے، یہ سب سے زیادہ شیطان کا خطرناک ہتھیار ہے۔

عدم احساس مہلک کیوں ہے؟

اور احساس کا نہ ہونا شیطان کا مہلک ہتھیار کیوں ہے؟ اس کو میں سمجھا تا ہوں کہ اگر گناہ ہوجانے کے بعد اس کو یہ احساس ہوجائے کہ میں نے اس ذات کی نافرمانی کی ہے جو میرا خالق ہے مالک ہے میں نے اس کی نافرمانی کی جس نے مجھے تمام تر نعمتوں سے نوازا ہے، تو وہ توبہ کرتا ہے اور خدا تعالی کو توبہ کرنے والا بندہ بہت ہی پسند ہے۔ حضور ﷺ کی زبانی یہ اعلان کروادیا گیا کہ ،اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَن لَّاذَنبَ لَه ،اور اللہ تعالی اپنے رسول کی زبانی کہلواتا ہے کہ ،خَيرُ الخَطَّائِينَ التَّوَّابُون ،، کہ سب سے اچھے گناہ کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں توبہ کی توفیق آدمی کو اسی وقت ہوگی جبکہ آدمی کو اپنی غلطی غلطی نظر آئے، آدمی جب اپنی بھول کو بھول سمجھتا ہے تو پھر اسکو معافی مانگنے کی توفیق ہوتی ہے، لیکن آدمی بھول کرے اور اسکو بھول نہ سمجھے اور بھول کو بھول جائے اسکو اپنی بھول نظر نہ آئے وہ سمجھتا ہے کہ میں نے جو کیا وہ صحیح ہے ہمارے استاذ فرماتے تھے کہ گناہ کرنے کے بعد احساس بھی نہ ہو، شرمندگی بھی نہ ہو تو ایسا آدمی آہستہ آہستہ اور گناہوں کے سمندر میں ڈوبتا جاتا ہے، اور اتنا ڈوب جاتا ہے اتنا ڈوب جاتا ہے کہ پھر اسکو گناہوں میں سے نکلنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

بے چینی کا سبب

جب آدمی خدا تعالی کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے، تو پھر خدا کی یاد سے غفلت برتنے کے نتیجے میں یہ دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے دنیا کے جینے میں مزا نہیں آتا ہے آج ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ سے پوچھ لے کہ آج ہمارے پاس پیسہ خوب ہے، مکانات ہیں، گاڑیاں بھی ہیں، لیکن ہماری زندگی میں (Peaceful) نہیں ہے خوشحالی نہیں ہے۔

اور اسکی وجہ بتلاؤں! قرآن پاک کی زبانی اللہ تعالی سورہ طٰــہ میں ارشاد فرماتے ہیں ،وَمَن اَعرَضَ عَن ذِکرِی فَاِنَّ لَهٗ مَعِیشَةً ضَنکًا ،جو ہماری یاد سے غافل ہوتا ہے ہم اسکی زندگی کو دوبھر بنا دیتے ہیں اسکو جینے میں مزا ہی نہیں آتا ہے ساری چیزیں موجود ہیں لیکن اسکو زندگی گزارنے میں مزا نہیں آتا ہے، اور دنیا میں تو یہ حال ہے آخرت میں بھی اس کو سزا ہوگی اللہ تعالی نے فرمایا کہ ،وَنحشُرُهٗ یَوْمَ القِیٰمَةِ اَعمٰی، ہم اسکو قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھائیں گے اور بندہ اپنے اللہ سے کہے گا کہ ،لِمَ حَشَرتَنِی اَعمٰی وَقَد کُنتُ بَصِیرًا۔ اے اللہ میں تو اچھا بھلا دیکھنے والا تھا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ اللہ تعالی جواباً فرمائیں گے کہ تو دنیا میں دیکھنے والا نہیں تھا بلکہ اندھا ہی تھا اللہ تعالی فرمائیں گے کہ، کَذَالِکَ اَتَتکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیتَهَا وَکَذَالِکَ الیَوْمَ تُنسٰی ،تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تیرے پاس ہماری طرف بلانے والے آئے تھے تیرے سامنے رسول ﷺ کی تعلیمات تھیں، تو نے ان کو ان سنی کردیا تو آج ہم نے بھی تجھے ان سنی کردیا۔

فرشتے ہمارے محافظ کیسے ہونگے؟

اوران لوگوں کی طرح ہونے سے قرآن پاک نے منع بھی فرمایا ہے کہ جو کہ اللہ تعالی کے نافرمان ہیں ارشاد ہے، وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسٰهُم ،تو میرے بھائیو۔اللہ تعالی کوراضی کرنے والے اعمال اگر ہم ہمیشہ کرتے ہیں شیطان کوناراض کرنے والے اعمال کرتے ہیں تو پھر فرشتے انشاءاللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے باڈی گارڈ بن کر تیار رہیں گے ورنہ کہیں گناہ کرتے کرتے ہمارا حال بھی ایسا نہ ہو کہ شیطان ہمیں بھی پھسلاتا رہے ہماری آنکھ ہی نہ کھلے اور بغیر توبہ کے ہماری موت آجائے اگر بغیر توبہ کے موت آجاتی ہے تو اس سے بڑھ کر ضلالت اور گمراہی اور اس سے بڑھ کر نقصان کی کوئی چیز نہیں اللہ کرے کہ ان چیزوں کو سمجھنے کی ہم سب لوگوں کو توفیق میسر ہو، آمین فرشتوں کو تسکین ہو فرشتوں کو خوشی ملے، ایسے اعمال ہوں، انشاءاللہ یہ فرشتے ہمارے محافظ بن جائیں گے ہمارا تو کام ہی ہوجائیگا۔

مسجد سب سے بہتر جگہ ہے

جیسے میں نے کہا کہ فرشتوں کو مسجد والے ماحول میں مزا آتا ہے اگر ہم اپنا وقت مسجد میں اور اللہ کے ذکر واذکار میں گزارنے کی پوری پوری کوشش کریں گے تو یہ فرشتے ہم سے خوش ہونگے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہمارے گواہ بنیں گے مسجدیں اللہ تعالی کے پاکیزہ گھر ہیں، وہاں فرشتے جمع رہتے ہیں، حدیث پاک

میں آیا کہ ساری دنیا میں سب سے بہترین اگر کوئی جگہ ہوسکتی ہے تو وہ اللہ تعالی کا گھر یعنی مسجد ہے، اورسب سے بدترین جگہ مارکٹ اور بازاراور دوکانیں ہیں، وہاں شیطان ہی شیطان ہیں، بازار وغیرہ میں آدمی ضرورت کی بقدر جائے اوراپنی ضرورت پوری کرکے آجائے ،یہ وقت وہاں گزارنے کی ضرورت نہیں یہ مساجد پاکیزہ گھر ہیں اللہ تعالی ان مساجد کے آباد کرنے والوں کوخوب سے خوب جزائے خیر دے اٰمین :۔

میرے بھائیو۔اسی لئے امت کے کچھ افراد ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مسجد ہمیشہ آباد رہے ایک تو مسجد کو آباد کیا جاتا ہے اسکی بلڈنگ بنا کر،اور دوسرا اس کو آباد کیا جاتا ہے اس میں اللہ کے رسول ﷺ والے اعمال کرکے،لیکن ان اعمال کوکرنے کے لئے ایک مکان کا ہونا تو ضروری ہے اس لئے مسجد کی ضروریات کو پورا کرنے کی فکریں ہوتی رہتی ہیں آپ کے سامنے بھی ممکن ہے کوئی تقاضا آئے اس پر لبیک کہیئے ۔اللہ تعالی ہمارے ان نیک ارادوں کوقبول فرمائے ،اللہ تعالی اپنی مرضی والے اعمال ہم سب کوکرنے کی توفیق نصیب فرمائے ،اللہ تعالی اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت فرمائے ،اللہ سب بیماروں کوشفاء کاملہ عاجلہ دائمہ نصیب فرمائے ۔آمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

یہاں میں آپ حضرات کو ایک فرق بتلانا چاہتا ہوں کہ مصیبت کے بعد آدمی کو صبر کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، ایک اسٹیپ پر پہنچ کر آدمی کو صبر کرنا بہت ضروری ہو جاتا ہے لیکن اس صبر پر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی ثواب کا وعدہ نہیں اس صبر پر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی جنت کا وعدہ نہیں اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے جناب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **اِنَّمَا الصَّبرُ عِندَ الصَّدَمَةِ الُاولٰی** ، کہ جب مصیبت کا کوئی وار پڑتا ہے اور آپ اول وحلہ ہی میں یہ کہیں کہ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ** آپ اول وحلہ میں ہی کہیں کہ **اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ لِاَجَلٍ مُسَمًّی** ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مصیبت کی خبر سنتے ہی اگر آپ کے دل کی حالت رضا بالقضا والی ہوگئی تو اللہ تعالی ایسے لوگوں کے لئے جنت کا وعدہ فرماتے ہیں اور اسی کا نام صبر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبر اور دیگر نیکیوں کی فضیلت

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیئاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وعلی اٰلہ اصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ واھل طاعتہ اجمعین، اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ، وَالَّذِینَ صَبَرُوا ابتِغَآءَ وَجهِ رَبِّھِم وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنفَقُوا مِمَّا رَزَقنٰھُم سِرًّا وَعَلانِیَۃً اُولٓئِکَ لَھُم عُقبَی الدَّار، صدق اللہ مولنا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین ۔

محترم بھائیو! بزرگو! دوستو! پرسوں ایک رکوع آپ حضرات کے سامنے تلاوت کیا گیا تھا جس میں یہ بتلایا جارہا تھا کہ اللہ تعالی کن لوگوں کو عقلمند لوگ

ایمان والے اور تقوی والے لوگ فرماتے ہیں؟ جس کے ذیل میں آپ حضرات نے یہ سن لیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالی سے کیا ہوا وعدہ (Promise) پورا کرتے ہیں رشتہ داروں کے حق ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالی کے سامنے حساب اور کتاب دینا ہے اس کا تصور کرکے ہمیشہ لرزاں اور ترساں رہتے ہیں اور مزید قرآن پاک بیان کرتا ہے کہ عقلمند ایمان والے، اور تقوی والے لوگ وہ ہیں کہ جو زندگی میں آنے والی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور صبر بھی کسی مجبوری کی بنا پر نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالی کی رضامندی کی خاطر صبر کرتے ہیں، صَبَرُوا ابتِغآءَ وَجهِ رَبِّهِم ۔

صبر پہلے مرحلہ ہی میں ہوتا ہے

یہاں میں آپ حضرات کو ایک فرق بتلانا چاہتا ہوں کہ مصیبت کے بعد آدمی کو صبر کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، ایک اسٹیپ پر پہنچ کر آدمی کو صبر کرنا بہت ضروری ہو جاتا ہے لیکن اس صبر پر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی ثواب کا وعدہ نہیں اس صبر پر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی جنت کا وعدہ نہیں، اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے جناب نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ،،اِنَّمَا الصَّبرُ عِندَ الصَّدمَةِ الاُولٰی ، کہ جب مصیبت کا کوئی وار پڑتا ہے اور آپ اول وحلہ (First Step) ہی میں یہ کہیں کہ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُون ، آپ اول وحلہ میں ہی کہیں کہ ،،اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہ مَا اَعطٰی وَکُلُ شَیء عِندَہ لِاَجَل مُسَمًّی ، اے اللہ میرے مال پر جو مصیبت آئی، اے اللہ میری جان پر جو

مصیبت آ گئی ،اے اللہ میری دوکان نے اس مہینہ مکمل نفع نہیں دیا میرے گھر میں کوئی بیمار ہو گیا، مجھے اس بات پر کوئی گلہ شکوہ نہیں یہ سب کہ سب آپ ہی کا ہے، ہمارا اس میں کوئی عمل دخل نہیں، بے شک اللہ تعالی ہی کے لئے ہے جو اس نے دیا اور جو اس نے لیا، پہلے ہی مرحلہ میں اگر آپ کے دل کی حالت رضا بالقضاء والی ہو گئی پہلے ہی مرحلہ میں آپ اللہ تعالی کے فیصلہ پر راضی ہیں، تو اللہ تعالی ایسے لوگوں کے لئے جنت کا وعدہ فرماتے ہیں اور اسی کا نام صبر ہے۔

صبر کی دولت ہر کسی کو نہیں ملتی ہے

اور صبر کا حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، اس کے بارے میں قرآن پاک کہتا ہے، **وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِینَ صَبَرُوا، وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِیم**، جن لوگوں کے حصہ میں بہت بڑا ثواب لکھا ہوا ہوتا ہے ایسے ہی لوگوں کو صبر کی کیفیت نصیب ہوتی ہے کہ یہ لوگ مصیبت کا آسانی سے مقابلہ کرتے ہیں زمانہ کی طرف سے آنے والی اور کسی کی بھی طرف سے آنے والی کوئی بھی تکلیف ہو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ میرا اللہ میری فکر مجھ سے زیادہ رکھنے والا ہے۔

صبر کا اصلی مطلب

ہمیں اصل میں اس بات کا ایمان بنانا ہے کہ میرے اللہ کو مجھ سے زیادہ میری فکر ہے میری ماں سے زیادہ، میرے باپ سے زیادہ، میری اپنی ذات سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا میرا اللہ ہے کہ مجھ پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے ضرور میرے اللہ نے اس کے پیچھے کوئی خیر مقدر کی ہوگی اصل میں اس کا نام صبر ہے،

ورنہ ایک مرحلہ صبر کا تو وہ بھی ہوتا ہے جس پر کوئی اجر وثواب مرتب نہیں ہوتا ہے اور وہ کونسا صبر ہے کہ اگر گھر میں کچھ ہو گیا (اللہ تعالی ہم سب کو آفتوں سے محفوظ فرمائیں ،اٰمین) تو روتے ہیں روتے ہیں اور روئے گا بھی تو کب تک؟ اخیر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کو خاموش بیٹھنا ہی پڑتا ہے اس لئے کہ روتے روتے یا شکایت کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے صبر کیا ہرگز اس کو صبر نہیں کہا جائے گا اور نہ اس پر کوئی اجر وثواب مرتب ہوتا ہے

صبر کی دعا نہیں مانگنی چاہئیے

دیکھو! صبر کرنا بہت بڑے ثواب کی بات ہے لیکن صبر کی دعا بھی نہیں مانگنی چاہئیے ،ہم تو شریعت بتلانے کے مُکلَّف ہیں اس لئے یہ بھی سمجھا دیتا ہوں کہ ایک روایت ہے جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک عورت کا نام لیا گیا کہ اس کا نام صابرہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا نام بدل دو، اس لئے کہ صابرہ کا معنی ہے صبر کرنے والی عورت ،اور صبر کب کرنا پڑیگا جبکہ مصیبت آئیگی ،گویا کہ تم نے اپنا نام صابرہ رکھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ تمہیں خود مصیبت چاہئیے ،تو تم ابھی سے کیوں صبر کی دعا مانگتے ہو؟ ۔ اسی کو اس حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا کہ ،لَا تَتَمَنَّوا لِقَآءَ العَدُوِّ وَسَلُو اللّٰهَ العَافِيَةَ، کہ دشمن سے مدبھیڑ ہونے اور معرکہ ہونے کی تمنا مت کرو کہ کب ہم اس کے مقابلہ میں آئیں گے اس کی تمنا نہیں کرنی چاہئیے بلکہ شروع میں تو اللہ تعالی سے سلامتی کی دعا کرنی چاہئیے وَسَلُو اللّٰهَ العَافِيَةَ ،اس لئے کہ کیا پتہ ہم میدان میں صبر کے ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں، کیا پتہ کہ ہمارا ایمان

مضبوط رہ سکتا ہے یا نہیں، اس لئے فرمایا کہ تمنا مت کرو۔ ہاں جب تمہاری اُن سے مدبھیڑ ہو ہی جائے مقابلہ ہو ہی جائے تو اب صبر کرنا ہے اب ان کے مقابلہ میں جم جانا ہے، میں اس پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صبر کرنا بہت بڑے ثواب کی چیز ہے اور اس پر اللہ تعالی کی طرف سے رحمت مرتب ہوتی ہے کہ فرمایا، اُولٓئِکَ عَلَیھِم صَلٰوۃٌ مِّن رَّبِّھِم وَرَحمَۃ۔

اور پہلے ہی سے صبر کی دعا کرنا کہ اے اللہ ہمیں صبر کی توفیق دے ابھی مصیبت آئی ہی نہیں اور آپ صبر کی دعا مانگ رہے ہیں اس کا کیا مطلب ہوا، دوسرے الفاظ میں یہ کہ آپ مصیبت کی دعا مانگ رہے ہیں جب کہ اللہ تعالی سے عافیت کی دعا کرنا چاہیئے ،رَبَّنَا لَاتُحَمِّلنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ،گزشتہ ہفتہ بھی آپ حضرات کو یہ دعا بتلائی تھی خصوصاً آج کل جو حالات چل رہے ہیں اس میں تو خاص طور سے اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ اے اللہ ہمارا ایسا امتحان مت لینا جس کو برداشت کرنے کی ہم لوگوں میں طاقت نہ ہو۔ آمین

زبردستی کے صبر پر وعدہ نہیں ہے

میرے بھائیو۔ کہ ایک صبر وہ ہوتا ہے جس کا کرنا ضروری ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہیں ہوتا ہے کسی کا انتقال ہو گیا اور خوب واویلا مچائے ، روئے دھوئے شکایتیں کی ، یہ کیا وہ کیا، دس پندرہ دن خوب روئے ، اور دیکھا کہ اب آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر بھی خشک ہو گیا تو کہتے ہیں چلو یار اب صبر کرو ایسا صبر کسی بھی کام کا نہیں ، کیونکہ اسکے بغیر تو کوئی چارہ کار ہی نہیں، اور ہاں یہ بھی

سن لو کہ رونے سے تو کوئی مرا ہوا واپس نہیں آتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو لوگ خوب جی بھر کر روتے آنسوؤں کا سمندر بہادیتے، یا اگر رونے سے مصیبت ٹل جاتی، تو لوگ رونے میں کسی بھی قسم کی کسر اٹھا نہیں رکھتے، آدمی روتا ہے خوب روتا ہے اور جب کچھ بن نہیں پڑتا ہے تو کہتا ہے کہ صبر کے بغیر تو کچھ بھی چارہ کار نہیں، اس صبر پر اللہ تعالی کی طرف سے کچھ بھی اجر وثواب نہیں، حدیث میں نے سنائی کہ، **اِنَّمَا الصَّبرُ عِندَ الصَّدمَةِ الُاولٰی،**

جیسے کہ بزرگان دین کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ تمہارا کنٹینر جو فلاں ملک سے آرہا تھا سمندر میں ڈوب گیا اور وہ کہتے کہ، **اَلحَمدُ للّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال**، کہ میں ہر حال میں اللہ تعالی کی تعریف کرتا ہوں لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کا کنٹینر ڈوب گیا اور آپ الحمد للہ کہتے ہو، الحمد للہ تو نعمت کے ملنے پر کہا جاتا ہے فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالی کی نعمت ہے کہ اس نے میرا کنٹینر ڈبویا اگر میں اس پر صبر کروں گا تو اللہ تعالی کی طرف سے میرے لئے جنت میں کئی کنٹینر ہو جائیں گے، اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں بھی اس کا مجھے کئی گنا زیادہ ثواب ملے گا اور آخرت میں جو اللہ تعالی نے میرے لئے مقدر کیا ہے وہ تو تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

رونا دھونا بھی منع نہیں ہے!

لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اسلام رونے دھونے سے منع کرتا ہے کچھ لوگ اتنا تشدد کرتے ہیں اور اتنی سختی برتتے ہیں کہ اگر کسی کے یہاں انتقال

ہو گیا اور لوگ روتے ہیں تو ادھورے قسم کے مفتی اور ادھورے قسم کے مولوی کہتے ہیں کہ تمہیں روتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے؟ نہیں میرے بھائیو۔ یہ بات غلط ہے رونا بالکل منع نہیں ہے شریعت کسی کی فطرت کو اور طبیعت کو دبانا نہیں چاہتی ہے شریعت انسانی فطرت کا پورا پورا خیال کرتی ہے۔

واقعہ

میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جناب نبی اکرم ﷺ کی نواسی یعنی حضرت زینب ؓ کی بیٹی دم توڑ رہی تھی سکرات کے عالم میں تھی تو بیٹی نے اپنے والد محترم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میری بیٹی اور آپ ﷺ کی نواسی اپنے زندگی کے آخری لمحات میں ہیں وہ دم توڑ رہی ہے اللہ کے واسطے آکر ذرا مجھے تسلی دیدو، حضور ﷺ دین کا بہت اہم کام کر رہے تھے اس لئے حضور ﷺ نے پہلے معذرت کردی، بیٹی نے قسم دلائی جیسے کہ ماں اپنے بیٹے کو کبھی قسم دلاتی ہے کہ بیٹے تجھے یہ کھانا ہی پڑیگا اور یہ منع نہیں ہے اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن اس قسم کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے مثلاً ماں کہے کہ بیٹا تجھے میرا اتنا کام کر دینا پڑیگا تجھے فلاں کی قسم، تو شریعت کے اعتبار سے اس قِسم کی قَسم دلانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن اس کو پورا کرنا بھی ضروری نہیں ہے بہر حال، تو حضرت زینب ؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ کو آپ کی بچی کی قسم، آپ کو اپنی بیٹی کی خبر پوچھنے کے لئے آنا ہی پڑیگا۔

بہر حال بیٹی ہے، اتنی محبت سے بلا رہی ہے تو جانا تو پڑیگا، وہاں پر جتنے صحابہ کرام بیٹھے تھے سب کو اپنے ساتھ میں آپ ﷺ لیکر گئے، نواسی کو گھر میں سے بلوایا اپنی گود میں رکھا جو بچی تھی اس کے انتقال کا وقت قریب تھا اور اس کا انتقال ہو گیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ) آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے حضور ﷺ خوب روئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ساتھ میں تھے انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مصیبت کے وقت ہمیں صبر کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، اور آپ خود روتے ہیں عبدالرحمٰن بن عوف کا یہ سوال بھی ہمارے لئے ہی تھا صحابہ کرام جو سوال کرتے تھے وہ بعد میں آنے والے امتیوں کے لئے کرتے تھے اس لئے نہیں کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ کے کسی فعل پر اعتراض تھا، یا وہ آپ ﷺ کے فیصلے سے نالاں تھے۔ بلکہ اس لئے کہ صحابہ کرام بھی بعد میں آنے والوں کے لئے آئیڈیل اور نمونہ بننے والے تھے اللہ تعالی صحابہ کرام کو ہماری طرف سے جزائے خیر عنایت فرمائے (اٰمین) کہ انہوں نے ہمارے لئے مسئلہ کو واضح کر دیا کہ حضور ﷺ آپ خود ہمیں منع کرتے ہیں اور آپ خود روتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن یہ رونا اللہ تعالی نے اپنے خاص بندوں کے دلوں میں رحمت کے طور پر رکھا ہے اللہ تعالی جس کے دل میں رحمت کو رکھتا ہے اسی کو مصیبت کے وقت رونا آتا ہے عبدالرحمٰن رونا شریعت میں منع نہیں ہے رونا چلانا واویلا مچانا سینہ پر مارنا اور یہ کہنا کہ میرے تاج تم کہاں چلے گئے اب میرا کیا ہوگا اب میری خبر گیری کون کریگا تم تو ایسے تھے تم تو ایسے تھے، یہ جو کلمات کہے جاتے ہیں اور اس طرح سینہ وغیرہ پیٹنے کی جو حالت بنائی جاتی ہے وہ منع ہے، ورنہ رونے میں شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔

میت کے گھر والوں کا خیال

بلکہ اسلام نے تو تین دن تک سوگ منانے کی اجازت بھی دی ہے حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کسی کا انتقال ہو گیا ہو تو اسکو کھانا بنانے سے فارغ کر دو، اور اس کو اس کے رشتہ دار اور اس کے خاندان والے اڑوس پڑوس والے اس کو کھانا پہنچایا کریں، اور حضور ﷺ نے اسکی وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ جس کے گھر میں انتقال ہوا ہے ان کو صدمہ پہنچا ہے ان کو تکلیف پہونچی ہے لہذا وہ کھانا نہیں بنا سکتے ہیں کھانا بنانے میں ان کا دل نہیں لگے گا، تم ان کے گھر کھانا پہنچاؤ، لیکن معاملہ الٹا ہو چکا ہے جن کے گھر پر میت ہوگئی ہے ان کو کڑھی کچھڑی بنانے کی پہلی فکر ہوتی ہے کہ لوگ آئے ہیں ان کو کیسے کھلائیں گے، آج کل ہمارا یہ حال ہو چکا ہے۔

بچوں سے پیار کرنے کا مسئلہ

اسلام نے بچوں سے پیار کرنے کی اجازت بھی دی ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایک چھوٹے سے بچے کا بوسہ لیا ایک صحابی تھے انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو اب تک کسی بچہ کا بوسہ لیا ہی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تیرے دل میں رحم اور کرم پیدا ہی نہیں کیا، اسلام ایسا نہیں کہتا ہے کہ تم اپنے بچوں کو بالکل ٹائم ہی نہ دو، اسلام ایسا نہیں کہتا ہے کہ آپ چوبیس گھنٹے مسجد ہی میں بیٹھے رہو اسلام ایسا نہیں کہتا ہے کہ چوبیس گھنٹہ کمانے کے اندر ہی رہو، آپ کی اس کنٹری کے اندر سب سے بڑی بیماری یہ بھی ہے کہ آپ اپنا ٹائم یا تو کام پر دیتے ہو، یا آپ اپنا ٹائم ٹیلی ویزن پر دیتے ہو، بچوں کے پاس آپ اپنا ٹائم نہیں دے پاتے ہیں۔

یہی بچہ پھر مارکٹ میں جائیگا یہی بچہ پھر روزگاری پر جائیگا، یہی بچہ پھر باہر کی زندگی میں اپنے جذبات محبت کو تسکین دینے کی کوشش کریگا، اور جب آوٹ آف کنٹرول ہو جاتا ہے تو پھر تعویذ لینے کے لئے اِدھر سے اُدھر پھرتے ہو، اور دعائیں کرواتے ہو، تم نے اپنے بچوں کو محبت ہی کہاں دی؟ میرے بھائیو، دن میں ایسا ٹائم مقرر کرو کہ اپنے سب بچوں کو لیکر بیٹھو، ان کو پیار دو، ان سے محبت کرو، خدائے پاک کی قسم اس طرح بچوں کو وقت دینا یہ بھی بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، ذرا آپ ایسا کر کے تو دیکھو ثواب ملے گا بچوں کو بچپن میں محبت دینی نہیں ہے اور پھر بڑھاپے میں بچوں سے محبت مانگنی ہے تو پھر ایسا کبھی نہیں ہوتا ہے، جیسی کرنی ویسی بھرنی، تو چولھے میں جائے اس قسم کے ٹیلی ویزن، اس قسم کی بزی لائف کوڑا کرکٹ پر جائے، جس میں انسان اپنے بچوں کو بھی پیار نہ دے سکے، صبح جاتے ہیں تو بچے سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب رات کو آتے ہیں تو بچے سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور بیچاری یہاں کی عورتیں اللہ تعالی ان کو جزائے خیر دے کہ بچوں کو اسکول چھوڑنے جانے کام بھی ان کے ذمہ ہے اور لینے جانے کا کام بھی انہیں کے ذمہ ہے اور شاپنگ پر جانے کا کام بھی انہیں کے ذمہ ہے اور یہ حضرت صاحب کہاں گئے دوکان پر گئے کام پر گئے ایسا محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کرلیا اور ایسے ہی خاندانی سب مسائل الجھ رہے ہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اس قسم کی مصروف زندگی اسلام پسند نہیں کرتا ہے اور اس سے دنیا کی زندگی میں بھی بہت بڑے نقصان بھگتنے پڑتے ہیں۔

حسنینؓ سے حضور ﷺ کا پیار

بچوں کی محبت فطری چیز ہے جس کے دل میں بچوں کی محبت نہ ہو، وہ انسان نہیں ہے، ایک مرتبہ جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہما دونوں چھوٹے بچے حضور کے نواسے تھے مگر حضور ﷺ کی اولاد کے برابر تھے تو ان دونوں کو انکی اماں یعنی حضرت فاطمہؓ نے نیا کپڑا نیا جبہ پہنایا تھا سرخ لباس پہنایا تھا اور جبہ تھوڑا بڑا تھا اور جب بڑا لباس پہنایا جاتا ہے تو پھسل جاتے ہیں ٹھوکر لگتی ہے۔ یہ دونوں حضور ﷺ کی مسجد میں اپنے پیروں کے بل چلتے چلتے آئے، گر رہے تھے، پھر چل رہے تھے، گر رہے تھے، پھر چل رہے تھے، کتنا پیارا منظر ہوگا۔

حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے آپ ﷺ نے دیکھا کہ میرا حسن اور میرا حسین اس طرح ٹھوکر کھاتے کھاتے آرہے ہیں خطبہ دیتے دیتے منبر پر سے نیچے اتر گئے دونوں بچوں کو اپنی گود میں لیا اور فرمایا کہ، **صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی، اِعلَمُوا اَنَّمَا اَموَالُکُم وَاَولَادُکُم فِتنَۃٌ** ، حضور ﷺ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی کہ اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے کہ اولاد اور مال یہ فتنے کی چیز ہے یہ آزمائش کی چیز ہے کہ میں رسول ہونے کے باوجود اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کر سکا تو اسلام اس سے منع نہیں کرتا ہے کہ بچوں سے محبت کی جائے بچوں سے پیار کیا جائے، بہر حال تو ایک

صبر تو وہ ہوتا ہے جو مجبوری والا صبر ہوتا ہے اس کے اوپر کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ہے ،وَالَّذِینَ صَبَرُو ا ابْتِغَآءَ وَجهِ رَبِّهِم ، کہ صبر اگر اللہ تعالی کو خوش کرنے کے لئے کیا گیا ہے اللہ تعالی کی رضا مندی کے لئے کیا گیا ہے تو اس پر اجر وثواب ہے اور پھر اللہ تعالی کی طرف سے بڑے بڑے درجات ملتے ہیں اور یہ بات اوپر والی آیت سے نکل رہی ہے:۔

صبر کی تین قسمیں ہیں

اور ایک بات یہ بھی سن لیں کہ صبر کی تین قسمیں ہیں صبر تین طرح کا ہوتا ہے ایک صبر ہوتا ہے مصیبت پر، کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ جو بھی تقدیر کا معاملہ کرے ہم اس پر راضی ہیں، اور عربی زبان میں صبر کا ایک معنی ہوتا ہے عبادتوں پر اپنے آپ کو جمائے رکھنا اس لئے کہ عبادت پر اپنے آپ کو جمائے رکھنے میں بھی صبر سے کام لینا پڑتا ہے نفس اس کو جمنے نہیں دیتا ہے نفس اس کو باہر کی طرف کھینچتا ہے لیکن اسکو اپنا دل لگانا پڑتا ہے اور ایک صبر عن المعاصی ہوتا ہے اس کا مطلب اس طرح ہے کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے اس لئے کہ اس کے اندر بھی نفس نہیں چاہتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

صابرین کی تعریف

قرآن پاک نے صبر کرنے والوں کی بہت تعریف کی ہے اسی لئے تو کہا گیا

کہ، اِنَّ الانسَانَ لَفِی خُسرٍ اِلَّا الَّذِینَ اٰمَنُو ا وَعَمِلُو االصَّالِحَاتِ وَتَواصَوُابِا الحَقِّ وَتَو اصَوُا بِا الصَّبرِ، اس آیت پاک کا ترجمہ اس طرح ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ خسارہ اور نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ خسارہ اور نقصان میں نہیں ہیں جنھوں نے ایمان قبول کیا نیک کام کیا حق کے ساتھ اپنے آپ کو لگائے رکھا اور صبر کیا۔

نیز حدیث پاک میں آیا جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ،مَا اُعطِیَ اَحَدُ عَطَآءً خَیرًاوَاَوُسَعَ مِنَ الصَّبرِ۔ اللہ تعالی کی طرف سے اگر بندے کو سب سے قیمتی کوئی تحفہ ملا ہے سب سے قیمتی اگر کوئی گفٹ ملا ہے تو وہ صبر کی توفیق ہے جس کو صبر مل گیا تو گویا کہ اسکی زندگی کامیاب ہے اور ایسے لوگوں کی قرآن پاک تعریف کرتا ہے کہ ، وَالَّذِینَ صَبَرُو اابتِغَآءَ وَجهِ رَبِّهِم وَاَقَامُو االصَّلٰوۃَ کہ وہ لوگ جو اپنے رب کی مرضی کی خاطر صبر کرتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں اور وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں، یہاں صبر کے بعد نماز کے قائم کرنے کا ذکر فرمایا اس لئے کہ نماز کو قائم کرنے کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

خرچ بھی کرتے ہیں

اور آگے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ، وَانفَقُوامِمَّارَزَقنٰھُم سِرًّا وَعَلَانِیَۃً، اور نیک لوگ وہ ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے

ہیں کھلے عام بھی اور چھپے چھپے بھی، دونوں کی تعریف کی گئی ہے، ان لوگوں کی بھی جو چپکے چپکے خرچ کرتے ہیں، اور ان لوگوں کی بھی جو علی الاعلان خرچ کرتے ہیں اور زیادہ ثواب چپکے چپکے خرچ کرنے میں ہے، لیکن اگر آپ دکھلاوے کے لئے نہیں بلکہ آپ اس لئے کھلے عام خرچ کرتے ہیں تا کہ اور لوگوں کو بھی خرچ کی توفیق ملے اس پر بھی اللہ تعالی کی طرف سے بہت بڑا ثواب ملتا ہے ہمارے ذہنوں میں ایسا ہے کہ صرف چپکے چپکے خرچ کرنا ہی افضل ہے، نہیں میرے بھائیو! بلکہ اگر حالات ایسے ہیں مثال کے طور پر ہمارے بھائیوں میں سے کوئی اللہ کے راستہ میں کچھ لگاتا ہی نہیں ہے۔

آپ نے کھڑے ہو کر کہا کہ بھائی میری طرف سے مسجد ہدایہ کے ہونے والے پروگرام میں اتنا پیسہ، اب آپ نے کھڑے ہو کر کہا اس پر دوسروں کو توفیق ہوئی اور پھر دوسروں نے بھی لکھوایا تو آپ کو بھی اس کا ثواب ملے گا اور آپ نے کیوں ظاہر کیا زیادہ ثواب کمانے کے لئے، نہ کہ لوگوں کو دکھلانے کے لئے اپنے دوسرے بھائیوں کو ترغیب دینے کے لئے اپنے دوسرے بھائیوں کے اندر سے بخل کی بیماری کو دور کرنے کے لئے آپ نے کیا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جماعت میں جب تشکیل کرتے ہیں تو پہلے تو کوئی لکھاتا ہی نہیں ایک بندہ لکھاتا ہے تو پھر دوسرے کو ہمت ہوتی ہے پھر تیسرے کو ہمت ہوتی ہے اب زیادہ تر ثواب کس کو ملے گا جس نے راستہ بتایا جس نے پہلے اپنا نام لکھوایا دوسروں کو بھی ملے گا لیکن زیادہ ثواب

اسکو ہی ملے گا تو لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے جو مال ظاہر کیا جاتا ہے اللہ تعالی کے یہاں اس پر بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں

اور نیک لوگوں کے بارے میں آیا کہ،، **وَيَدرَءُ وْنَ بِا لْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ**، کہ نیک لوگ وہ ہیں جو برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں اگر کسی نے برائی کی بدسلوکی کی تو وہ اس کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں کسی نے آپ کی غیبت کی آپ نے اسے ہدیہ بھیج دیا کسی نے آپ کو مارا ستایا، پریشان کیا آپ نے کہا کہ کوئی بات نہیں کسی پڑوسی سے آپ کو تکلیف ہوگئی آپ نے اس کو معاف کر دیا کسی کی بیوی نے اس کے شوہر کو ستایا شوہر کہے کہ کوئی بات نہیں تو نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو اس طرح برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔

برائی کا بدلہ برائی سے کب جائز ہے؟

اور یہ اس وقت ہے جب کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے میں سامنے والے کی برائی کے بڑھنے کا خطرہ نہ ہو، ہمارے بزرگوں نے یہ قید لگائی ہے، مفتی شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ شیخ الہندؒ کے ترجمہ کے حاشیے پر یہ بات لکھتے ہیں کہ اگر آپ کے ساتھ کسی نے برائی کا معاملہ کیا، اور آپ اس کو معاف کر دیتے ہیں، تو اگر ان کو شرم آتی ہے کہ یار میں تو اس کے ساتھ برائی کا معاملہ کرتا ہوں اور یہ تو

میرے ساتھ برابر اچھا سلوک کئے جا رہا ہے۔ میں اس کو پتھر مارتا ہوں یہ مجھ پر پھول برساتا ہے میں اس کو گالیاں دیتا ہوں اور یہ مجھ کو دعائیں دیتا ہے تو پھر فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ تم معاف کرتے رہو معاف کرتے رہو برائی کا جواب اچھائی سے دیتے رہو۔ اور وہ سر سے اوپر چڑھ جاتا ہے کہ دیکھو میری کتنی وقعت ہے، اسلام اسکو بھی پسند نہیں کرتا ہے اب آئندہ اس کو معاف نہ کرنا یہ بھی اسلام سکھاتا ہے اسلام نہ ظالم بنانا پسند کرتا ہے نہ مظلوم بنانا پسند کرتا ہے اسلام صاف ستھرا مذہب ہے جناب نبی کریم ﷺ دعا فرماتے تھے کہ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَعُوذُبِکَ مِن اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ،، کہ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے، علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ظالم کو معاف کر دینے کی بنا پر اس کا ظلم اور بڑھتا ہے اس کا تکبر بڑھتا ہے تو پھر ایسے آدمیوں کو معاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم نے معاف کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کے ظلم کے بڑھنے پر اسکی مدد کر رہے ہو، اسی لئے حضرت تھانویؒ اپنے بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ، اَلتَّکَبُّرُ مَعَ الْمُتَکَبِّرِ صَدَقَۃٌ ۔ کہ ایک آدمی اگر تکبر کرتا ہے تو ایسے آدمی کے ساتھ تکبر کرنا اس کے ساتھ بڑائی کا معاملہ کرنا ہی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ مفتی صاحب کیا بات کر رہے ہیں یہ مفتی صاحب کی بات نہیں ہے یہ حضرت حکیم الامتؒ

کی بات ہے اور میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں کہ ایک آدمی اگر تکبر کرتا ہے تو ایسے آدمی کے ساتھ تکبر کرنا ہی صدقہ کا ثواب رکھتا ہے ایک آدمی تکبر کرنے والا ہے اور آپ اسکے سامنے جھک کر جاتے ہیں تو اسکا تکبر اور بڑھے گا اور ایک بٹن کھلا ہے تو کل دو کھولے گا اور پھر وہ کہے گا کہ بھائی اپن تو ایسا دادا ہے کہ بڑے بڑے لوگ اپن کے سامنے جھکتا ہے۔

تو اس کا تو تکبر بڑھ جائیگا اور اس کے تکبر کو بڑھانے میں کس نے مدد کی؟ آپ نے کی، اس لئے کہ آپ اس کے سامنے جھک کر چلے، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تکبر سے ہی پیش آؤ تا کہ اسکا تکبر ٹوٹ جائے اور ہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے ساتھ تکبر ظاہر کرنے میں منشاء یہ ہو کہ اس کا تکبر ٹوٹے اپنا تکبر ظاہر کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ مقصود یہ ہو کہ اس کا تکبر مجھے توڑنا ہے، تا کہ یہ تکبر کے گناہ سے بچ جائے۔ اور اگر سامنے والا آپ کے بلندی اخلاق سے پیش آنے کی بنا پر اس کا دل نرم ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ اچھے سے پیش آؤ، ورنہ پھر اس کو معاف مت کرو تو فرمایا کہ وَیَدرَءُ ونَ بِا لحَسَنَةِ السَیِّئَة ، کہ نیک لوگ وہ ہیں جو برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں اور ۲۴ ویں پارے میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ،وَلَا تَستَوِی الحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ، اِدفَع بِا لَّتِی هِیَ اَحسَن، کہ لوگوں کے ساتھ اچھائی کے ذریعہ پیش آؤ، لوگوں کا دفاع اچھائی کے ذریعہ کرو، فَاِ ذَا الَّذِی بَینَکَ

وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ، کہ اگر آپ اچھے اخلاق سے اس کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر وہ آپ کا دشمن ہوگا تب بھی وہ آپ کا پکا دوست بن جائیگا۔

یہ جگر کردے والا کام ہے

اور یہ کام بڑا مشکل ہے کہ کوئی ہم کو ستائے اور ہم اسکے ساتھ نرمی سے پیش آئیں، اسی لئے فرمایا کہ ، وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِینَ صَبَرُوْ ا ، کہ اس چیز کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا ہے مگر وہی جس کے اندر صبر کا مادہ ہوگا، قرآن کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے وہی دے سکتا ہے جس کے اندر صبر کی مایا رکھی ہوگی اس لئے کہ صابر جو صبر کرنے والا ہے وہی اس کا بدلہ نہیں لے گا اور معاف کر دے گا اور اگر صابر نہیں ہے تو وہ بھی اس کو مارے گا اس کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔

نیک لوگوں کا انجام

اگر یہ اخلاق کسی نے اپنے اندر پیدا کر لئے تو قرآن پاک ایسے لوگوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ، اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ، کہ ایسے لوگوں کے لئے جنت کا بہترین مکان ہے ایسے لوگوں کے لئے ہم نے جنت میں منزل تیار کر رکھی ہے، اور بڑی خوب جنت ہوگی، جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَدۡخُلُوۡنَھَا ، کہ وہ لوگ جنت میں داخل

ہونگے اوران کے آباءان کےازواج اوران کی اولاد،وَمَـن صَلَـحَ ، اورجوبھی نیک لوگ ہونگے وہ جنت میں داخل ہونگے اوراعزاز کےساتھ داخل ہونگے ،کیسا اعزاز ،فرشتوں کے سلام کے ساتھ اعزاز ہوگافرشتے کہیں گے کہ، سَلا مٌ عَلَیُکُمُ بِمَا صَبرتُمُ

کہ تم نے دنیا میں صبر کیااس لئے فرشتےتمہیں سلام کرتے ہیں دوسری جگہ کہا گیا ،اَلَّـذِیـنَ تَتَـوَفّٰھُمُ المَلَائِکَۃُ طَیِّبِینَ یَقُولُونَ سَلاَمٌ عَلَیُکُمُ ادُخُلُوا لُجَنَّۃَ بِـمَـا کُـنتُـم تَـعُـمَـلُوُنَ ؛اسی کوایک جگہ پرکہا گیا کہ ،سَلامٌ قَـوُلًا مِّنُ رَّبِّ الرَّحِیُمُ،اسی کوایک جگہ کہا گیا کہ دَعُوٰھُمُ فِیُھَا سُبُحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمُ فِیھَا سَلاَمٌ ، کہاے جنت والو!تم پرسلامتی ہو،اے جنت والو! ہم تمہاراا ستقبال کرر ہے ہیں اس لئے کہ ہم نے جوبھی تعلیمات اللہ تعالی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ییجا کردی تھی تم نے ان تعلیمات پرعمل کیا ہےاللہ تعالی ہم سب کے لئے دنیا میں بھی سلامتی کے ذرائع مقدرفرمائے ،اور جنت میں بھی ہم سب کوسلامتی کے ساتھ داخل فرمائے ،اوراخلاص کے ساتھ ان تعلیمات پرعمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اٰمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم

واٰخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

قرآن پاک کی اہمیت اس بات سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی مقدس ترین کتاب ہے اتنی بڑی کتاب ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ، لَواَنزَلْنَا هٰذَاا لْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَرَاَیتَہٗ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ، کہ اگر اس قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو اس کی تابنا کی اور اس قرآن پاک کے اندر جو صفت جمال ہے اور جو صفت جلال ہے ان دونوں کے سنگم کو بڑے سے بڑا پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتا اللہ تعالی نے اپنی تھوڑی سی تجلی جبل طور پر بھیجی تھی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا قرآن بھی تو اللہ تعالی کی صفت تجلی کو لئے ہوئے ہے قرآن پاک تو اس آیت کو بھی لئے ہے، اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ :اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن پاک اپنے حقائق اور دقائق کی روشنی میں

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی اٰلہ واصحابہ الذین اوفوا عہدہ اما بعد فا عوذ با للہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، فَاِنَّمَا یَسَّرۡنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الۡمُتَّقِیۡنَ وَتُنۡذِرَ بِہٖ قَوۡمًا لُّدًّا، وَکَمۡ اَھۡلَکۡنَا قَبۡلَھُمۡ مِنۡ قَرۡنٍ، ھَلۡ تُحِسُّ مِنۡھُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَھُمۡ رِکۡزًا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم، طٰہٰ مَا اَنزلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی اِلَّا تَذکِرَۃً لِّمَن یَّخشٰی تَنزِیۡلًا مِّمَّن خَلَقَ الارضَ وَالسَّمٰوٰتِ العُلٰی صدق اللہ مولانا العلی العظیم وصدق رسولہ لنبی الامی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

قرآن پاک اللہ تعالی کا پیغام ہے

دوستو بزرگو اور عزیزو۔ یہ صرف اللہ تعالی کا فضل ہے کہ اس نے آج کی رات اپنے فضل سے سولھویں پارے کا آغاز کر دیا ہے اور اپنے انعام سے بڑے پیارے ماحول میں ہمیں آدھا قرآن سنایا اللہ تعالی ان آیات پر غور کرنے کی اور تدبر کرنیکی اور اس کے بعد عمل کرنے کی ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے امین میرے بھائیو! قرآن پاک اللہ تعالی کی ایسی مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالی کا اپنے بندوں کے نام ایک خط ہے جو ہر وقت ہر موڑ پر انسانیت کی رہبری کرتا ہے انسانیت کو سبق سکھلاتا ہے اور اسی کے مطابق ہمیں دنیا کے اندر زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ ابدی پیغام ہے۔

قرآن بے مثال ہے

یہ وہ مقدس کتاب ہے جس کی مثال اب تک نہ دنیا میں کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ کوئی پیش کر سکے گا، اور قرآن پاک نے بہت پہلے اس کا چیلنج کیا تھا کہ، وَاِن کُنتُمُ فِی رَیُبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبُدِنَا فَأتُوا بِسُوُرَةٍ مِّنُ مِّثلِه ، اس لئے کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ قرآن پاک کی تعلیمات اور اسکی آواز کو لیکر عرب کے صحراؤں کے اندر اٹھے تو حسد کے مارے لوگوں نے مختلف قسم کے جملے کسے، عربی

میں ایک کہاوت ہے کہ اسی درخت کے اوپر پتھر مارے جاتے ہیں جس درخت کے اوپر پھل ہوتے ہیں، یُرمَی الحجرُ عَلٰی الشَّجَرِ ذَاتِ الثَّمرِ، اسی کے پیچھے لوگ پڑ جاتے ہیں اسی سے لوگ حسد کرتے ہیں اسی کے خلاف لوگ تہمت گڑھتے ہیں جس میں کچھ ہوتا ہے، اور جس کے اندر کچھ نہیں ہوتا، اسکے پیچھے کوئی نہیں پڑتا ہے، خالی درخت پر کوئی پتھر نہیں مارتا ہے، ہندوستان میں اسکی مثال میں اس طرح دیا کرتا ہوں کہ آم کا درخت ہے گرمی کے موسم میں اس پر مور لگتا ہے پھر اس پر کیری لگتی ہے مگر ابھی آم کا سیزن بہت دور ہوتا ہے کسی کو اسکی چوکیداری کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ابھی اس پر پھل نہیں ہے، لیکن جیسے ہی اس پر پھل پکنا شروع ہو جائے گا تو چوکیدار کی ضرورت پڑے گی، اس لئے کہ اب لوگوں کے پتھر مارنے کا ڈر ہے۔

حضور ﷺ پر بھی لوگوں نے طعنے کسے

جناب نبی کریم ﷺ جب عرب کے ریگستان میں صدائے حق کو لیکر اٹھے تو حق کی آواز کو دبانے کے لئے عزت کے بدلہ ذلت کے نقشہ میں ڈالنے کے لئے کسی نے کہا کہ آپ شاعر ہیں کسی نے کہا کہ آپ ﷺ رات میں جا کر کسی کے پاس پڑھ لیتے ہیں اور صبح میں آ کر ہم کو سناتے ہیں آپ کے کمال کی کوئی بات نہیں، کسی نے کہا آپ کسی افسانے اور ناول کی کتابیں پڑھ لیتے ہیں، اور پھر ہمیں

سناتے ہیں یہ (نعوذ باللہ) اللہ کی جانب سے نازل شدہ پیغام نہیں ہے اس طرح وہ لوگ کہتے تھے۔

آپ ﷺ کے لئے امی ہونا ہی کمال ہے

دیکھو یہاں ایک بات سن لو کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو امی رکھا گیا تھا جب کہ امی ہونا ہمارے لئے عیب کی بات ہے ہم تو یوں کہتے ہیں کہ علم کے بغیر زندگی کوئی زندگی ہی نہیں ہے، ان پڑھ آدمی کی کوئی قدر نہیں ہوتی ہے ان پڑھ آدمی کو کوئی عزت کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا، لیکن پیارے آقا ﷺ کے لئے ان پڑھ ہونا ہی کمال کی بات تھی اسی لئے تو قرآن مجید کہتا ہے ،**هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّینَ رَسُولًا مِنهُم** ۔اسی لئے تو قرآن مجید کہتا ہے،**وَمَا کُنتَ تَتلُو مِن قَبلِہٖ مِن کِتَابٍ وَلَاتَخُطُّهُ بِیَمِینِکَ**،اے محمد ﷺ قرآن مجید اترنے سے پہلے نہ آپ کسی کتاب کو پڑھنا جانتے تھے اور نہ کسی کتاب کو لکھنا جانتے تھے، حضور ﷺ کو تو قرآن مجید اترنے کے بعد بھی لکھنا نہیں آتا تھا۔

یاد کرو صلح حدیبیہ کو کہ جب مشرکین مکہ کو یہ پتہ چلا کہ جناب نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے یہ خبر اڑائی کہ محمد ﷺ ہم سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں، اس لئے داخلہ کی اجازت نہیں ملے گی، چنانچہ صلح ہو رہی تھی کچھ شرائط لکھے جا رہے تھے، حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ

سے لکھواس لئے کہ میں لکھنا نہیں جانتا ہوں، اور یہ بہت بعد کا واقعہ ہے مدینہ منورہ جانے کے بعد کا واقعہ ہے مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد کا واقعہ ہے کئی سال گزر چکے تھے مگر حضور ﷺ کو لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا تھا۔

قرآن پاک آہستہ آہستہ سننا چاہئیے

اور دیکھو مجھے ایک بات یاد آرہی ہے کہ قرآن پاک کو آہستہ آہستہ سننا چاہئیے نہ کہ اسپیڈ سے، گجراتی لوگ جلدی والی تراویح کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ فلاں جگہ جلدی تراویح ہو جاتی ہے اسلئے وہاں جاتے ہیں یہ بات غلط ہے قرآن آہستہ آہستہ سننا چاہئیے اسکی دلیل سنا رہا ہوں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے صرف پڑھنا جانتے تھے اس لئے جب جبرئیل امین آیات لیکر آتے تھے تو حضور ﷺ اسکو جلدی جلدی پڑھتے تھے۔ اور وہ کیوں؟ تاکہ بھول نہ جائیں دیکھو بچپن میں ماں بچہ کو بھیجتی ہے کہ دیکھو بیٹا دس پیسہ کا یہ لانا پچیس پیسہ کا یہ لانا اور پانچ پیسہ کا یہ لانا بچہ گھر سے نکلتا ہے تو مارکیٹ جانے تک یہی دہراتا رہتا ہے کہ دس پیسہ کا یہ، پندرہ پیسہ کا یہ، اور پچیس پیسہ کا یہ لانا ہے اور وہ اس طرح بار بار کیوں دہراتا ہے تاکہ وہ بھول نہ جائے۔ جناب نبی اکرم ﷺ بھی شروع وحی کے زمانہ میں ایسا ہی کیا کرتے تھے قرآن پاک نے آپ ﷺ کو روکا کہ، **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ**

ثُـمَّ اِنَّ عَـلَينَا بَيَانَه ، کہ اے محمد عربی ﷺ اپنی زبان کو بار بار مت ہلاؤ، یاد کروانا اس کو پڑھوانا اس کو تمہارے دماغ میں محفوظ کروانا اس کی ادائیگی کے طریقے بتلانا یہ سب ہماری ذمہ داری ہے ہم اسکو تمہیں بھولنے نہیں دیں گے۔ ہاں وہی چیز ہم تمہیں بھولنے دیں گے جو ہم نے بھلانا چاہا، اسی کو سورہ اعلی میں ارشاد فرمایا کہ ،سَـنُـقـرِئُکَ فَـلا تَنسٰی اِلّا مَا شَا ءَ اللّٰہُ ، تو میں یہ عرض کرر ہا ہوں میرے بھائیو! کہ حضور ﷺ کا امی ہونا یہ کمال کی بات ہے اور ہمارے اندر عیب کی بات ہے۔

حضور ﷺ کے امی ہونے کی وجہ

آپ ﷺ کا امی ہونا بہتر ہے اور اس کی دو وجہ ہیں ایک وجہ تو یہ ہے جس کو قرآن مجید نے خود ذکر فرمایا ہے کہ ،وَمَـا کُنتَ تَتلُوُ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَـخُـطُّـهٗ بِيَـمِينِکَ اِذًا لَّارْتَـابَ الْـمُبْطِلُون ، اگر حضور اکرم ﷺ کسی یونیورسیٹی کے ڈگری یافتہ اور تعلیم یافتہ ہوتے ،یا کسی دارالعلوم میں پڑھ کر آئے ہوئے ہوتے ،اور پھر لوگوں کے سامنے قرآن کریم جیسی عظیم ترین کتاب پیش کرتے تو یہ کوئی کمال کی بات نہیں تھی ،لوگ کہتے کہ اس میں کونسے کمال کی بات ہے؟ آپ نے تو ایک بڑی یونیورسیٹی میں پڑھا ہے، بڑے استاذ کے پاس تعلیم حاصل کی ہے، پھر آپ اگر ایسا کلام پیش کرتے ہیں ایسا آرٹیکل بنا کر ہمارے

سامنے پیش کرتے ہیں جس کی ہم مثال نہیں پیش کر سکتے تو اس میں کوئی بڑی بات نہیں ،اس لئے کہ آپ نے بہت بڑی یونیورسیٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ایک آدمی اگر اعلی یونیورسیٹی میں یا آکسفورڈ یونیورسیٹی میں تعلیم حاصل کر کے آیا ہو۔ اور وہ بہترین لکچر دے یا اچھے سے اچھا آرٹیکل تیار کرے،تو آپ یہی کہیں گے کہ اسمیں کمال کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ بڑی یونیورسیٹی میں پڑھ کر آیا ہے اگر اللہ کے رسول ﷺ کسی مدرسہ میں پڑھے ہوئے ہوتے اور پھر لوگوں کے سامنے قرآن پاک پیش کرتے تو اور زیادہ لوگوں کا شک بڑھ جاتا اور وہ کہتے کہ یہ قرآن ،نعوذ باللہ، اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے بلکہ تم اس کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کرتے ہو،اسی کو قرآن کہتا ہے ،اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُون ،کہ باطل پرست لوگ اور زیادہ شک کرتے۔

شک تو پہلے ہی سے کرتے تھے،لیکن اور زیادہ شک کرتے ،اسی کو سورہ فرقان میں اس طرح بیان فرمایا کہ مشرکین مکہ نے اس قرآن کو رد کرنے کیلئے کہا کہ، هٰذَا اَسَاطِيرُ الاوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا ، کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں جس کو محمد لکھ لکھ کر لاتے ہیں کسی کے پاس پڑھنے کے لئے جاتے ہیں،فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَاَصِيلًا،اور پھر اس کو پیش کرتے ہیں قرآن پاک نے اس کا رد کیا اور فرمایا کہ قرآن پاک کسی کے پاس جا کر سیکھی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ تعالی نے

نازل فرمایا ہے، ارشاد ہے،، قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِی یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، کہ اس قرآن کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمان اور زمین کے تمام بھیدوں کو جانتا ہے، سورہ طٰہٰ میں قرآن پاک کے تنزیل کے سلسلہ میں بھی یہی نقل فرمایا گیا کہ، وَاِن تَجْهَرْ بِا الْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی۔

تو میں یہ عرض کرر ہا ہوں میرے بھائیو۔ کہ ایک وجہ حضور اکرم ﷺ کو اُمی رکھنے کی یہ تھی، اب آپ بتائیے کہ اسمیں حضور اکرم ﷺ کا کمال ہے یا نہیں، کہ اُمی ہے، مگر ایسا کلام پیش کرتے ہیں کہ پورا قرآن تو کیا دس آیات تو کیا قرآن جیسی ایک سورۃ کسی نے پیش نہیں کی، اور اب تک بھی کوئی پیش نہیں کر سکا، قرآن کا چلینج اب تک باقی ہے، کوئی ماں کا لال ہے؟ جس نے اپنی ماں کا صحیح دودھ پیا ہو وہ میدان میں آئے اور قرآن پاک جیسی ایک آیت پیش کرے۔ تو آپ ﷺ کا امی ہونا ہی کمال کی بات ہے:۔

مثل لانے کی ناکام کوششیں

اور قرآن پاک کا مثل لانے کی کوششیں بھی ہوئیں لیکن ناکام ہوئیں، کسی نے بنایا تھا، اَلْقَارِعَةُ مَاا لْقَارِعَةُ، وَمَا اَدْرَاکَ مَا الْقَارِعَةُ کے وزن پر اَلْفِیلُ مَاا لْفِیلُ وَمَا اَدرَاکَ مَا الْفِیلُ خُرْطُومُهٗ طَوِیلٌ وَذَنْبُه قَصِیر، یہ کوئی بات ہے، دونوں میں کوئی جوڑ نہیں اس لئے کہ القارعة ما القارعةمیں

قرآن مجید قیامت کو بیان کرتا ہے اور یہ بنا رہے ہیں کہ الفیل ماا لفیل کہ ہاتھی کیا چیز ہے کیا تم جانتے ہو کہ ہاتھی کیا ہوتا ہے جس کی سونڈ لمبی ہوتی ہے۔

اَلْقَارِعَةُ کے وزن پر اَلْفِیْلُ

مَالْقَارِعَةُ کے وزن پر مَالْفِیْلُ

اور وَمَا اَدْرَاکَ مَاالْقَارِعَةُ کے وزن پر وَمَا اَدْرَاکَ مَاالْفِیْلُ

اور اسکی تعریف کیا کر رہے ہیں کہ جس کی سونڈ لمبی ہوتی ہے اور جس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اب یہ کوئی بات ہے۔

قرآن کا مثل کیوں ناممکن

بہر حال ۔قرآن پاک کا چیلنج ہے کہ اب تک اس جیسی کوئی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکا اور نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکتا ہے اس لئے کہ جیسے اللہ تعالی کے ذات کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا ویسے ہی اللہ تعالی کے کلام کی بھی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا یہ جملہ یاد رکھنا اللہ کے ذات کے مانند کوئی نہیں ہوسکتا ہے کہ، وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ،اور لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ،کہ اللہ تعالی کے مانند دنیا میں کوئی نہیں ہوسکتا ،تو خدا تعالی کے کلام کے مانند بھی کوئی نہیں ہوسکتا ہے اور نہ کبھی ہو سکے گا۔

اُمی ہونے کی دوسری وجہ

اور آپ ﷺ کے اُمی ہونے کی دوسری ایک بڑی زبردست حکمت میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی مدرسہ میں پڑھے ہوئے نہیں تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ دنیا کی قیادت کرنے والا انسان جس کے صدقہ طفیل میں پوری دنیا کو بنایا گیا وہ کسی کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے، خدا تعالیٰ کو یہ پسند ہی نہیں تھا کہ محمد ﷺ کسی کے شاگرد بنیں اور استاذ کا تو احترام کرنا پڑتا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ، اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِی حَرْفًا وَاحِدًا فَھُوَ سَیِّدُنِی اَبَدًا، جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھلا دیا وہ ہمیشہ کے لئے میرا استاذ ہے وہ چاہے تو مجھے بیچ دے وہ چاہے تو مجھے آزاد کردے، یہ خریدنا اور بیچنا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس زمانہ میں بازار میں انسان بھی فروخت ہوا کرتے تھے اور غلام کی قیمت ہوا کرتی تھی تو فرماتے ہیں حضرت علیؓ کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام ہوں اللہ تعالیٰ کی غیرت نے اس کو بھی گوارہ نہیں کیا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا کوئی استاذ بنے۔

جبرئیلؑ کو بھی دوزانو بیٹھنے کا حکم تھا

بلکہ ایک بات مجھے بڑی قیمتی یاد آرہی ہے، حدیث جبرئیل میں اس کا تذکرہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے کچھ سوالات کرنے کے لئے جبرئیلؑ آئے تھے

تو جبرئیلؑ بھی دوزانو ہو کر بیٹھے تھے، اور جبرئیلؑ تو آسمان سے پیغام لیکر آتے تھے مگر حدیث پاک میں آیا کہ، وَوَضَعَ کَفَّیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ ، کہ جبرئیلؑ کو بھی محمد عربی ﷺ کے سامنے ادب کے ساتھ بیٹھنا پڑا تھا دوزانو ہو کر ایسے بیٹھے تھے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حضرت جبرئیلؑ نے اپنے دونوں زانوں پر رکھی تھی۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو جبرئیل کچھ سیکھنے سکھانے کے لئے آئے تھے، تو کم از کم دونوں برابر بیٹھتے، یا جبرئیل ٹیک لگا کر بیٹھتے، مگر اللہ تعالی کی طرف سے حکم تھا کہ جبرئیل اگر چہ تم فرشتوں کے سردار ہو، مگر تم ایسی شخصیت کے پاس جا رہے ہو جو انسانوں، جنا توں فرشتوں، آسمانوں، زمینوں، سب کے سردار ہیں اس لئے تم ادب سے بیٹھنا، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو براہ راست ہم پڑھاتے ہیں ان کا کوئی استاذ نہیں ہو سکتا۔

بلکہ ایک مقام تو وہ آیا کہ جہاں جبرئیل بھی نہیں جا سکے حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اب آپ آگے جایئے، میں نہیں جا سکتا ہوں، بہر حال اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ تعالی نے اس لئے بھی نا واقف اور امی رکھا تھا تا کہ آپ ﷺ کا کمال ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ نے سنا ہو گا آج سے چار پانچ سال پہلے کہ ایک چھوٹا سا بچہ کسی ملک میں قرآن پڑھتا تھا اسکی کیسیٹ بھی فروخت ہوئی ہیں۔ آپ حضرات نے بھی خریدی ہو گی تو آپ کو تعجب ہوا ہو گا کہ بھائی یہ کیسے پڑھ رہا ہے جبکہ اس بچہ

نے کہیں پڑھا نہیں ہے اور پھر بھی اتنا اچھا پڑھتا ہے اس طرح کا آدمی اگر کلام پیش کرے تو آدمی کو تعجب ہوتا ہے، اور اس کے کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، جناب نبی اکرم ﷺ بھی کہیں پڑھے ہوئے نہیں تھے اور آپ ﷺ نے پیش کر دیا تو یہ آپ ﷺ کے لئے زیادہ کمال والی بات تھی۔

اہل علم کی ایک خاص فضیلت

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ ،**مَا اَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی** ، کہ ہم نے آپ پر قرآن پاک اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ تکلیف میں پڑ جائیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی نے قرآنی علوم دیئے ہیں، یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر سعادت منداور نیک نصیب والا کوئی نہیں ہے، الحمدللہ حضرات علماء کرام بھی اس میں داخل ہیں جو قرآن پاک کی تعلیمات کو کچھ جانتے ہیں، قرآن پاک کی کچھ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں، اس آیت پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ سکون واطمینان کا نام وہیں پر رہے گا جہاں قرآن پاک رہے گا۔

اس لئے ہمیں قرآن پاک کا سیکھنا اور اس کا سکھانا بہت زیادہ ضروری ہے، اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مجھے یاد آرہا ہے کہ علامہ ابن کثیر نے طبرانی شریف کے حوالہ سے اور حضرت ثعلبہ ابن الحکم ؓ کی روایت کے ذیل میں نقل فرمایا

ہے اور علامہ ابن کثیر نے اس روایت کی سند کو جید قرار دیا ہے، علماء کرام کے لئے اسمیں خوش خبری ہے، اور ان حضرات کے لئے بھی جن کو اللہ تعالی نے اپنے علوم دیئے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے کرسی لگائیں گے اور علماء کرام کو بلائیں گے کہ اے علماء کرام۔ میں نے اپنا علم تمہارے اندر اس لئے رکھا تھا تا کہ میں تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردوں، چاہے وہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں۔ اب اگر میں تمہیں جہنم میں ڈالتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے اپنی صفت علم کو جہنم میں ڈالا، ایک حافظ کے سینہ میں قرآن ہوتا ہے، ایک عالم کے پورے بدن میں قرآن پاک کا علم ہوتا ہے اب اگر اس کو جہنم میں ڈالا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ قرآن پاک کو جہنم میں ڈالا گیا لہذا علماء کرام کے لئے تو کتنی کوشخبری ہے۔

اور صحیحین کی روایت میں تو آیا کہ اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسی کو دین کی سمجھ بوجھ دیتا ہے بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو علم دین حاصل کرتے ہیں بڑی خوشی ہوتی ہے کہ آپ کے اس ملک میں بھی کچھ لوگ اپنے بچوں کو قرآن پاک کے علم کے لئے فارغ کردیتے ہیں اللہ تعالی ان کی کوششوں کو بارآور فرمائے میرے بھائیو۔ میں آپ کو اور زیادہ شوق دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کو قرآن پاک پڑھاؤ اپنے بچوں کو اس کا حافظ بناؤ۔

اپنے بچوں کو متشرع عالم بنائیں

لیکن مجھے ایک افسوس بھی ہوتا ہے جہاں میں ایک مثبت پوئنٹ ذکر کرتا ہوں وہاں میں ایک مائنز پوئنٹ بھی ذکر کرتا ہوں کہ جہاں بھی میں نے دیکھا میں آپ کے مانچیسٹر کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ جہاں بھی جانے کا مجھے اتفاق ہوا کبھی کوئی کہتا ہے کہ مفتی صاحب یہ حافظ ہے لیکن دیکھو تو اس کی ڈاڑھی کا ٹھکانہ نہیں، اس کے لباس کا ٹھکانہ نہیں ، اس کے بدن پر اسلامی شعائر کا ٹھکانہ نہیں، اس لئے میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے بچوں کو ہم متشرع عالم بنائیں دیندار عالم بنائیں۔

اللہ نے ہم پر بھروسہ کیا ہے

دیکھو میرے بھائیو۔ باپ جب گھر سے نکلتا ہے تو اسی بچہ کے پاس گھر کی چابی دیتا ہے جس بچہ پر اسکو بھروسہ ہوتا ہے، ایک کلاس ٹیچر جب اپنی کلاس سے کسی ضرورت سے باہر جاتا ہے تو اپنی الماری یا اپنے ڈیسک کی چابی اسی بچے کے پاس دیتا ہے جس بچہ پر اسے اعتماد ہوتا ہے، اللہ تعالی نے اگر کسی کو قرآن پاک کا حافظ بنایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے بھروسہ کرتے ہوئے اپنے خزانہ کی چابی اس کو دیدی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کے خزانے موجود ہیں اب اگر کسی کو اللہ تعالی

نے قرآن پاک کا حافظ بنایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکو اللہ تعالی نے اپنے خزانہ کی چابی دیدی ہے لہذا اسکو بھی اللہ تعالی کے بھروسہ کا پورا پورا خیال کرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو اپنی گجراتی میں کہتے ہیں کہ بھروسہ کی بھینس نے (ہیلہ) پاڑہ دیدیا۔

انسانی نسب مذکر سے چلتا ہے

یہ بھی ایک بات ہے کہ آدمی کی نسل چلتی ہے نرینہ سے، اگر اسکے یہاں لڑکا پیدا ہو تو خوش ہوتا ہے اور لڑکی پیدا ہو تو ناراض ہوتا ہے حالانکہ نہیں ہونا چاہیئے لیکن نسل چلتی ہے مذکر سے، اس لئے کہ بیٹی سے نسل چلنے کا سوال ہی نہیں کیونکہ بیٹی تو پرائی ہوتی ہے اسکی بیس، بائیس سال پرورش کرو، اور پھر شادی کردو، بیٹی آپ کی شادی سے پہلے ہوتی ہے، نام اس کے ساتھ آپ کا لگتا تھا، جہاں شادی ہوئی کہ اب اس کے ساتھ نام اسکے شوہر محترم کا لگ جاتا ہے اور اس کے جو بچے پیدا ہونگے تو ان کے ساتھ تمہارا نام نہیں لگے گا بلکہ اس کے دادا کا نام اسکے باپ کا نام لگے گا لیکن اگر لڑکا پیدا ہوا ہے تو جو بھی بچہ اس کے یہاں پیدا ہوگا تو اس کے ساتھ آپ کا ہی نام آئیگا۔

جانوروں کا نسب مؤنث سے چلتا ہے

لیکن جانوروں میں نسل ناریںہ (مؤنث) سے چلتی ہے، ارے بھائی بھینس بھینس پیدا کرے تو کمال کی بات ہے، پاڑہ (ہیلا) پیدا کرے تو کمال کی بات نہیں ہے، بھینس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے نہ کہ پاڑہ کی، اسی لئے قصائی پاڑہ کاٹتے ہیں بھینس نہیں کاٹتے ہیں، تاکہ زیادہ نقصان نہ اٹھانا پڑے اور بھینس تو دودھ بھی دیتی ہے اور بچے بھی دیتی ہے۔

انسانی اور حیوانی یتیم میں فرق

اور یہ اللہ تعالی کا عجیب وغریب نظام ہے اسی لئے دیکھو، انسانوں میں یتیم اسکو کہا جاتا ہے جس کا باپ نہ ہو، اور جانوروں میں یتیم اس کو کہا جاتا ہے جس کی ماں نہ ہو، انسانوں میں یتیم اسکو کہتے ہیں کہ پندرہ سال ہونے سے پہلے اس کے باپ کا انتقال ہوگیا ہو پندرہ سال کا ہونے کے بعد انتقال ہوجائے تو اس کو یتیم نہیں کہتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو یہاں اتنے لوگ بیٹھے ہیں کسی کی عمر پچاس سال کی، کسی کی اسی سال کی تو سب کہ سب یتیم ہوجائیں گے، اس لئے کہ کسی کے والد شاید حیات نہیں ہونگے ،لیکن جانوروں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی ماں مرگئی ہو، اس لئے کہ جانوروں میں معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ اس کا باپ کون ہے انکی جو ضرورت ہوتی ہے وہ تو کہیں بھی پوری فرمالیتے ہیں۔

علم کی فضیلت میں آپ بھی شامل ہیں

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جس کو اللہ تعالی نے قرآنی علوم دیئے ہیں وہ لوگ بہت بڑے سعادت مند ہیں اور ہاں یہ بھی سن لو کہ یہ صرف علماء کے لئے ہی نہیں آپ حضرات بھی اس سے خوشخبری حاصل کر سکتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا ہے۔ روزانہ تراویح میں قرآن آپ کو سنایا جاتا ہے روزانہ قرآن پاک آپ پڑھتے ہیں تو یہ بھی کوئی معمولی نعمت نہیں ہے اگر کوئی قرآن پاک پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ڈائریکٹ اللہ تعالی سے بات کر رہا ہے، قرآن پاک کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اگر کوئی قرآن پاک پڑھتا ہے اور کسی نے آکر سلام کیا تو اسکے لئے جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ سلام کرنے والے کے لئے سلام کرنا مکروہ ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا کیوں منع ہے؟

نماز کے اندر آپ نے نیت باندھی کہ آپ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پہونچ گئے اسی لئے تو فرمایا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت بڑا گناہ ہے کیوں بھائی نمازی کے آگے سے گزرنا بہت بڑا گناہ کیوں ہے؟ اس لئے کہ جب آدمی نماز کی نیت باندھتا ہے اور کوئی اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو اللہ تعالی کو بہت غصہ آتا ہے کہ

میرا بندہ مجھ سے بات کر رہا تھا اور میں اپنے بندے سے بات کر رہا تھا اب یہ گزر کر کباب میں ہڈی بن رہا ہے تو گویا کہ گزرنے والا خالق اور مخلوق کے درمیان خلل پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالی کو غصہ آتا ہے کوئی آدمی پرائیویٹ کسی سے بات کرے، اور بیچ میں کوئی آجائے تو غصہ آتا ہے کہ نہیں؟ اور کمپنی والوں نے تو ایسی سہولت بھی نکالی ہے کہ درمیان میں اگر کوئی موبائل آجائے تو خاموشی (Silent) پر رکھدیا جائے، تاکہ درمیان میں کوئی کباب میں ہڈی نہیں آنا چاہئیے اللہ تعالی نے بھی فرمایا کہ میرے بندے نماز پڑھتے ہیں وہ مجھ سے بات کرتے ہیں اب کوئی ان کے سامنے سے نہ گزرے اور ہماری گفتگو میں حائل نہ ہو۔

قرآن پاک کو محبت کی نظروں سے دیکھو

میرے بھائیو! میں نے رات میں آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں گا صرف تین چار منٹ کا واقعہ ہے ابھی سناتا ہوں قرآن پاک سے محبت کرنے والوں کو اللہ تعالی کیسا نوازتا ہے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو قرآن پاک سے محبت کرتے ہیں بہت سے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے بچپن میں قرآن پڑھا ہی نہیں، اب کیا کریں قرآن پاک تو پڑھتے آتا نہیں، تو کم از کم ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کو محبت کی نظروں سے دیکھیں۔ ہمارے بزرگان دین کے بارے میں آتا ہے کہ روزانہ قرآن پاک کو لیتے تھے اور

اسکی تلاوت کرتے تھے اور اخیر میں اس کا بوسہ لیتے تھے کہ یہ تو میرے رب کا کلام ہے یہ تو میرے اللہ تعالی کا کلام ہے۔

قرآن پاک سے محبت کرنے کا واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے یہ واقعہ نقل فرمایا کہ ایک جگہ پر کسی بڑے میاں کا انتقال ہو گیا عجیب بات تھی کہ جب قبر کھودی گئی تو اندر پوری قبر میں پھولوں کی چادر بچھائی ہوئی تھی اور اتنی خوشبوؤں والے پھول کہ قبرستان کا پورا علاقہ بلکہ اس کے آس پاس کا پورا علاقہ خوشبو سے مہکنے لگا لوگ تعجب میں تھے، اور اس چادر کو اندر سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن وہ چادر اندر سے نکل ہی نہیں رہی تھی، اسپنج گدے کی شکل میں وہ چادر تھی، جس کو لوگ دیکھتے ہی رہ جاتے تھے، اور وہ چادر بڑی عجیب وغریب تھی، تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے کہا کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ اس کا کیا عمل تھا کہ اللہ تعالی نے ہماری آنکھوں کے سامنے اسکی قبر کو ہماری دعاؤں سے پہلے ہی، رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ، کا نمونہ بنا دیا گھر والے ہی زیادہ جانتے ہیں کہ یہ آدمی کیا کیا کرتا تھا لوگوں کی ایک جماعت اسکے گھر پر گئی۔ اور اسکے بچوں کو بلا کر کہا کہ تمہارے ابا صبح سے شام تک کی زندگی میں کیا کیا کرتے تھے ذرا ہمیں بتاؤ؟ روزہ صدقہ اور اسکے علاوہ ان کا کیا عمل تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسا کچھ جانتے نہیں ہیں جس کی پابندی ہمارے ابا کرتے

ہوں، ہاں ایک چیز ہے جس کی پابندی کرتے ہوئے ہم نے اپنے ابا کو دیکھا ہے اور وہ بچے بھی اَن پڑھ تھے، پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے ان کے پاس دنیا کا علم تھا انہوں نے کہا کہ گھر کا جو محراب ہے اس میں ایک صندوق رکھی ہوئی ہے اس کو وہ روزانہ نکالتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تو نے یہ کہا یہ بھی صحیح ہے اللہ تو نے یہ کہا یہ بھی صحیح ہے ایسے ہی دس پندرہ پیج پر انگلی پھراتے تھے اخیر میں اس کا بوسہ لیکر اسکو رکھدیتے تھے اللہ جانے وہ کیا ہے بچوں نے ایسا کہا تو جو لوگ گئے تھے انہوں نے کہا کہ معلوم کرنا چاہئیے اس بوکس کے اندر کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس باکس کو ذرا لاؤ، اس کو لایا گیا، اور اس کو کھولا گیا تو اندر سے قرآن مجید نکلا، دیکھو وہ بڑے میاں جو انتقال کر گئے تھے، وہ بھی پڑھنا نہیں جانتے تھے، قرآن پاک پر انگلی پھراتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تو نے یہ کہا یہ بھی سچ ہے، تو نے یہ کہا یہ بھی سچ ہے، پتہ چلا کہ جب قرآن پاک کو محبت کی نظروں سے دیکھنا جنت کے باغات کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بننے کا سبب بن سکتا ہے، تو جو محبت سے اسکو یاد کرتا ہو، اس کے معانی میں محبت سے غور اور تدبر کرتا ہو، اس کا تو کام ہی بن گیا، لہذا بڑی محبت سے قرآن پاک کو پڑھو اس کو یاد کرو۔

قرآن پاک کا مسابقہ ہونا چاہئے

اور قرآن پاک کا مقابلہ ہونا چاہیئے قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ،وَفِی ذَالِکَ فَلیَتَنَا فَسِ المُتَنَافِسُون ،جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں حرص اور طمع کرنے کے قابل کوئی چیز ہے اور مقابلہ بازی کے قابل کوئی چیز ہے تو وہ قرآن پاک ہے،لہذا ہمیں قرآن پاک کے مسابقات کروانے چاہیئے ، اللہ تعالی جزائے خیر دے ،ہمارے مہتمم الحاج حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کو کہ وہ دنیا بھر میں قرآن پاک کے مسابقات کرواتے ہیں اوراس کے نتائج بھی ماشاءاللہ کافی عمدہ ہیں۔

اللہ کرے کہ اس قرآن پاک کی صحیح حقیقت ہم سب کو نصیب ہو جائے ،امین ،اللہ تعالی ہم سب کے لئے بھی قرآن پاک کو ذریعہ سعادت اور سرمایہءنجات بنائے ، اللہ تعالی کل قیامت کے دن ہم سب کے حق میں اس قرآن پاک کو شفاعت کا ذریعہ بنائے ، ہم سب کے حق میں سعادت کا ذریعہ بنائے ،اللہ تعالی نے جن لوگوں کو حفظ کی دولت سے مالا مال کیا ہے اللہ تعالی اس کو محفوظ رکھے،اوراسکے علوم ومعارف پر عمل کرنے کی سبھی لوگوں کو توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔آمین

اللہ تعالی کے پاس تمام ڈگریاں ہیں

اور سنو کہ اللہ تعالی حافظ بھی ہیں دلیل اس کی یہ ہے ،اِنَّـا نَـحنُ نَـزَّلـنـا الـذِّكـرَ وَاِنّـا لَه لَحافِظُون (ہم نے ہی قرآن پاک کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)اور اللہ تعالی مولانا بھی ہیں، اَنتَ مَولانا فَانصُرنا عَلَى القَومِ الكَافِرِين ،(اے اللہ تو ہمارا مولانا ہے کافروں پر ہماری مدد فرما)اور اللہ تعالی مفتی بھی ہیں کہ ارشاد ہے ،وَيَستَفتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفتِيكُم فِيهِنَّ ، (وہ لوگ اے نبی ﷺ آپ سے فتوی پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں اس کا فتوی دیگا، پتہ چلا کہ اللہ تعالی حافظ بھی ہیں عالم بھی ہیں اور مفتی بھی ہیں لہذا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالی نے اپنی ڈگریاں دی ہیں، اللہ تعالی ایسی ڈگریوں کی قدر کرنے کی ہم سب لوگوں کو توفیق نصیب فرمائے ،اللہ تعالی علم پر عمل کرنے کی ہم سب لوگوں کو توفیق نصیب فرمائے اللہ تعالی اس علم کو ہمارے حق میں اور لوگوں کے حق میں ہدایت کا ذریعہ بنائے ،امین بہر حال۔حضور اکرم ﷺ کو روکا گیا کہ آپ گھبرایئے مت، اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہم ہیں، آپ اس کو بھولیں گے بھی نہیں ہم آپ کو یاد کروانے والے ہیں۔

حضور ﷺ کی بھول برائے تعلیم ہے

اور یہ بھی ایک بات سنتے چلیں کہ کچھ آیتوں کو اللہ تعالی بھلا دیتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اس کو بھی بیان فرمایا کہ جس آیت کو ہم بھلا دینا چاہتے ہیں جس نص کو ہم بھلا دینا چاہیں وہی آپ بھول جائیں گے اور اس کی بھی مصلحت ہے، میں تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے حوالہ سے کہتا ہوں جو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اوجز المسالک شرح مئوطا امام مالک میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا نماز میں غلطی ہو جانا یہ بھی شریعت بنانے کے لئے تھا، میں آپ کو مثال کے ذریعہ سمجھا تا ہوں کہ اگر حضور ﷺ کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہوتی تو اس قضا نماز کے ادا کرنے کے طریقے کون بتلاتا؟ اگر حضور ﷺ کی نماز میں بھول نہ ہوئی ہوتی تو سجدہ سہو کرنے کے طریقے کون بتلاتا؟ اور بھول تو انسان سے ہوتی ہی ہے، جو انسان ایسا دعوی کرتا ہے کہ مجھ سے کوئی بھول نہیں ہوتی تو گویا کہ وہ اپنا فرشتہ ہونے کا دعوی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو انسانوں کی فہرست میں سے نکال دینا چاہتا ہے۔

حضور ﷺ کا نماز میں سہو ہو جانا

حضور ﷺ سے بھی بھول ہوئی تھی، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھادی، پیچھے ایک صحابی تھے جن کے ہاتھ بڑے لمبے تھے اس لئے صحابہ کرامؓ نے ان کا نام ہی رکھدیا تھا، ذوالیدین، انہوں نے کہا کہ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ اَمْ نَسِیتَ یَارَسُولَ اللّٰہِ، یارسول اللہ ﷺ نماز میں کمی ہوگئی یا آپ بھول گئے؟ انہوں نے سوال کردیا یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی کہے

کہ مفتی صاحب آپ بھول گئے تو مفتی صاحب کہیں گے اچھا میں بھول گیا تھا اور مجھے بھولنے کا لفظ کہہ رہے ہو، جبکہ حال یہ ہے کہ حضور ﷺ کو صحابہ پوچھ لیتے تھے بے تکلف معاشرہ تھا تو ان صحابی نے پوچھ لیا حضور ﷺ کو یاد نہیں تھا کہ مجھ سے بھول ہوگئی ہے اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ، کُلُّ ذَالِکَ لَم یَکُنْ، کہ نہ نماز میں قصر ہوا ہے کہ چار کے بجائے دو کر دی گئی ہو، اور نہ میری بھول ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ کچھ تو ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! آپ نے چار کے بجائے دو رکعت پڑھائی ہے، حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور دوسری دو رکعت پڑھائی پھر سجدہ سہو کیا۔ دیکھو حضور ﷺ سے بھول ہوئی لیکن بعد میں آنے والی امت کے لئے رحمت ہوگئی، اس لئے کہ اگر حضور ﷺ سے بھول نہ ہوئی ہوتی اور پھر ہم سے کبھی دو رکعت پر سلام پھر جاتا تو ہم کیا کرتے؟ وہ دو رکعت بھی پڑھتے اور چار رکعت بھی پڑھتے، اور پھر امام صاحب کو نہ جانے کتنی گالیاں سننی پڑتی، وہ الگ کہ یہ امام تو بار بار نماز پڑھواتا ہے، تو حضور اکرم ﷺ سے غلطی کروائی گئی شریعت بنانے کے لئے۔

حضور ﷺ کی نماز فجر کیلئے آنکھ نہ کھلنا

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کسی رات سفر میں تشریف لے جا رہے تھے رات کا اخیری حصہ تھا حضور ﷺ نے تھوڑا سا آرام کرنے کے لئے صحابہ سے

فرمایا کہ رک جاؤ، پھر حضور نے فرمایا کہ ،مَن یَکلئنَا ،اس کا ترجمہ تو دوسرا ہوتا ہے مگر میں مفہومی ترجمہ کرتا ہوں کہ فجر کی نماز کے لئے ہمیں کون جگائے گا؟اس کا معنی ہوتا ہے نگہداشت کرنا نگرانی کرنا آج تراویح میں آیا ہے، قُل مَنْ یَکلَؤُکُمْ بِا للَّیلِ وَالنَّھَارِ مِنَ الرَّحمٰن ،بہرحال حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہماری چوکیداری کون کرے گا ہمارے مال کو کون سنبھالے گا؟ حضرت بلال حبشیؓ تو ہمیشہ خدمت کرنے کے لئے تیار ہی رہتے تھے حضرت بلال حبشیؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ میں تیار ہوں، فجر کی نماز کے لئے میں آپ کو جگادوں گا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بڑی اچھی بات ہے۔

بہت مزیدار واقعہ ہے، حضرت بلالؓ اپنی اونٹنی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے آدمی جب تھکا ہوا ہوتا ہے تو اس کو ٹیک لگانا تو پڑتا ہی ہے (جیسے کہ یہ بچے ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں، ارے اللہ کے بندوں یہاں آؤ تمہاری کمر ابھی ماشاءاللہ مضبوط ہے یہ بوڑھے حضرات تو بیچارے بیٹھے ہوئے ہیں جو کمر کے بیمار ہیں اللہ انکو شفا دے۔اور ہم نوجوان حضرات ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔اور مسجد میں اتنی گرمی ہورہی ہے، میرے جیسے انڈیا سے آئے ہوئے آدمی کو اتنی گرمی ہورہی ہے تو تم لوگوں کو کیوں نہیں ہوتی ہوگی) بہرحال اور اس زمانہ میں آپ کو معلوم ہے کہ ایسے ٹائم ٹیبل نہیں تھے جماعت کس وقت ہوگی اور کیا ٹائم رہے گا۔

اس وقت تو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کبھی چھت پر چڑھتے تھے اور آسمان میں دیکھتے تھے کہ آسمان میں روشنی ہے یا نہیں، سورج کس طرف ہے چاند کس طرف ہے یہ سب دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا تھا کہ کونسی نماز کا وقت ہے، تھانہ بھون آپ تشریف لے جائیں تو وہاں ایک مولانا ایسے ہیں کہ وہ دھوپ کی پرچھائیاں دیکھ کر ہی آپ کو بتلا دیں گے کہ اس وقت اتنے بجے ہونگے اور اب فلاں نماز کا وقت شروع ہو رہا ہے۔
مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ کے حاشیہ پر اس کو بہت اچھے طریقے پر سمجھایا ہے تو میں یہ عرض کر رہاں ہوں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس طرف رخ کر کے بیٹھے جہاں سے سورج نکلنے والا تھا کہ جب فجر کی نماز کا وقت ہو جائے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاؤں گا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے جب آدمی تھکا مارا ہوتا ہے تو اپنی نیند پر کنٹرول نہیں کر سکتا ہے۔ حضرت بلال یہ سوچتے رہے کہ میں بھی جاگتا رہوں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جگا دوں گا۔

مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے حضرت بلال اسی طرح بیٹھے رہے اور نیند آ گئی اور ایسی نیند آئی کہ سورج بھی طلوع ہو گیا صبح صادق تو ہو ہی گئی فجر کی نماز کا وقت بھی نکل گیا اب جب کرنیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ گئے۔ اور حضرت بلال کو طلب فرمایا پوچھا کہ بلال تم نے ہمیں فجر کے لئے بیدار نہیں فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بڑا مزیدار جواب دیا کہ یا رسول اللہ جس

ذات نے آپ کو سلا دیا اسی ذات نے مجھے بھی سلا دیا اب دیکھیئے ! حضور ﷺ نے فورا وہاں سے کوچ کیا اور تھوڑی دور جا کر فجر کی قضا فرمائی اب اگر حضور ﷺ کی نماز قضا نہ ہوئی ہوتی تو ہمیں قضا نماز کا طریقہ کون بتلاتا پتہ چلا کہ حضور ﷺ سے بھول چوک اس امت کی تعلیم کی خاطر کروائی گئی ہے۔

اور دیکھو حدیث میں آتا ہے کہ رات میں زمین سمیٹی جاتی ہے اور رات کا سفر جلدی جلدی کٹ بھی جاتا ہے اسلئے ہمارے بزرگان دین رات کے سفر کو زیادہ پسند فرماتے تھے کہ رات میں زمین سمیٹ دی جاتی ہے یعنی اللہ تعالی مسافت کو کم کردیتے ہیں اور وقت میں برکت دیتے ہیں اور بہت دور کے کلومیٹر بہت تھوڑے وقت میں طے پاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی کا نظام ہے جو ہماری سمجھ میں آئے نہ آئے ،لیکن ہم اس کو تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

قرآن پاک جلالی و جمالی کتاب ہے

بہرحال اپنی بات یہاں سے چلی تھی کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی مقدس ترین کتاب ہے، میرے بھائیو۔اتنی بڑی کتاب ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ، **لَو اَنزَلنَا هٰذَاا لُقُراٰنَ عَلٰی جَبَل لَرَاَیْتَه خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِن خَشیَةِ اللّٰهِ** ، کہ اگر اس قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو اس کی تابنا کی اور اس قرآن پاک کے اندر جو صفت جمال ہے اور جو صفت جلال ہے ان دونوں کے سنگم

کو بڑے سے بڑا پہاڑ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تھوڑی سی تجلی جبل طور پر ڈالی تھی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا آپ نے نویں پارے میں پڑھا ہے کہ **فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہ لِلجَبَلِ جعلہ دَکًّا وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا**، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی جبل طور پر ڈالی تو جبل طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ بیہوش ہو کر گر گئے، جب خدا تعالیٰ کی تجلی سے پہاڑ پھٹ سکتا ہے تو قرآن بھی تو اللہ تعالیٰ کی صفت تجلی کو لئے ہوئے ہے قرآن پاک بھی تو اس آیت کو لئے ہے، **اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ**: اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ پتہ چلا کہ اس قرآن میں کی بھی ایک بہت بڑی عظمت ہے ۔

قلب انسان ہی مرکز قرآن ہے

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ہے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے انسان کے دل کو ایسا بنایا کہ وہ قرآن کو اپنے اندر لے سکتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ **اِنَّا عَرَضنَا الاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَالجِبَالِ فَاَبَینَ اَن یَّحمِلنَھَا وَاَشفَقنَ مِنھَا وَحَمَلَھَا الاِنسَان اِنَّہ کَانَ ظَلُومًا جھُولًا**: کہ ہم نے انسان کو قرآن دینے سے پہلے آسمانوں سے پوچھا کہ کیا ہم تم کو قرآن دے سکتے ہیں؟ آسمانوں نے کہا کہ نہیں ہم نہیں لے

سکتے، زمین کو پوچھا تو زمین نے بھی انکار کر دیا، پہاڑوں کو بھی پوچھا تو پہاڑوں نے بھی انکار کر دیا، اب اللہ تعالی نے انسان کے دل کی زمین کو ایسا نرم بنا دیا ایسا آسان بنا دیا کہ وہ اللہ کے کلام کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور اس کو منہ زبانی یاد کر لیتا ہے انسان نے اس قرآن پاک کو قبول کر لیا۔

قرآن پاک کا حفظ کرنا معجزہ ہے

سولہویں پارے کی آیات ہیں سورہ مریم کی آخری آیتیں ہیں کہ فَاِنَّمَا یَسَّرنٰہُ بِلِسَانِک،، کہ اے محمد ﷺ ہم نے قرآن پاک کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہم لوگ آپ لوگ اور یہاں پر بیٹھا ہوا زیادہ تر مجمع گجراتی سوسائیٹی سے تعلق رکھتا ہے اور جب وہ گجراتی بچہ مدرسہ میں جاتا ہے اور مدرس اس کو پڑھاتا ہے اور اسمیں کوئی اسپین کا رہنے والا ہوتا ہے، کوئی فرانس کا رہنے والا ہوتا ہے فرانس کی زبان دنیا میں سب سے مشکل زبان ہوتی ہے اس میں تو ہونٹ ہلا کر ہی کچھ چیزیں ادا ہوتی ہیں۔

اور پتہ نہیں اسمیں کتنے ہزار حروف ہیں۔ تو ایک فرانس کا رہنے والا بچہ جب قرآن پاک کو یاد کرنا چاہتا ہے تو کتنی آسانی کے ساتھ یاد کر لیتا ہے، مدارس میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی بھی ملک کا بچہ ہو لیکن اس کو قرآن یاد ہو جاتا ہے، بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ آپ کے لندن اور امریکہ سے آنے والے بچے بہت شاندار تلفظ

ادا کرتے ہیں یہ صرف اور صرف اللہ تعالی کا معجزہ ہے جو اس نے ہمارے نبی برحق محمد عربی ﷺ پر نازل فرمایا اور پوری دنیا کے لوگوں کے لئے اس کا پڑھنا آسان فرما دیا اور اس کو سورہ قمر کے اندر بار بار فرمایا کہ ،وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ، کہ ہم نے قرآن پاک کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟

حضرت وستانوی کی ہمدردی اور بیاسی دن میں حفظ

آپ تعجب کریں گے میں جس مدرسہ میں پڑھاتا ہوں وہ ہندوستان کے عظیم ترین مدارس میں سے ایک ہے، وہاں پر ایک بارہ سال کا چھوٹا سا بچہ ہے، اس نے بیاسی دن میں قرآن پاک یاد کرلیا، اور آپ یقین نہیں کرو گے، وہاں آکر دیکھو تو پتہ چلے گا کہ وہاں پر چالیس سے زیادہ بچے ہیں جنھوں نے چھ ماہ سے کم کی مدت میں قرآن پاک کو منہ زبانی یاد کرلیا اور اسکول کے ساتھ ساتھ۔ آپ کہو گے کہ مفتی صاحب ہم تو اسکول میں جاتے ہیں یہ تو ہمارے بس کی بات نہیں ہے ارے وہاں بھی اسکول ہے اور وہ بچہ ایسا تھا کہ اس کو اسکی ماں نے بھیک مانگنے کیلئے ریلوے اسٹیشن پر بھیج دیا تھا، ایک مرتبہ خادم القرآن والمساجد الحاج مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم وہاں سے گزرے (اللہ ایسے علماء کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے آمین)

تو ان کو ایسا لگا کہ شاید یہ بچہ مسلمان ہے پوچھا کہ بیٹا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتایا تو پتہ چلا کہ وہ تو مسلمان ہے۔ کہا کہ بیٹا یہ سب کیوں کر رہا ہے؟ کہا کہ میری ماں نے مجھے بھیک مانگنے کے لئے اسٹیشن پر بھیجا ہے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس کی ماں کسی کے یہاں برتن دھونے جاتی ہے اور اسکی بیٹیوں کا رشتہ وغیرہ بھی نہیں ہو رہا تھا اس لئے اسکی ماں نے اسے بھیک مانگنے کے لئے بھیجا ہے۔ مولانا نے اس بچہ سے کہا کہ تیری ماں کو خرچہ ہم دیں گے تو چل مدرسہ میں، وہ یہی بچہ ہے جس نے بیاسی دن میں قرآن پاک کو مکمل حفظ کیا ہے کیسے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے دماغ (mind) کو بنایا ہے اور میرے بھائیو! یہ تو میں نے مثال دی ورنہ ایسے ہزاروں واقعات ہیں، اور یہ سب قرآن پاک کا معجزہ ہے۔

ستائیس دن میں حفظ کا تاریخی واقعہ

اور اللہ کے کچھ بندوں نے تو کمال کر دیا ہمارے حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں تو آتا ہے کہ شیخ الاسلام کے ساتھ ان کو جیل میں بند کر دیا گیا تھا استاذ تھے شیخ الہند اور شاگرد تھے شیخ الاسلام (رحم اللہ تعالی علی علمائنا اجمعین) انگریزوں سے جنگ کے زمانہ میں جب شیخ الہندؒ کو کالے پانی کی سزا دی گئی تو ساتھ میں شاگرد حضرت شیخ الاسلامؒ تھے نام تو ان کا جانتے ہونگے شیخ الاسلام یعنی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، بہرحال استاذ اور شاگرد دونوں جیل

میں تھے۔ رمضان کا مہینہ قریب آنے لگا تو استاذ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ عزیزم رمضان کا مہینہ سامنے آرہا ہے اور میں بھی حافظ نہیں، اور تم بھی حافظ نہیں ہو، اب تراویح کیسے پڑھیں گے؟ اگر ایسے ہی تراویح پڑھ لیں گے تو قرآن پاک سننے سنانے والی سنت رہ جائیگی۔

تو شاگرد نے کہا کہ حضرت گھبرانے کی ضرورت نہیں میں روزانہ آپ کو تراویح میں سواپارہ سنادیا کروں گا، کہا کہ بیٹا تم حافظ نہیں ہو، اور کہتے ہو کہ میں روزانہ سواپارہ سنادوں گا، کہا کہ استاذ محترم اگر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو میں روزانہ سوا پارہ تراویح میں سنادوں گا، شاگرد محترم روزانہ اپنے استاذ کو وعدے کے مطابق سوا پارہ سناتے رہے، اور بالکل صحیح صحیح سناتے رہے، ستائیسویں رات آنا تھی، شب قدر آنی تھی، اور شیخ الاسلامؒ کا حفظ قرآن ماشاءاللہ مکمل ہوگیا۔

سات دن میں حفظ کرنے کا نادر واقعہ

اور اتنا ہی نہیں، ہم جس امام کی پیروی کرتے ہیں ان کا نام ہے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد ہے امام محمد شیبانی امام محمد وہ ہیں کہ ان کا فقہ آپ کی یونیورسیٹی (لندن) میں بھی پڑھا جاتا ہے یہ بات اور ہے کہ انگریزی زبان میں اس کا ٹرانسلیشن کردیا گیا ہے، امام ابو یوسف کی کتاب الخراج کا پورا ترجمہ یہ لوگ انگریزی میں اپنی یونیورسیٹیوں میں پڑھاتے ہیں اور ہمیں اس پر ناز ہے دشمن بھی

ہمارے گن گاتے ہیں (وَالفَضلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الاَعْدَاءُ) توامام محمدؒ کوان کی اماں امام ابوحنیفہؒ کے پاس لیکرآئی کہ یہ چھوٹا سا بچہ ہے آپ اس کوعلمِ دین پڑھا دیجئے امام محمدؒ بہت چھوٹے تھے۔امام صاحب نے سوچا کہ اگراس کومنع کردوں گا تو یہ بھی اچھا نہیں ہے اسکی اماں کو برا لگ جائیگا اس لئے امام صاحب نے بہانہ بنانے کے لئے کہا کہ دیکھو بھائی میں بچہ کو عالم نہیں بناتا ہوں جب تک کہ وہ بچہ حافظ نہ ہو،اسکو ہمارے حضرت مولنا عمر صاحب پالنپوریؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ بغیر حافظ کا عالم ادھورا ہے، اس لئے کہ قرآنی آیات سے استدلال کرنا، استنباط کرنا ،استخراج کرنا، یہ حافظ ہی کا کام ہے۔

توامام صاحب نے یہ سوچا کہ یہ بچہ حافظ بننے کے بہانے چلا جائیگا جب تک ایک دوسال ہوجائیں گے اور بچہ تھوڑا بڑا بھی ہوجائیگا۔،امام محمد کی اماں ان کولیکر چلی گئی اورسات دن کے بعد لیکرآگئی کہ بچہ حافظ بن چکا ہے یہ کیا ہے ،فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ ،واقعات سنانا مقصود نہیں ہے وہ تواس لئے کہ قرآن مجید کی آیت زندہ مثالیں ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں کہ اے محمد ﷺ ہم نے قرآن پاک کوآپ کی زبان پرآسان کردیا ہے مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والا چھوٹے سے چھوٹا بچہ اتنے شاندار طریقے سے قرآن پاک پڑھتا ہے کہ آدمی سنتا رہ جائے اوراس کے دل کی زمین ہموار ہوجائے ،لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ، اورتا کہ آپ اس قرآن

کے ذریعہ اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کو خوشخبری سنائیں، وَلِتُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُدًّا، اور تاکہ آپ اڑی اور جھٹ قوم کو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرائیں۔

طٰہٰ کیا ہے؟

یہ طٰہٰ کیا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا نام ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یا حبیبی ہوتا ہے کہ خطاب ہورہا ہے کہ، یَا حَبِیبِی مَا اَنْزَلْنَا عَلَیکَ الْقُرْاٰنَ الخ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ، بے غبار بات وہ ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے بیان فرمائی کہ یہ ایک راز ہے جس کو خدا اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا، وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ، اور حروف مقطعات الم، المر، حم، حمعسق، کھیعص، وغیرہ یہ حروف مقطعات ہیں، ان کو خدا تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مقطعات کے بارے میں اہم بات

مقطعات کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تو بہت کام کی بات لکھی ہے جو لوگ مدرسوں میں پڑھاتے ہیں ان کے لئے تو خاص طور پر بڑے کام کی بات ہے، اور مدرسہ چلانے والوں کے لئے بھی بڑے کام کی بات ہے، کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ کیا یار مولانا لوگ الف با تا ثا سے شروع کراتے ہیں

ڈائیریکٹ،**الحمد لله رب العالمین** ، سے کیوں شروع نہیں کراتے ہیں،تو سنو کہ اللہ تعالی نے بھی تو اپنی کتاب کا آغاز ، الف ،لام،میم ، سے یعنی جدا جدا حروف سے ہی کیا۔ ویسے اگراس کو جوڑ کر پڑھا جائے توالم لکھا جائیگا، **الم تر کیف فعل** ، میں بھی اسکواسی طرح جوڑ کرلکھا گیا ہےلیکن پڑھانے کا طریقہ بھی اللہ تعالی نے اس کے اندر بیان فرمادیا کہ اسٹیپ بااسٹیب بچوں کوتعلیم دینی چاہئیے پہلے الگ الگ کر کے انکو پڑھانا چاہئیے اور پھر روانی کے ساتھ پڑھانا چاہئیے تب جا کر کے تعلیم مضبوط ہوتی ہے؛۔

قرآن مجید سے دلوں کی تسکین

میں یہ عرض کرر ہاہوں کہ قرآن مجید جناب نبی اکرم ﷺ کومخاطب کر کے طٰہ میں یہ کہتا ہے کہ ،**مَااَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی** ہم نے آپ پرقرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا ہے کہ آپ تکان میں مبتلاء ہوجاؤ،آپ تکلیف میں مبتلاء ہوجاؤ،قرآن پاک ہم نے آپ کے دل کی سہولت اورسکون کے لئے نازل فرمایا ہے، اوراصل میں اس آیت پاک کا شان نزول(Backround) کچھ اس طرح ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضور ﷺ کورات میں جاگنے کا حکم دیا تو حضور ﷺ اورصحابہ کرام رات رات بھر جاگتے تھے،اورقرآن پاک پڑھتے رہتے تھے اتنا جاگتے تھے کہ تراویح میں پیر مبارک پرورم آجاتا تھا۔

اور ہم لوگوں کا کیا حال ہے کہ اگر جاگے بھی تو فجر بعد سو جاتے ہیں میرا بھی یہی حال ہے آپ لوگوں کا بھی یہی حال ہے اور وہ لوگ،، کَانُوا رُهبَا نَا بِالَّلیلِ وَفُرسَانًا بِا النَّهَارِ رات میں اللہ تعالی کی عبادت کرتے تھے اور دن میں شہسواری کرتے تھے دن میں جہاد کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور اس طرح لگاتار اور مسلسل عبادت اور ریاضت کرنے کی وجہ سے وہ لوگ بہت تھک جاتے تھے قرآن کو رحم آیا اللہ تعالی کو اپنے پیارے نبی کی اس ادا پر رحم آیا تو فرمایا کہ ، مَاانزَلنَا عَلَیکَ القُرْاٰنَ لِتَشْقٰی ،

فرمایا کہ محمد ہم نے قرآن کو اس لئے نہیں نازل کیا کہ تم اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالو،فرمایا کہ ،،اِنَّ رَبَّکَ یَعلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِن ثُلُثَیِ اللَّیلِ وَنِصفَهٗ وَثُلثَهٗ وَطَا ئِفَةٌ مِنَ الَّذِینَ مَعَکَ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَعَلِمَ اَن لَّنْ تُحصُوهُ فَتَابَ عَلَیْکُم فَاقْرَؤُا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن ، جتنا تمہارے اندر طاقت ہے اتنا ہی پڑھو اس لئے کہ ،اِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَلِعَیْنَیْکَ عَلَیْکَ حَقًّا اِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا ، کہ تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے آنکھ کا بھی حق ہے بیوی کا بھی حق ہے اور اپنی ذمہ داریوں کا بھی حق ہے ہم نے قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تم مصیبت میں پڑ جاوٴ، تکلیف میں پڑ جاوٴ، میں اس آیت پاک سے یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک انسانی زندگی کو سنوارنے کے

لئے انسان کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے اور انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، غلط راستہ پر لیجانے کے لئے نازل نہیں ہوا۔

قرآن پاک سے ہمارا تعلق؟

یہ تو صحابہ کا حال تھا، ہم قرآن پاک سے کتنے دور ہوتے جارہے ہیں، اللہ معاف فرمائے کہ آج کل اگر پانچ منٹ تراویح میں زیادہ ہو گئے تو بکواس شروع ہو جاتی ہے کہ آج بہت ٹائم لے لیا گیا، ارے اگر لے لیا تو کیا ہوا؟ دنیا میں اسی کے لئے تو آئے ہو، اگر آپ یہاں سے ہندوستان ملاقات کرنے کے لئے گئے تو کیا ایسا کہتے ہو کہ بہت ٹائم ہو گیا، نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ گئے ہی ہیں ملاقات کرنے کے لئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر بھی ہمیں قرآن پاک سے دل لگانے کے لئے ہی بھیجا ہے اب اگر اس میں ٹائم لگے تو لگنے دو، یہی خوش نصیبی کی بات ہے، ہم لوگ تراویح میں تھوڑا سا ٹائم ہوا تو چلا پکاری کرتے ہیں اور سلام پھرتے ہی ہر ہر ہر کر کے نکل جاتے ہیں، اور تراویح کا یہ حال ہے تو پھر بیان میں کیا بیٹھیں گے؟ اور کہتے ہیں کہ گھر جا کر رسیور پر سن لیں گے۔

ٹیپ ریکارڈ اور مجلس میں فرق ہے

میرے بھائیو۔ رسیور پر سننے میں وہ ثواب نہیں ملتا ہے جو اس مجلس میں بیٹھ

کر سننے سے ملتا ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجلس لگی ہوئی ہے اور ایک آدمی الگ تھلگ بیٹھا ہوا ہے، مگر اسی مجلس سے لگا ہوا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کے پاس فرشتے جاتے ہیں تو اللہ تعالی پوچھتے ہیں کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ تیری کتاب کا آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، تعلیم کر رہے تھے، بیان اور وعظ ہو رہا تھا، ایک بندہ ایسا تھا جو تھوڑا سا الگ بیٹھا ہوا تھا، اللہ تعالی فرماتے ہیں، یہ مجلس ایسی ہے کہ اس میں بیٹھنے والا کبھی بھی اپنے نصیب میں بد بخت نہیں ہو سکتا ہے، اللہ تعالی ایسے لوگوں کے حق میں سعادت مقدر فرماتے ہیں، اس قسم کی مجلسوں میں بیٹھ کر وعظ و نصیحت کی باتیں سننا چاہئیے، سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اب آپ بتلائیے! کیا آپ کو گھر بیٹھے یہ ثواب حاصل ہو سکتا ہے؟

قرآن پاک تمام علوم کا جامع ہے

سراسر حماقت میں ہیں وہ لوگ، جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تعلیمات ہم کو چودہ سو سال پیچھے لیجاتی ہے، نہیں میرے بھائیو! قرآن پاک میں جتنی نظم و نسق (Decipiline) ہے، قرآن میں جتنے علوم ہیں، اتنے علوم دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے، میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ سائنس، ٹکنالوجی، ڈاکٹری، چاہے علوم مدونہ ہوں، یا غیر مدونہ، سب قرآن پاک میں موجود ہیں، مستشرقین اپنے اپنے علوم کے مفادات قرآن پاک کے چشمہ سے نکالتے ہیں، بس بات یہ

ہے کہ قرآن ایک آیت میں کہہ کر نکل جا تا ہے ،اور سمجھنے والے اس کو سمجھ لیتے ہیں ،اور یہی تو اللہ تعالی کے کلام کو زیب بھی دیتا ہے، یہ فلکیات کا نظام ،چاند اور سورج کا نظام ،قرآن پاک سورہ یٰسین کی ایک آیت میں یہ کہہ کر چلا گیا، ،وَالْقَمَرَ قَدَّرنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيْمِ ، کسی نے اللہ والے سے پوچھا کہ ہوائی جہاز کی ایجاد ہوئی ، کیا اس کا تذکرہ قرآن میں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا بھی تذکرہ قرآن پاک میں ہے کہ ،وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْن قرآن پاک میں سارے کے سارے علوم ہیں ،قرآن پاک میں ہر قسم کا ایجوکیشن ہے ،لیکن کسی کو نکالتے تو آنا چاہیئے ۔

قرآن اور عمر بن خطابؓ

یہ قرآن بہت مقدس کتاب ہے، اور سورہ طٰہٰ کی آیت میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ،مَاۤ اَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ، کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ تکلیف میں پڑیں ، یا آپ تھک جائیں ،ہم نے اس لئے قرآن کو نازل نہیں کیا ہے ،تو پھر کس لئے نازل کیا؟ ، اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ، ڈرنے والے یا جس کو اللہ تعالی کی عظمت کا استحضار ہو ،اس کو نصیحت دینے کے لئے نازل کیا ہے، یہی وہ آیات کریمہ کی انقلابی کیفیت تھی کہ جس کی آواز کو عمر بن خطاب کے کانوں میں داخل ہونا تھا ،اور عمر بن خطاب کے دل کی دنیا بدل گئی ،اور

وہ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

آپ کو واقعہ معلوم گا کہ عمر بن خطابؓ جب نعوذ باللہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے تھے، اور اپنی بہن کے گھر میں داخل ہوئے۔ان کی بہن بھی یہی آیات کریمہ پڑھ رہی تھیں اور پڑھائی جارہی تھی کہ **مَاا نزلنا علیک القراٰن لِتشقٰی** ، عمر کے دل کی دنیا بدل گئی کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تمہاری قسمت (Luck) بگڑ جائے، بلکہ قرآن کو ہم نے اس لئے نازل کیا تا کہ تم خوش قسمت بن جاؤ، تمہارا نصیب اقبال کی شکل میں ہو جائے ،اور اسی کی وجہ سے تمہارا نصیبہ ہوگا، ایسا قرآن کتنا قیمتی ہوگا کہ جس کی وجہ سے ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی نصیب ہوتی ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے اسی وقت اپنے آپ کو رکھدیا اور اپنی بہن سے کہا کہ مجھے بھی ایک قرآن پڑھنے دو، دیکھو کیسی ہدایت کی ہوا چلی تھی اور کیسی زبردست آیت کریمہ ہے۔

خواب میں درسگاہ کا بننا

مجھے اصل میں اس واقعہ میں اس لئے جانا پڑا کہ جب اس مسجد کے چندہ کا اعلان ہورہا تھا تو میرے دل پر عجیب کیفیت طاری تھی، جب وہ خواب سنایا گیا کہ مکہ مکرمہ میں کسی نے خواب دیکھا کہ آپ کی اس مسجد پر ایک درسگاہ بنائی جائے گی جس سے پورے مانچیسٹر (انگلینڈ) کی ہوا بدل جائیگی ،،انشاء اللہ،، اس کے

ذریعہ پوری دنیا میں ہدایت کی ہوا پھیلے گی، آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ دیکھو میں نے تو لکھدیا ہے، کہ یہاں کوئی دینی ادارہ بننے والا ہے۔ اور یہ خواب دینی خواب ہوتے ہیں، اور خواب نبوت کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ نبوت کی ابتدا بھی خواب سے ہی ہوئی تھی، تو اس خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خبر دار کر دیا ہے کہ اس سرزمین پر ایک دینی ادارہ بننے والا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ خوش قسمتی اور سعادت اپنے ہاتھ میں لے لو، اب ارادہ کرو کہ انشاء اللہ بنا کر رہیں گے، (انشاء اللہ) اور تقویٰ کے ساتھ بنا کر رہیں گے اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے تو دکھلا دیا اب بات لکھی جا چکی ہے ہمیں کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، نہیں میرے بھائیو! کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور کے حق میں یہ کام چلا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی اور کا پیسہ اس میں لگ جائے ہر کوئی اس ادارے کے بننے میں پوری پوری کوشش کرے میری ماں بہنیں بھی سنیں کہ ہم اس میں دل کھول اپنا مال لگائیں۔

مسجد نبوی ﷺ کی طرح مسجد ہو

اور میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ مسجد کو صرف مسجد کی حد تک نہ بنایا جائے بلکہ اس کو ایسا بنایا جائے جس میں دین کی تعلیم بھی ہو، جس میں ایجوکیشن بھی ہو، جس میں بچوں کو دینی، دنیوی، دونوں نالج دیئے جائیں، بچوں کو بہترین مثالی کردار والا

بچہ بنانے کی کوشش کی جائے، اور یہی مسجد کا پیغام ہے، یہ نہیں کہ نماز ہوئی تو مسجد بند ہوگئی، حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد درسگاہ بھی تھی، مسجد بیماروں کی عیادت کی بھی جگہ تھی، مسجد جھگڑوں کو سلجھانے کی جگہ بھی تھی، اور مسجد مختلف قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے بھی تھی، مسجد لشکروں کو روانہ کرنے کے لئے بھی تھی، اور مسجد ایک دوسرے کے تعاون کے لئے بھی تھی، مسجد کے بہت سارے مقاصد تھے، اللہ تعالی نے یہ خواب دکھلا کر مجھے اور آپ کو متنبہ کر دیا ہے، خوش قسمتی ہوگی اگر ہم اس کے لئے تیار ہو جائیں، بھائی سب تیار ہیں (انشاء اللہ) دیکھو ابھی جیسے کہا گیا کہ ہم پرایوں کے پاس جانے سے پہلے خود ہی نمٹائیں، اور لندن والو! تمہارے لئے تو کوئی مشکل کام نہیں میں آپ کو ہندوستان کی ایک مثال دیتا ہوں۔

ایک ہی مجلس میں پینتالیس لاکھ

ہمارے مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم مہاراشٹر کے ایک علاقہ میں گئے، جس کا نام ہے سلوڑ، ضلع اورنگ آباد میں ہے، آپ کو معلوم ہے کہ مہاراشٹر کیسا علاقہ ہے، دیکھو۔ خدا اپنے گھر کا کیسے انتظام فرماتا ہے، بستی والوں نے کہا کہ مولانا ہمیں ایک بڑی اور شاندار مسجد بنانی ہے، مولانا نے فرمایا کہ تمہاری مسجد بن جائیگی جاؤ، وہ لوگ جا کر گاؤں والو سے کہنے لگے کہ بھائی مولانا نے کہا کہ مسجد بن جائیگی، کچھ دینے کا تو کہا نہیں، بس اتنا کہدیا کہ بن جائیگی، حالانکہ ہم

لوگ تو پیاز، بٹاٹے کا دھندہ کرتے ہیں، کوئی اہم کاروبار نہیں ہے، مولانا نے سنا تو فرمایا کہ بنے گی، اور تمہارے ہی پیسوں سے بنے گی، تو وہ لوگ اور تعجب میں پڑ گئے کہ یار ایسا کیسا کہ بنے گی اور ہمارے ہی پیسوں سے بنے گی۔ کہا کہ چلو ایک کام کرو۔ میرا وہاں ایک پروگرام رکھو، جب نیت صحیح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور مدد آتی ہے، یہ بھی فرمایا کہ صرف تمہارے ہی گاؤں کے لوگوں کو جمع کرو، ادھر اُدھر کے نہیں، میں فلاں دن آؤں گا اور بیان کروں گا، مولانا پہنچ گئے، پوچھا کہ بھائی کتنے روپئے کی مسجد بنانی ہے، انہوں نے کہا کہ چالیس پینتالیس لاکھ روپئے کی مسجد بنوانی ہے۔

مولنا نے کہا کہ بنواؤں گا اور تمہارے ہی پیسوں سے بنواؤں گا۔ حساب لگوایا کہ مسجد کتنے بائی کتنے کی ہوگی اور اس میں اتنے مصلے ہونگے، اور ایک مصلے کی قیمت اتنی اتنی ہوتی ہے، اب اس مصلے پر قیامت تک جتنے بھی سجدے کئے جائیں گے، اس کا ثواب اس بنانے والے کو بھی ملے گا، اعلان کیا کہ کون ہے؟ جو ایک یا دو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مصلے اپنے ذمہ میں لے لے، اب کوئی کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ میری طرف سے ایک، میری طرف سے دو، کسی نے دس لکھایا، کسی نے اور زیادہ لکھوایا، اسی مجلس میں پینتالیس لاکھ روپئے جمع ہو گئے۔ کسی نے کہا میں ایک مہینہ کے بعد دوں گا، کسی نے کہا کہ میں دو مہینہ کے بعد دوں گا، پورے پیسے جمع ہو گئے

الحمد للہ ،تو میرے بھائیو! یہ اللہ کے گھر کا کام ہے، اللہ کسی سے بھی کرواسکتا ہے، لوگوں نے قرضہ حسنہ دینے کا آفر کیا ہے، آپ ایسا کام کریں کہ وہ قرضہ بھی ادا ہوجائے ، کہ میں مسجد کے نام سے اکاؤنٹ میں جمع کروادوں گا، بھائی نیت تو کرو، نیت کروگے تو خداتعالی دروازے کھولے گا، اللہ تعالی اس خواب کو حقیقت بنا کر ہمارے سامنے رونما فرمائے۔آمین ۔اور میں تو بہت اچھی نیک فالی لیتا ہوں کہ اس مسجد کا نام ہی **مسجد ہدایہ** ہے، انشاءاللہ بہت قریب ایک وقت وہ آئیگا کہ اللہ تعالی اس مسجد کے ذریعہ ہدایت کی ہواؤں کو عام کریگا،اوراس مدرسہ کا نام حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب ہے،انشاءاللہ ثم انشاءاللہ،اللہ تعالی اس مدرسہ کے ذریعہ تھانوی فکروں کو دنیا میں جنم دیگا حضرت تھانویؒ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے فیصلے فرمائیگا بس صرف ایک بات کہتا ہوں کہ نیت کے اندر تقوی ہونا چاہیئے ،نیت کے اندراخلاص ہونا چاہیئے ،اللہ اپنا کام کریگا،اللہ تعالی اس پروجیکٹ کے لئے ہم سب کو قبول فرمائے امین اللہ تعالی ہم سب کی ہمتوں کو قبول فرمائے امین۔-------------

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

بندہ جب سجدہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالی کے بہت قریب ہو جا تا ہے دراصل ہم نے سجدے کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ،سجدے میں پیشانی کو رگڑتے ہوئے ہماری پوری زندگی گزر گئی، لیکن ایک سجدہ ایسا نہیں آیا جس نے ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا ہو، اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ ہم نے اپنی نماز کو نماز بنانے کی کوشش نہیں کی ،ورنہ حدیث میں آتا ہے کہ جب بندہ سجدہ میں جا تا ہے تو اللہ تعالی اس بندے کو گود میں لے لیتا ہے۔

وہ ایک سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو ترستے ہیں آج منبر و محراب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء سابقین کے قصوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو تسلی

الحمد للہ وحدہ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ،وَاَمَّا مَا یَنفَعُ النَّاسَ فَیمکُثُ فِی الاَرضِ ،کَذَالِکَ یَضرِبُ اللّٰہُ الاَمثَال، وقال تعالی اِنَّ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُواالصَّالِحَاتِ سَیَجعَلُ لَھُمُ الرَّحمٰنُ وُدًّا، وقال تعالی، وَکُلًّا نَقُصُّ عَلَیکَ مِن اَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُئَوادَکَ وَجَائَکَ فِی ھٰذِہٖ الحّقُّ مَوعِظَۃ وَذِکرٰی لِلمُومِنِین، صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الامی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین؛۔

محترم بھائیو بزرگواور دوستو۔

آج تراویح کے اندر ایک پوری سورۃ پڑھی گئی اس سورۃ کا نام ہی ہے سورہ انبیاء، یہ سترہویں پارہ کے شروع سے لیکر آدھے پارے تک چلی جاتی ہے اور اس کے

بعد نمبر آتا ہے سورہ حج کا، اس سورت میں اللہ تعالی نے اپنے بہت سے خصوصی انبیاء کرام کے واقعات کو، ان کے حالات کو ضروری تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ ہے حضرت یونسؑ کا واقعہ ہے، حضرت نوحؑ کا واقعہ ہے اسی طریقہ سے حضرت ایوبؑ کا واقعہ ہے اور خاص طور سے اس میں اللہ تعالی نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ فلاں نبی نے یہ دعا مانگی تھی تو ہم نے اس کی یہ دعا قبول کی تھی۔

انبیاء کے حالات کا تذکرہ کیوں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید انبیاء کرامؑ کے واقعات کو کیوں بیان کرتا ہے؟ ہمارے سامنے تو صرف جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات آنے چاہئیے، صرف حضور ﷺ کی سیرت آنی چاہئیے، بلکہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی سیرت کو اتنا کھول کر بیان نہیں کیا جتنا کہ حضرت موسیٰؑ کی سیرت کو بیان کیا، اکثر و بیشتر آپ کو حضرت موسیٰؑ کا نام ملے گا، اور نوحؑ کا واقعہ ملے گا، حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ ملے گا، جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات قرآن مجید نے اتنے تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیئے، حالانکہ وہ انبیاء کرام اپنی قوموں کے ساتھ ان کا جو بھی معاملہ تھا پورا کر کے چل بسے، اب صرف جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت ہے دوسروں کی نہیں پھر کیا بات تھی کہ قرآن پاک امم سابقہ میں جو انبیاء کرام علیھم السلام تشریف لائے ہیں ان کے قصے بیان کرتا ہے؟

آپ ﷺ کی تسلی کی خاطر

اس کا جواب بھی خود قرآن پاک کی اسی آیت میں ہے، جس کو میں نے نمبر تین پر خطبہ میں تلاوت کیا ، وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيكَ مِن انباءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤادَک،، کہ یہ رسولوں کی خبریں ہیں جس کو ہم ذکر کرتے ہیں ہمارا منشا یہ ہے کہ ہم آپ کے دل کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں آپ ﷺ کی دلجمعی اور آپ کی برتری کی خاطر ہم انبیاء کرام کے واقعات قرآن پاک میں ذکر فرماتے ہیں کہ آپ ہی کو امت کی طرف سے ستایا جا رہا ہے ایسا نہیں ہے، دیگر امتوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں کو ستایا تھا، ان کو پریشان کیا تھا، لیکن کسی بھی نبی نے ہمت نہیں ہاری ، بلکہ وہ اپنی دعوت میں جبلِ استقامت بن کر ثابت قدم رہے، اور موت تک وہ اپنے فریضہ دعوت کو پورا کرتے رہے۔

اسی کی قرآن پاک نے ایک جگہ گواہی دی کہ ،وَلَقَد نَعلَمُ اَنَّکَ یَضِیقُ صَدرُکَ بِمَا یقُولُون ، کہ اے اللہ کے رسول ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مشرکین کی طرف سے ہونے والی ایذا رسانیوں کو سہہ کر اور انکی طرف سے کیئے جانے والے اعتراضات کی بوچھاڑ کو دیکھ کر آپ کا سینہ گھٹتا ہے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، وہ لوگ برا بھلا کہتے ہیں اس کو سنکر آپ کا دل گھٹتا ہے، اس کو ہم بھی دیکھتے ہیں حضور ﷺ کے تو سینہ کا بھی قرآن مجید نے ذکر کا ہے کتنی محبت ہوگی اللہ تعالی کو اپنے پیارے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ آپ کی تکلیف آسمان سے نہیں دیکھی جا رہی تھی، عرش پر جلوہ افروز الہ العالمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف نہیں دیکھی جا رہی تھی، اس لئے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی کا مضمون دیگر انبیاء کے واقعات کو ذکر فرما کر کیا ہے اور یہ محبت والی بات ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر مصیبت میں انسان کو معلوم ہو کہ اس مصیبت میں صرف میں اکیلا ہی گرفتار ہوں کوئی اور نہیں تو اس کی مصیبت بہت بڑھ جاتی ہے اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ اور بھی لوگ اس مصیبت میں ساتھ ہیں تو اس کی مصیبت میں کمی ہو جاتی ہے یہ انسان کی فطری بات ہے اب دیگر انبیاء کے قصے ان پر ہونے والی تکالیف کو سنانا اسی لئے ہے کہ اے نبی اس مصیبت میں صرف آپ اکیلے نہیں ہے بلکہ جتنے انبیاء کرام ہیں سب کو ستایا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے ذریعہ تسلی

اس لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گھبرایئے نہیں، ہمیں بھی معلوم ہے کہ آپ کا دل تکلیف میں ہوتا ہے، یہ تو ہماری ایک عادت ہے کہ حق پرستوں کے مقابلہ میں باطل پرست کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہی ہوتی ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تو لوگوں کے درمیان ۲۳ سال تک دعوت والا کام کیا، ہمارا ایک بندہ ایسا بھی تھا کہ جس نے ساڑھے نو سو سال تک لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلایا، جس کو دنیا حضرت نوح ؑ کے

نام سے جانتی ہے،جس کواللہ تعالی نے فرمایا کہ ،،وَلَقَدُ اَرسَلنَا نُوحًا اِلٰی قَومِهٖ فَلَبِثَ فِیهِم اَلفَ سَنَةً اِلَّا خَمسِینَ عَامًا۔

بلکہ حضرت نوحؑ خودفرماتے ہیں ،رَبِّ اِنِّی دَعَوتُ قَومِی لَیلًا وَنَهَارًا ،اے اللہ میں نے اپنی قوم کودن میں بھی بلایا،رات میں بھی بلایا،اتنے گشت کیئے،اورلوگوں کوتیرے راستہ پرلانے کی کوشش کی مگرخودقرآن کہتاہے کہ ،وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّاقَلِیل ، کہ نوسوپچاس سال کی محنت کے بعد بہت کم انگلیوں پرگنے جانے کی بقدر لوگ ایمان لے آئے۔ پتہ چلا کہ اس راستہ میں تکلیفیں آئیگی ،اوراس کام کے کرنے والوں کومشکلات کا سامنا کرنا پڑتاہےتب جا کران کی محنت کارگرہوتی ہے۔

ہم دین کی محنت کے لئے بھیجے گئے

میرے بھائیو۔ہمیں دین کا کام کرنا چاہیئے ،اگرنہیں کرتے ہیں،تو آج سے ارادہ کریں کہ ہم بھی انشاءاللہ دین کا کام کریں گے،اس لئے کہ ہمارامشن ہی یہ ہے کہ ،اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِا لمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ ،تواگرہم اپنے بھائی کونمازکی طرف بلاناچاہتے ہیں ہم اپنے کسی بھائی کوبرائی سے روکناچاہتے ہیں اب دعوت کرتے کرتے ایک سال دوسال نکل گئے اوروہ نمازی نہیں بنا،یابرائی سے بازنہیں آیاتوہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم حضرت نوحؑ کواپنانمونہ بنائیں ،اگرکوئی آدمی شراب پیتاہےاللہ حفاظت فرمائے اگرکوئی آدمی بےنمازی ہے

،اگر کوئی آدمی بدنظری کا مریض ہے،اگر کوئی آدمی بے ایمانی کا مریض ہے، اس کو سمجھاتے رہیئے، سمجھاتے رہیئے، یہاں تک کہ آپ کی موت آجائے، اس میں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور ہم اس وجہ سے کام نہ چھوڑ دیں کہ وہ تو مانتا ہی نہیں ہے، نہیں ہمیں تو دعوت مرتے دم تک پہنچانی ہے۔

اللہ کے راستہ کی تکلیف اور اس کا علاج

اور اگر اللہ کے راستہ میں لوگ مانتے نہیں ہیں کوئی نمازی نہیں بن رہا ہے دل کو تکلیف ہو رہی ہے تو اس کا علاج قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ اگر آپ کی بات نہ ماننے کی بنا پر آپ کو تکلیف ہوتی ہو آپ کا دل گھٹتا ہو تو، فَسَبِّح بِحَمدِ رَبِّکَ وَ کُنُ مِنَ السَّاجِدِین وَاعُبُدُ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الیَقِینُ ، کہ جب تمہیں میرے راستہ میں تکلیف ہو تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے رب کی تسبیح پڑھلو اور سجدہ میں آجاؤ، اے محمد ﷺ جب تم سجدے میں آجاؤ گے تو ہم تم کو اپنی گود میں لے لیں گے۔

ہم نے سجدہ کو سمجھا ہی نہیں

اسی لئے فرمایا کہ بندہ جب سجدہ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالی کے بہت قریب ہو جاتا ہے دراصل ہم نے سجدے کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں، سجدے میں پیشانی کو

رگڑتے ہوئے ہماری پوری زندگی گزر گئی لیکن ایک سجدہ ایسا نہیں آیا جس نے ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا ہو، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی نماز کونماز بنانے کی کوشش ہی نہیں کی ، ورنہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب بندہ سجدہ میں جاتا ہےتو اللہ تعالی اس بندے کوگود میں لے لیتا ہے۔

سجدہ کرنا مولٰی کی گود میں جانا ہے

سجدہ مولیٰ کی گود میں جانے کا نام ہے، ایک بچہ روتا ہےاور دنیا کی ماں نام کی ایک شخصیت جب اس کواپنی گود میں لیتی ہے، یاباپ اس کواپنی گود میں لیتا ہےتو وہ بچہ بالکل خاموش ہوجاتا ہے، اب اسکوایسا لگتا ہے کہ میں صحیح جگہ آگیا ہوں یہاں کوئی میرا کچھ نہیں کرسکتا ہے، میرے بھائیو! سجدہ ایک ایسی عبادت ہے کہ ہرانسان دنیا کے تمام جھمیلوں میں جب وہ بےچین ہوجاتا ہے دنیا کی بےچینیوں میں بےچین ہوتا ہے سجدہ میں اللہ تعالی اس کواپنی گود میں لے لیتا ہے پھراس کوکتنا سکون آتا ہوگا یہ ہم سوچ سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نماز کے ذریعہ آدمی کوسکون ملتا ہے، مصیبتوں اور مشکلوں کا علاج یہ ہے کہ سجدے میں آکے پڑو، دیکھواس میں سکون آتا ہے۔

بےچینی کا علاج

دنیا کے جھمیلوں میں سکون کا علاج یہ ہے جس کوقرآن پاک نے بیان کیا کہ

،وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّاعَلَى الْخَاشِعِيْنَ، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو پتہ چلا کہ نماز سے ہی تمام تر مسائل حل ہونگے اسی طریقہ سے صاحب جلالین نے امام مسلمؒ کے حوالہ سے جناب نبی اکرم ﷺ کے باب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ، كَانَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ بَادَرَ اِلَى الصَّلٰوةِ، کہ جب حضور اکرم ﷺ کو کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو جناب نبی اکرم ﷺ نماز کی طرف چل پڑتے، بڑے بڑے مسائل ہمارے بزرگان دین اور ہمارے اسلاف نے نماز کے ذریعہ حل کروائے ہیں، دو رکعت پڑھو، اور خدا تعالی سے مانگ لو، جو ساری دنیا کو دینے والا ہے، بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا گیا کہ اگر لوگوں کے ستانے سے آپ کو تکلیف ہو تو آپ میری تسبیح پڑھیئے میرے سامنے سجدہ کیجئے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے یقین کا معنی ہے موت۔

موت یقینی چیز ہے

عربی والوں نے بھی کمال کر دیا کہ موت کا نام ہی یقین رکھ دیا اسلئے کہ دنیا میں موت سے بڑھ کر یقینی چیز کوئی نہیں، موت اتنی یقینی ہے کہ کسی کو نہ آتی ہو، ایسا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ موت کو بھی موت آئیگی، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، جبرئیلؑ کو بھی ایک سکنڈ کے لئے موت آنے والی ہے، حاملین عرش کو بھی ایک لمحہ کے لئے موت آئیگی، ایک لمحہ

ایسا آئیگا پوری کائنات کے اندر خدا تعالی کے سوا کوئی ذات زندہ نہیں رہے گی، کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجھَہٗ ، کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالاِکْرَام، اور کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ، میں تو سب آ گئے ،تو قرآن مجید انبیاء سابقین کے واقعات اس لئے ذکر کرتا ہے تا کہ آپ ﷺ کو تسلی ہو جائے کہ اے حضور ﷺ اگر مکہ کے مشرکین نے آپ کو ستایا ہے تو پہلے انبیاء کو بھی ستایا گیا اگر آپ کو چچا نے ستایا ہے تو نوحؑ کو تو ان کے بیٹے نے ستایا تھا فلاں نبی کو فلاں نے ستایا تھا، فلاں کو ان کے خاندان نے ستایا تھا آئندہ کل تراویح میں جو پارہ آئیگا اس میں تو اس طرح آیا ہے کہ، کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ الْمُرسَلِیْنَ کَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِیْنَ کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَیکَۃِ الْمُرسَلِیْنَ

مومن کبھی گھبراتا نہیں

باطل قوموں کے واقعات بار بار قرآن کریم ذکر کرتا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اے محمد ﷺ اور اے محمد کے پیروکارو! اور اے محمد کے شیدائیو! کہ پلک جھپتے ہی اگر تمہارے دشمن ترقی کر جاتے ہیں تو یہ کوئی نیا چکر نہیں ہے، بلکہ یہ شروع سے لیکر اب تک چلتا آیا ہے، باطل جب اٹھتا ہے، تو پوری آب وتاب کے ساتھ اٹھتا ہے، کوئی غلط چیز کوئی غلط بات جب اٹھتی ہے تو پوری آب وتاب کے ساتھ اٹھتی ہے، لیکن وہ پانی کے پرپوٹے کی طرح اٹھتی ہے، کہ اسکو پھونک مارو، تو وہ نیچے بیٹھ جائیگا اگر آپ

نے بالٹی میں واشنگ پاؤڈر ڈالا ہو،اور بالٹی میں پانی آدھا ہوتو ایسا لگے گا کہ پوری بالٹی بھر گئی ،اور ذراسی پھونک ماری یا تھوڑا سا پانی ڈالدو تو پورا کہ پورا پر پوٹا نیچے بیٹھ جا ئیگا۔اور یہ بات قرآن مجید نے حضورا کرم ﷺ سے بھی کہی ہے کہ ،وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا:

فتح مکہ کے موقع کی آیت ہے کہ کہدو کہ حق آ گیا اور باطل چھٹ گیا اور اصل مجھے یہ آیت سنانی ہے کہ ،اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ،کہ باطل کی شان ہی یہی ہے کہ وہ بہت جلدی ختم ہو جا تا ہے،اگر غلط دماغ دنیا میں کام کرتا ہے غلط پروپیگنڈہ دنیا میں کام کرتے ہیں غلط تحریکیں دنیا میں کام کرتی ہیں،اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے،وہ تو فنا ہونے کے لئے ہی آئے ہیں تو میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ نبیوں کے جو حالات قرآن کریم سنا تا ہےاور آج جس سورۃ کی تلاوت کی گئی یعنی سورہ انبیاء اس کا منشا حضور ﷺ کو تسلی دینا ہے۔

حضرت یونسؑ کے واقعہ کے ذریعہ تسلی

حضرت یونسؑ کے باب میں جو آیت پڑھی گئی وہ آپ نے سنی ہے،لیکن ہم غور نہیں کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم سے اکتا کر چلے گئے،اور مچھلی کے پیٹ میں ایک مدت تک رہے،الہ العالمین کے سامنے دست سوال دراز کر کے دعا فرمائی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ سُبحَانَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِینَ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حضرت

نوح علیہ السلام نے سمندر اور اس کے اندر مچھلی اور مچھلی کے اندر کا پیٹ تاریکی در تاریکی میں ہمیں پکارا، لیکن ہم ساتوں زمین اور اس کے نیچے رہنے والی آہٹ کو بھی سنتے ہیں، اور اس بندے نے ہمیں پکارا، ہم نے اسے نجات دیدی اے محمد ﷺ کے پیروکارو! اگر تم بھی ہمیں اسیطرح پکاروگے تو ہم تمہیں بھی نجات دیں گے:

دعا میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے

اور ہاں دیکھو۔ دعا میں دو چیزیں ضروری ہیں لگے ہاتھ یہ بھی آپ حضرات کو بتلادوں آپ حضرات نے سنا بھی ہوگا بلکہ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ جو بندہ اپنی دعا کے شروع میں یہ جملہ پڑھتا ہے، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنـتَ سُبحَانَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰالِمِین، اتنی دعا پڑھکر پھر آگے کی دعا مانگتا ہے سو فیصد اسکی دعا قبول ہو جاتی ہے اور دو چیزیں کیا ہیں وہ دو چیزیں یہ ہیں کہ اللہ کو ہی سب کچھ سمجھنا اور اس کے سپرد معاملہ کر دینا، اور دوسری بات اپنے قصور کا اعتراف کرنا، تو انشاء اللہ وہ دعا قبول ہو جائیگی۔ اور اس بارے میں حضرت یونسؑ کا واقعہ آیا ہے، اس میں انہوں نے جو دعا کی اس سے دو باتوں کا علم ہوتا ہے ایک تو، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنـتَ، ایک جملہ یہاں ختم ہوتا ہے اور دوسرا جملہ ہے، اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰالِمِین.

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنـت، اس کا مطلب یہ کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میرا کام بنانے والا میرا کام بگاڑنے والا مجھے روزی دینے والا میرے مسائل کو حل کرنے والا

میری مسئلہ (Matter) کو بہت جلد آسان (easy) بنادینے والا ،صرف اورصرف تو ہی ہے، اللہ تعالی جب اپنے بندے کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہیں ،تو اللہ تعالی کو بہت خوشی ہوتی ہے کہ میرے بندے نے اپنا مسئلہ (case) میرے حوالہ کردیا اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے نے معاملہ مجھے سونپ دیا تو اب مجھے کرنا ہی پڑے گا،اوردعا میں دوسری چیز کیا ہونی چاہئیے ،اپنی قصوری کا اعتراف،اپنے گناہوں کا عتراف ،اپنی برائیوں کا اعتراف، **انّی کُنتُ مِنَ الظّٰا لِمِین** ،اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں کہ اس کا کھانا حلال ہو، اس کا پینا حلال ہو، اس کی نقل وحرکت صحیح ہو، اس کا دماغ صرف خدا تعالی کی طرف چلتا ہو ، ورنہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، کہ بہت گڑگڑا کردعائیں کرتے ہیں ،لیکن حدیث پاک میں آیا ہے، کہ **مَطعَمُہٗ حَرَامٌ مَشْرَبُہٗ حَرَامٌ فَاَنّیٰ یُستَجَابُ لَه** ،اس کا لباس دیکھو تو بلیک کا وائٹ اور وائٹ کا بلیک کر کے کمایا ہوا ہے، اوراس سے کپڑے خریدے ہیں، یا حرام کمائی اس نے اپنے پیٹ میں ڈالا ہے، یا ایسے پیسے سے اس نے کوئی مشروب پیا ہے،تو پوری رات سجدے میں پیشانی رگڑتا رہے اور پوری زندگی دعا کرتا رہے اسکی دعا قبول نہیں ہونگی ،ملتزم سے چمٹ کر روئے ،کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑ کر روئے ،لیکن فاؤنڈیشن خراب ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

حلال لقمہ اعمال میں وزن پیدا کرتا ہے

حلال روزی کما کراور حلال روزی کھا کر اعمال میں جان پڑتی ہے، کتنی آیتیں ہیں کہ اللہ تعالی فرما رہا ہے کہ اے لوگو حلال غذا کھاؤ، ارشاد ہے **یَاَ ایُّھَا الرُّسُلُ**

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعمَلُوا صَالِحًا کہ اے رسولوں کی جماعت پاکیزہ غذا کھاؤ حلال کمائی سے حاصل شدہ کھانا کھاؤ، اور نیک اعمال کرو، پتہ چلا کہ آدمی کے عمل میں جان تب ہی پڑتی ہے، جب کہ آدمی کے منہ میں جانے والا لقمہ حلال کا ہو، یتیم کا مال دبایا ہو، اپنی بہن کا مال دبایا ہو، اپنے کسی کمزور اور مظلوم کا مال دبایا ہو، اگر اس قسم کا کچھ کمایا ہے، یا جھوٹ بولکر کمایا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوگی۔

مشکوک لقمہ کا وبال

بلکہ ایک حدیث پاک میں یہاں تک آیا ہے جس کو علامہ ابن نجیم مصریؒ نے الاشباہ والنظائر میں نقل فرمایا ہے، کہ اگر کسی نے ایک لقمہ مشکوک پیٹ میں ڈالا ہے تو چالیس دن تک اس کی نمازیں قبول نہیں ہوگی، مشکوک لقمہ بول رہا ہوں، حرام کا نہیں، اب اگر حرام کا لقمہ کھایا تو پھر کیا ہوگا اس لئے میرے بھائیو! کوشش یہ کرنی چاہئیے کہ ہمارا کھانا پینا سب حلال ہو، اور اس کا فاؤنڈیشن مضبوط ہو۔

حضرت آدمؑ نے بھی یہی جملہ کہا تھا

مجھے یاد آیا کہ حضرت آدمؑ نے بھی اسی قسم کے جملے کہے تھے، کیا کہا تھا؟ رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا وَاِن لَّم تَغفِرلَنَا وَتَرحَمنَا لَنَکُونَنَّ مِنَ الخَاسِرِینَ، دیکھو یہاں پر بھی یہی اقرار ہو رہا ہے اُدھر حضرت یونسؑ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ، اِنِّی کُنتُ مِنَ الظَّالِمِین: اے اللہ، میں ظالم لوگوں میں سے ہوں، مجھے تیرا جیسا حق ادا

کرنا چاہیئے ویسا میں نے نہیں کیا، اے اللہ جیسا تیری مخلوق کا حق ادا کرنا چاہیئے تھا میں ویسا نہیں کر سکا، حضرت یونس ؑ نے اتنی جامع دعا کی کہ فوراً آسمان سے آواز آئی کہ ،فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَهُ مِنَ الْغَمِّ ، کہ ہم نے حضرت یونس ؑ کی دعا قبول کی ،اور صرف دعا ہی قبول نہیں کی ، بلکہ ہم نے اُنہیں غم سے نجات دلا دی اور ہم نے ان کے غم کو دور کر دیا کیوں اس لئے کہ دل سے دعا کی تھی۔

ہمارے لئے یونس ؑ کا قصہ باعث تسلی ہے

ذرا تھوڑا سا اس پر رک جائیے کہ ہماری زندگیاں پوری کے پوری غم سے بھری ہوئی ہیں، کسی کو اولاد کا غم ہے، کسی کو اپنی روزی روٹی کا غم ہے، کسی کو اپنی کرسی کا غم ہے کسی کو اپنے عہدہ کا غم ہے، کسی کو اپنی فیکٹری کا غم ہے، کسی کو اپنے مکان کا غم ہے، یہ دنیا پوری غم سے بھری ہوئی ہے، فکروں سے بھری ہوئی ہے، اللہ تعالی کی یہ آیت ہمیں تسلی دلاتی ہے، حضرت یونس ؑ کا واقعہ ہمیں تسلی دلاتا ہے، آگے کی آیت پڑھیئے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ، وَكَذَالِكَ نُنجِي الْمُؤمِنِينَ ، کہ ہم نے صرف یونس ؑ کو چھٹکارا دیا ہو، ایسا نہیں ہے ہم موسیٰ ؑ عیسیٰ ؑ یونس ؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی چھٹکارا دیں گے اور کسی کو نہیں ایسی بات نہیں ہے۔

،اے میرے بندو !اگر تم بھی ایمانی جذبات کے ساتھ میری بارگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے تم بھی یونس ؑ کے جذبات سے بھرے ہوئے جذبات کے ساتھ مجھ سے دعائیں کرو گے تو ہم تمہیں بھی نجات دیں گے ، وَكَذَالِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ،ہم ایسا ہی

ایمان والوں کو چھٹکارا دیتے ہیں، ہم اہل ایمان کو کتنی تسلی ہورہی ہے ایک مومن کو جب اس کے رب کے اس طرح محبت بھرے کلمات سنائے جاتے ہیں تو اس کو کتنا مزا آتا ہے۔ سبحان اللہ

دعا کرنے کا طریقہ

میرے بھائیو۔ اصل میں خدا تعالی کے سامنے ہمیں دعا کرنے کا طریقہ آنا چاہئیے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ تو سنو، جب خدا تعالی کے سامنے دعا کرنے بیٹھو تو اللہ تعالی کی خوب بزرگی بیان کرو۔ اللہ تعالی کی خوب حمد وثنا بیان کرنی چاہئیے اگر عربی میں نہیں آتی ہے تو انگلش میں کہو، اور یہ بھی اللہ تعالی کی قدرت ہے کہ اللہ تعالی تمام زبانوں کو جانتے ہیں اس نے ارشاد فرمایا ،وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اِخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ ۔کہ تمہیں بھی اللہ تعالی نے پیدا کیا، اور زبانیں نے بھی اللہ تعالی نے ہی پیدا کیں، اپنی انگلش زبان میں، اپنی اردو زبان میں، اپنی گجراتی زبان میں، اپنی عربی زبان میں، اپنی اپنی زبان میں اللہ تعالی کی تعریف کرو اللہ تعالی اس کو بھی جانتا ہے، اور کم ازکم سورۃ فاتحہ کی ابتدائی آیات پڑھ لو جس میں اللہ تعالی نے اپنی تعریف کرنے کا طریقہ بتلایا ہے ارشاد ہے ،**الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم ،مالک يوم الدين** ، یہ آیات اللہ تعالی کی تعریف کے اوپر مشتمل ہیں اور پھر جناب نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھو، اور پھر اللہ تعالی کے سامنے رونا چاہئیے، گڑگڑانا چاہئیے، خدا تعالی کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنا چاہئیے۔

اللہ تعالی کو دو قطرے بہت پسند ہیں

اللہ تعالی کو اپنے بندے کا آنسو بہت پسند ہے اللہ تعالی کو دو قطرے بہت پسند ہیں، اللہ تعالی اس قطرہ کو عزت اور منزلت کی نگاہ سے اٹھاتا ہے وہ کونسے دو قطرے ہیں؟ کسی جیوس کا قطرہ، یا اپنی محبوبہ کی یاد میں بہایا ہوا قطرہ نہیں، بلکہ روایت میں آیا کہ ،عَیۡنٌ بَکَتۡ مِن خَشۡیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی. وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے سامنے رات کی تنہائی میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے گناہوں کو یاد کر کے ایک قطرہ آنسو کا اس نے ٹپکایا ہو، اس کا یک قطرہ ٹپکتا نہیں ہے کہ آسمان سے معافی نامہ آجاتا ہے، اور یہ قطرہ جہاں تک جائیگا جہنم کی آگ اس کو چھو نہیں سکتی، ایک تو یہ قطرہ ہے جس کو خدا بڑا پسند کرتا ہے۔ اور دوسرا قطرہ اس شہید کا ہے جو اللہ کے راستہ میں نکل پڑا ہو، اور اپنی جان کی بازی لگادی ہو، اس کے خون کا قطرہ ابھی گرتا نہیں ہے کہ آسمان کے فرشتے اسکے خون کے قطرہ کا استقبال کرنے کے لئے آجاتے ہیں، آج ہم نے رونا چھوڑ دیا اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ بہت ہی بے چینی کے ساتھ مرکز نظام الدین پر فرمایا کرتے تھے کہ اس امت نے خدا تعالی کے سامنے رونا چھوڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خدا تعالی کی نوازشوں سے محروم ہوتی جارہی ہے۔

دعاؤں میں رونا کیوں نہیں آتا؟

اور ہمیں اپنی دعاؤں میں رونا کیوں نہیں آتا ہے؟ اسکی وجہ بھی بتلا دوں

حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندوی ؒ ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ میں سے اکثر ان کے نام سے بھی واقف ہونگے ، وہ حضرت تھانویؒ کے ایک واسطہ سے خلیفہ اجل ہیں، اللہ تعالی ہمارے بزرگان دین کی قبروں کو نور سے منور فرمائے (آمین) ان سے ایک صاحب نے آ کر شکایت کی کہ حضرت میں بہت چاہتا ہوں کہ دعا میں روؤں، لیکن رونا نہیں آتا ہے، اور ہم بھی کوشش کرتے ہیں کہ روئیں لیکن رونا نہیں آتا ہے۔ فرمایا کہ اپنی نگاہ کی حفاظت کرو، تمہارا دل نرم ہو جائیگا، اور پھر تمہیں خدا تعالی کے سامنے رونا آ جائیگا، یہ تو بزرگ کا چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن اس سے کیا پتہ چلا کہ بدنگاہی کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے، ٹیلی ویزن دیکھ دیکھ کر، اور اجنبی عورتوں کو دیکھ دیکھ کر، اور نا محرم عورتوں کو دیکھ دیکھ کر، لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر، اور ایڈ وٹائس پر آنیوالی لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر، آنکھ کے ذریعہ دل کے اندر ان چیزوں کی محبت داخل ہوتی ہے، اور جب ان چیزوں کی محبت داخل ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالی کی محبت نکل جاتی ہے، اور سخت دل آدمی کو کبھی رونا نہیں آتا، اس لئے دل کو نرم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اکہ اگر دعاؤں میں رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی شکل بنانی چاہیئے، اور ہم تو ایسا مانگتے ہیں جیسے کہ کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے اور یہ سمجھ کر اٹھ جاتے ہیں کہ اب خدا تعالی چاہے گا تو دیگا، نہیں چاہے گا تو نہیں دیگا، دیا بھی تو کیا اور نہیں دیا بھی تو کیا، ہم تو لندن میں

آ کر بسے ہوئے ہیں، ہندوستان والے مانگیں، پاکستان والے مانگیں، بنگلہ دیش والے مانگیں، ہمیں کیا ضرورت ہے، ہمیں تو ڈیوٹی پر بھی جانے کی ضرورت نہیں ہیں، جا کر فرائیڈے کو دستخط کریں گے، سرکار کے داماد ہی بن کر جو آئے ہیں۔

حضرت وستانوی کا ملفوظ

آج کل ہمیں خدا سے مانگنے میں مزا نہیں آتا، اس لئے نہیں آتا ہے کہ دنیا کی سرکاروں پر ہمارا یقین بیٹھ گیا ہے ایک مدرسہ کے بہت زبردست مہتمم ہیں میں ان کا نام نہیں لے رہا ہوں وہ ایسا کہتے ہیں کہ جب مدرسے کے خزانہ میں پیسہ ختم ہو جاتا ہے تو مجھے خدا تعالی کے سامنے مانگنے میں بڑا مزا آتا ہے، میں نام بھی لے لوں ہمارے ہی مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی فرماتے ہیں کہ جب مدرسہ کے خزانہ میں پیسہ ختم ہو جاتا ہے اور اکاؤنٹ میں پیسہ نہیں رہتا ہے تو پھر مغرب کی نماز کے بعد دعا کرنے کا ان کا معمول ہے اس میں بڑا مزا آتا ہے۔

میں نے کہا کہ حضرت ایسا کیوں؟ فرمایا کہ پیسہ نہیں ہے اس لئے، اب جب پیسہ نکل گیا تو اب مانگنے میں بڑا مزا آتا ہے ابھی دعا پوری نہیں ہوئی کہ کہیں نہ کہیں سے پیسوں کا انتظام ہو جاتا ہے، وہ تو چھپن کروڑ نہیں اس سے بھی چار گنا بڑھا کر دے سکتا ہے، اللہ اتنا دیگا کہ لیتے لیتے تھک جاؤ گے۔ اور ایسا کہنا پڑیگا کہ اللہ میاں بہت ہو گیا۔ اور ایسا ان کے ساتھ بہت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی وقت پر ان کی ضرورت پوری فرما

دیتے ہیں زندہ دل ولی ہے اللہ تعالی ان کی قدر دانی کی ہمیں توفیق عنایت فرمائے آمین۔اللہ تعالی نے انہیں عجیب صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

گناہوں کا اقرار صرف زبان پر ہے

لیکن میرے بھائیو۔بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم دعا نہیں کرتے ہیں ہمیں دعا کا اہتمام کرنا چاہئیے ،اس آیت میں کہا گیا کہ، لَا اِلٰـهَ اِلَّآ اَنتَ سُبحَانَکَ اِنـیِّ کُـنـتُ مِنَ الظَّالِمِین ،اللہ تعالی کی بزرگی بیان کرنی چاہئیے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا چاہئیے آدمی جب اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے تو اس کے معافی کا لگ بھگ اعلان ہوجاتا ہے،اصل میں بات یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے گناہوں کا اقرار نہیں کرتے ہیں ، مجھے معاف کرنا میں اسی طرح ڈنکے کی چوٹ پر کہنے کا عادی ہوں، ہم اتنا تو دعاؤں میں کہتے ہیں کہ اے اللہ مجھے معاف کرنا میں اقراری مجرم ہوں لیکن یہ جملہ صرف زبان پر ہے دل میں نہیں ہے، اب آپ کہو گے کہ نیت پر حملہ کرتے ہو، میں نہیں کہتا ہوں بلکہ ہمارے اعمال ایسا بتا رہے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو گنہ گار سمجھا ہی نہیں، آدمی جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ لیتا ہے تو وہ اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

دو چار دن پہلے میں نے ایک جملہ کہا تھا کہ اگر گناہ کرنے کے بعد آدمی کو احساس ہوجائے تو آدمی کی زندگی میں تبدیلی آجاتی ہے،وہ اپنی زندگی میں سدھار لانے کی

کوشش کرتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اے اللہ بہت گنہگار ہوں، دن میں کیئے ہوئے، رات میں کیئے ہوئے، اندھیرے میں کیئے ہوئے، انجان کر کیئے ہوئے، جان کر کیئے ہوئے سب گناہوں کو معاف فرما، لیکن المیہ یہ ہے کہ یہ سب جملے عام روٹین کی طرح ہو گئے ہیں، دل میں اسکی حقیقت نہیں اتری ہے۔

دل کا اقراری کبھی محروم نہیں ہوتا

اگر گنہگار اپنے دل میں یہ داعیہ اور جذبہ پیدا کر لے کہ میں بہت بڑا گنہگار ہوں، میں بہت بڑا پاپی ہوں، میں بہت بڑا مجرم ہوں، تیس سال، پینتیس سال، چالیس سال اللہ تعالی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کی نافرمانی میں گزارے ہیں تو پھر وہ اپنی زندگی سدھارنے کی بھی کوشش کرتا ہے، تو اگر کوئی آدمی اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، سورہ توبہ گیارھویں پارہ کے اندر ایک آیت آئی کہ ،وَاٰ خَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا ۔(کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا اور نیک اعمال کیئے) کتنی پیاری آیت ہے، اور عربی زبان کی کتنی نزاکت ہے، کہ اقرار کو اعتراف کہا، اس لئے کہ اقرار وہی کرتا ہے جو گناہ کی معرفت رکھتا ہے، یعنی گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے، اگر وہ گناہ کو گناہ سمجھ کر نہ کرتا تو اس کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی، شیطان نے اسکی نظر میں گناہ کو گناہ بتلایا ہی نہیں، تو وہ تھوڑی گناہ سمجھے گا، تو فرمایا کہ کچھ لوگ وہ

ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، باوجود یہ کہ وہ کچھ اچھے اعمال بھی کرتے ہیں، **خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا**، کہ وہ کچھ اچھے اعمال بھی کرتے ہیں اور کچھ برے بھی اعمال کرتے ہیں۔

دیکھو ملے جلے اعمال ہیں، کچھ نماز بھی پڑھ لی کچھ روزہ بھی رکھ لیا، کچھ صدقہ زکوۃ بھی دیدی، کچھ غلطی بھی ہوگئی، کچھ گناہ بھی ہو گیا لیکن وہ اپنی غلطی کا اقرار بھی کرتا ہے، تو گیارھواں پارہ کھول کر پڑھ لو، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں، **عَسَى اللّٰهُ اَن يَّتُوبَ عَلَيهِم**، کہ اللہ تعالی ان لوگوں کو جو اپنے جرم کا دل سے اعتراف اور اقرار کرتے ہیں ضرور معاف فرمائیگا۔ قرآن مجید میں، عَسٰـــــی، یقین کے لئے آتا ہے اس لئے ہم ترجمہ ایسا ہی کریں گے اللہ تعالی یقیناً ان لوگوں کو معاف کردے گا، ان لوگوں کو جو مخلوط (mix) عمل کرتے ہیں، اچھے اعمال بھی کرتے ہیں اور برے اعمال بھی کرتے ہیں لیکن وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، قرآن مجید بشارت دے رہا ہے کہ اللہ تعالی ایسے لوگوں کو معاف کردیگا، اس لئے کہ اللہ تعالی تو معاف کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

سب سے پر امید آیت

مفسرین نے لکھا ہے کہ ، **هٰذِهٖ اَرجٰی آيَةً فِی القُراٰنِ الكَرِيم**، کہ لوگوں کو اگر کوئی زیادہ امید دلانے والی آیت کریمہ ہے تو وہ یہ آیت ہے، یہ تو ایک

آیت ہے، کتنی بڑی آیت ہے، علماء نے لکھا کہ پورے قرآن پاک میں اگر لوگوں کو تسلی دینے والی اور لوگوں کو امید دلانے والی لوگوں کو خوش کرنے والی اگر کوئی آیت ہے تو وہ یہ آیت کریمہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ میرے بھی اور آپ کے بھی کچھ اعمال اچھے بھی ہیں، اور کچھ برے بھی ہیں، برے اعمال جب نظر پڑتی ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ کبھی جنت میں نہیں جائیں گے، لیکن یہ آیت کریمہ ہمیں امید دلا رہی ہے کہ اگر برے اعمال بھی ہیں، اور توبہ کرلی، تو اللہ تعالی ہمیں معاف کردیگا، اللہ تعالی ہم سب کو جناب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے سبق لینے کی توفیق نصیب فرمائے ۔۔امین،

انبیاء کرام کے واقعات پڑھنے چاہئیے

سورہ انبیاء میں جن انبیاء کرامؑ کے واقعات سنائے گئے ہیں حقیقت یہی ہے اللہ تعالی فرمانا چاہتے ہیں کہ ہمارے جو انبیاء ہیں وہی سب سے بڑے نمونے (Ideal) ہیں، اور محمد عربی ﷺ کو کہا گیا ہے اگلے نبیوں کی اقتدا کیجئے، اس لئے ہمیں نبیوں کے حالات پڑھنے چاہئیے، اس مضمون کی بھی کتابیں ملتی ہیں کسی کے گھر میں جاؤ تو کہتا ہے کہ مفتی صاحب یہ اپنے بچے کے لئے کہانیاں (Storys) رکھی ہوئی ہیں، ناولیں ہیں، افسانے ہیں، اپنے بچوں کو انبیاء کی اسٹوری سناؤ، قرآن پاک نے ساتویں پارہ کے اندر ایک رکوع پورا ذکر کیا ہے، اس میں نبیوں کے قصے ذکر نہیں

کئے ،لیکن نام لیکر فرمایا ،اوراخیر میں کہا کہ اُوْلَـئِکَ الَّـذِیـنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَـدِهْ کہ یہ نبیوں کی جماعت ہے،جن کو اللہ تعالی نے ہدایت دی تھی ،لہذا تم ان کی پیروی کرو،اس لئے ہم سب کو بھی چاہئیے کہ ہم نبیوں کی سیرت اوران کے قصوں کو پڑھیں ،اوراس کی کتابیں انگریزی میں بھی ہیں، گجراتی میں بھی ہیں،ہم لوگ ان سب کو پڑھیں، کہ وہ لوگ اللہ تعالی کے کیسے پاکیزہ بندے تھے، انھیں دین کی خاطر کتنا ستایا گیا، اس کلمہ کی خاطر انہیں کتنا ستایا گیا ،لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے پھر اللہ تعالی نے انہیں بلند مقامات سے نوازا ،انکی مانگی ہوئی تمام دعائیں قبول کی ،اگر ہم بھی انکی پاکیزہ تعلیمات پر عمل کریں گے تو پھر انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہمارے لئے وہ آیت ہے کہ ،وَمَن یُطِعِ اللّٰـهَ وَرَسُولَه فَأُوْلَٰئِکَ انعَمَ اللّٰهُ عَلَیهِم مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِین , وَحَسُنَ اُوْلَئِکَ رَفِیقاً ۔ لہذا میں آپ حضرات سے کہوں گا کہ اپنے گھروں میں نبیوں کے قصے پڑھ کر سنائیں صحابہ کرام کے حالات پڑھ کر سنائیں۔

حیاۃ الصحابۃ ،کتنی محنت سے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے لکھی ہے، ہم اسکی تعلیم نہیں کرتے ہیں، ہم اسکو پڑھ کر نہیں سناتے ہیں، حضرت جی روزانہ مرکز پر اس کی تعلیم کرتے تھے ،کتنی محنت کر کے کتاب لکھی گئی ہے،لھذا ہمیں خود بھی پڑھنی چاہئیے ،اوراپنے بچوں کو بھی پڑھ کر سنانی چاہئے میں اپنی ماں بہنوں سے بھی کہوں گا

کہ اپنے بچوں کے سامنے بزرگان دین اور صحابہ کرام کے نیز رسولوں کے قصے بیان کریں۔تو پھر انشاءاللہ بچوں کی سلیٹ (Slate) پر سب سے پہلے نبیوں کے اخلاق لکھے جائیں گے، پھر انشاءاللہ ان بچوں کا نیچر (Nature) اسلامی بنے گا،اور اس میں کچھ گھبرانے کی بات نہیں، آپ اس کو ڈاکٹر (doctor) بنوالو سائنس داں بنوالو انجینئر بنوالو وہ انشاءاللہ دنیا کے آرو پیوں میں نہیں آئے گا،اس لئے کہ اس کے دل پر انبیاء کرامؑ کے قصے ثبت ہو چکے ہیں،اللہ کرے کہ ہم ان انبیاء کرامؑ کی راہ پر چلنے والے بنیں۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد و بارک وسلم

واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

آسمان پر اڑنے والے پرندہ کو دیکھئے، سائنس ایک طرف یہ حقیقت پیش کرتی ہے، ، کہ زمین کے اندر چیزوں کو کھینچنے کی طاقت ہے، پتہ چلا کہ آپ اپنے جیب میں سے قلم کو لیکراس کواو پر اڑائیں زمین اس کواپنی طرف کھینچتی ہے،لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا بڑا پا ور دیا کہ کروڑوں، اربوں اور کھربوں ٹن، اورمن کا ہوائی جہاز آسمان پر اڑتا ہے،لیکن زمین کی مجال نہیں ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچ سکے،سائنس ایک طرف یہ حقیقت پیش کرتی ہے کہ پانی کی سطح پر جتنی باریک،اور ہلکی لائٹ اور وائٹ چیز ہوگی،تو وہ تیرتی ہےاور جتنی وزندار چیز ہونگی،تو وہ ڈوب جائے گی لیکن اللہ تعالی نے انسان کواتنا پاور دیا کہ کروڑوں ٹن کی اسٹیمر پانی کی سطح پر چلتی ہے پانی کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کو اپنے اندرغرق کردے اللہ تعالی کا نظام ہے سائنس یہاں مارکھاجاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان اپنی قیمت پہچانے

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ با للہ من شرور انفسنا ومن سیئا ت اعما لنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلاھا دی لہ، ونشھد ان لا الہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسو لہ ،صلی اللہ علیہ وعلی اٰلہ و اصحا بہ، وبا رک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا:

اما بعد فاعوذبا للہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ،وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی اٰدَمَ وَحَمَلنٰھُم فِی البَرِّ وَالبَحرِ، وَرَزقنٰھُم مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلنٰھُم عَلٰی کَثِیر مِمَّن خَلقنَاتَفضِیلًا:

،وقال تعالیٰ یَو مَ نَدْعُوْکُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ، فَمَنْ اُوْتِیَ کِتَا بَہٗ بِیَمِینِہٖ فَاُؤلٰٓئِکَ یَقْرَءُ وْنَ کِتَا بَھُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیلًا. وقال تعا لی وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طَا ئِرَہٗ فِی عُنُقِہٖ، وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْ مَ الْقِیا مَۃِ کِتَا بًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا:

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشاھدین والشا کرین والحمد للہ رب العالمین۔

عالم بہت سارے ہیں

معزز بھائیو بزرگو اور دوستو:۔ اللہ رب العزت نے دنیا میں اربوں کھربوں سیکڑوں اور ہزاروں مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، لیکن سب سے بہتر اور سب سے بلند تر اور عظیم الشان اگر کسی کو بنایا ہے تو وہ انسان ہے، ہم سورہ فاتحہ میں پڑھتے ہیں، **الحمد لله رب العالمين**، تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے پتہ چلا کہ جہاں اور دنیا کوئی ایک چیز نہیں ہے، دنیائیں بھی بہت ہیں، جانوروں کی دنیا الگ ہے، کیڑے مکوڑوں کی دنیا الگ ہے، جناتوں کی دنیا الگ، فرشتوں کی دنیا الگ، درختوں کی دنیا الگ؛ سمندروں کی دنیا الگ، دنیائیں بہت ہیں، اسی لئے تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ؛ **الحمد لله رب العالمين** : کہ اللہ تمام جہانوں کا رب ہے۔

اسی طریقہ سے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ؛ **لَه مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرضِ وَمَا بَینَهُمَا وَمَا تَحتَ الثَّرٰی** :اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی مخلوقات آسمانوں میں بھی ہیں بہت سی مخلوقات زمینوں میں بھی ہیں، اور بہت سی مخلوقات آسمانوں اور زمینوں کے بیچ میں بھی ہیں، اور بہت سی مخلوقات **تحت الثرى** زمین کے نیچے بھی ہیں، مٹی کے نیچے ہیں، سمندر میں بھی ایک نہیں سیکڑوں مخلوقات ہیں، مختلف قسم کی مچھلیاں، اور مختلف قسم کے مینڈک ہیں، آپ میوزیم میں گئے ہونگے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ سانپ ایک زہریلا جانور ہے، لیکن اس کی قسمیں بہت زیادہ ہیں، آپ دیکھئیے ،ایک پرندہ اور اس ایک پرندہ کی اتنی قسمیں ہیں کہ آدمی حیرت میں پڑجائے، کہ کوا کتنی

قسم کا ہے، اور یہ فلاں پرندہ کتنی قسم کا ہے، اور وہ پرندہ کتنی قسم کا ہے اللہ تعالی نے بہت مخلوقات پیدا فرمائی ہیں۔

سب کو انسان کے تابع بنایا

لیکن ان تمام مخلوقات کو اللہ تعالی نے انسان کے تابع بنایا، حتی کہ ان مخلوقات کے اندر دو بڑی بڑی مخلوق آسمان اور زمین ہیں، ان کو بھی اللہ تعالی نے انسان کا خادم بنایا، تمام مخلوقات میں پہلے تو دو بڑی مخلوق ہیں، آسمان اور زمین، لیکن یہ آسمانوں اور زمینوں کو بھی حق تعالی شانہ نے انسان کے تابع فرمایا، سورج اور چاند کو بھی انسان کا خادم بنایا، سورج کی جسامت اور سورج کی قدامت اور سورج کی ہائٹ اور سورج کا قد کتنا لمبا کتنا چوڑا ہے۔ لیکن اس کو بھی اللہ تعالی نے اس کو ہمارے تابع کیا ہے، ارشاد ہے کہ: وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ: اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے سورج اور چاند کو ایسا تابع کر دیا کہ وہ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

اور سورج گزشتہ سال کی اس تاریخ میں جتنے بجے نکلا تھا، آج کی تاریخ میں بھی اتنے ہی بجے نکلے گا، ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا ہے، اسی لئے تو نمازوں کی دائمی تقویم بنتی ہے، آپ نے ہندوستان میں دیکھا ہوگا کہ دائمی تقویم بنتی ہے، دائمی تقویم کا مطلب ہوتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کہ فلاں مہینہ میں فلاں تاریخ کو سورج جتنے بجے نکلا تھا، قیامت کی صبح تک کے لئے سورج اس مہینہ کی اسی تاریخ کو اسی وقت نکلے گا، وہ ایک سیکنڈ کے لئے بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا ہے۔ چاند بھی اتنے ہی بجے نکلے گا، اور اللہ تعالی نے اس کو مکمل انسان کے تابع بنایا ہے انسان کی سوچ کے مطابق کبھی رات

لمبی اور کبھی دن لمبا کبھی رات چھوٹی، اور کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے حق تعالی شانہ نے انسان کے لئے اس کے نظام کے مطابق اور اسکی مصلحت کے مطابق سارا نظام جاری فرمایا سورہ رحمٰن میں ہم پڑھتے ہیں ؛اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ: کہ یہ ستارے اور یہ درخت اور یہ جتنے بھی شمس وقمر ہیں، میں نے تمہارے لئے پیدا کیا: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَا زِلَ: اور ہم نے چاند کے لئے منزلیں طے کر دیں۔

انسان چاند کے ذریعہ سبق حاصل کرے

اور بہت سے علماء کرام نے لکھا ہے کہ آدمی اگر اپنے کو سدھارنا چاہے اور اگر آدمی اپنی زندگی کی حقیقت کو سمجھنا چاہے تو وہ چاند کے ذریعہ اس دنیا کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے کیسے؟ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

اَلْمَرءُ کَالْهِلَا لِ وَضَوئِهٖ
يَبْدُو اَوَّلَ الشَّهرِ ثُمَّ يَغِيْبُ

کہ انسان پہلے دن کے چاند اور اس کی روشنی کے مانند ہے چاند پہلے دن نکلتا ہے تو بہت چھوٹا بہت باریک ہوتا ہے، کچھ لوگوں کو نظر آتا ہے اور بہت سے لوگوں کو نظر نہیں آتا ہے۔ اور تھوڑی دیر انکے لئے نظر آکر وہ چھپ جاتا ہے، انسان بھی جب دنیا میں آتا ہے تو بہت چھوٹا سا ہوتا ہے، کبھی کبھی اس کو گلاس میں رکھنا پڑتا ہے، اس کو سامنے بہت کم لایا جاتا ہے، اس کو اڑھا کر، رومال یا کمبل اڑھا کر اور بلینکٹ اڑھا کر، اس کو چھپا کر رکھا جاتا ہے، پھر چاند دوسرے دن تھوڑی دیر کے لئے باقی رہتا ہے اور اس کے بعد چاند بڑا ہوتا ہے، انسان بھی بڑا ہوتا ہے، اور اس کے بعد چاند

غروب ہوجاتا ہے تو انسان بھی اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔
جناب نبی کریم ﷺ کو سیٹلائٹ کا زبردست علم دیا گیا تھا، سبحان اللہ، مجھے ایک حدیث یاد آرہی ہے، چونکہ حضور ﷺ سمجھانے کے لئے آسان طریقے اختیار فرمایا کرتے تھے، صحابہ کرام نے فرمایا کہ : کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی العِشَاءَ لِسقُوطِ القَمَرِ لِثَا لِثَة: کہ آپ ﷺ کا معمول تھا، کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز ہر مہینہ کے تیسرے دن چاند کے چھپ جانے کے وقت پڑھتے تھے، جب چاند تیسری رات میں چھپ جاتا تھا تو اسوقت پڑھتے تھے، اس میں بہت سے علوم آ گئے ہیں، یہ روایت چھوٹی سی ہے، لیکن فلکیات کی کھوج لگانے والوں نے اور ستاروں کے ریسرچ کرنے والوں نے، اس پر بڑا لمبا چوڑا تفصیلی کلام کیا ہے، بہرحال حضور ﷺ کے عشاء کی نماز پڑھنے کا وقت بتایا گیا۔

ستاروں میں انسان کے منافع

مجھے تو یہ سمجھانا ہے کہ اتنا بہترین چانداور اتنا بہترین سورج اور اتنی بڑی مخلوقات، سب کے سب انسان کے تابع بنادی گئی ہیں، یہ ستارہ چھوٹا موٹا نہیں ہے، لیکن اگر موبائل یا اس کا ٹاور، یا سمندر میں کشتی چلانے والا، یہ سب کسی ستارے کو دیکھ کر ہی راستہ کو پکڑتے ہیں، ستارے کے بغیر کوئی سیٹلائٹ سیٹ کی ہی نہیں جاسکتی، یہ ٹکنالوجی، اور یہ کمیونیکشن، اور دنیا میں جتنی بھی ترقی ہونے والی ہے، بڑے سیدھے سادھے، سمپل اور ایزی انداز میں ۱۴۲۷ سال پہلے باری تعالی نے فرمادیا تھا، کہ میں نے ستاروں کو جو پیدا کیا ہے، اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ستاروں کے ذریعہ آدمی اپنی منزل پر پہنچے، یہ

نئے رڈار اور آج کل جو نئی ریسرچ نکلی ہے، اس کو کون چیک کرتا ہے، یہ سیٹلائٹ ہی چیک کرتا ہے، اور یہ ہوائی جہاز کو اڑانے والا ایک ہوائی جہاز کی فلائٹ پر بیٹھ جاتا ہے اور کفن باندھ کر بیٹھنا پڑتا ہے، آسمان پر تو کوئی نشانی (Signal) نہیں ہے، کہ یہاں سے چار راستہ جاتے ہیں، یہ راستہ فلاں جگہ جائے گا۔ یہ راستہ فلاں جگہ جائیگا، ستاروں کے ذریعہ ہی پائلیٹ پورا کنٹرول کرتا ہے۔ اور وہ ہوائی جہاز کو پروگرام کے مطابق پہنچادیتا ہے۔

سائنس پر تعجب قرآن سے دوری ہے

حق تعالی شانہ نے تمام چیزوں کو بیان کردیا، چونکہ ہم کو قرآن پاک کا علم نہیں ہے، اس لئے ہمیں معلوم بھی نہیں ہے، احادیث طیبہ سے واقفیت نہیں ہے، اسلام کی خوبیوں کا علم نہیں ہے، اس لئے جب بھی ذرا کسی نے ریسرچ پیش کی تو ہم لوگوں کی آنکھیں ہکا بکا رہ جاتی ہیں، کہ اوہو کہ ان لوگوں نے کتنی بڑی ریسرچ کرڈالی ہے۔

ارے میرے بھائی۔ قرآن نے بہت پہلے ہی اس کا چلینج کردیا تھا، قرآن پاک نے قیامت تک آنے والی تمام مخلوقات کو ایک چھوٹے سے جملہ میں فرمایا کہ وَيَـخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : اللہ تعالی قیامت تک ایسے ایسے اسباب، اور، وسائل کو پیدا کرتا رہے گا، جس کو تم نے سوچا بھی نہیں ہوگا اللہ تعالی نے چھوٹی سی آیت میں فرمایا کہ؛ وَيَخلُقُ مَا لَا تَعلَمُون : عربی زبان کے جاننے والے جانتے ہیں کہ:ما : ے لفظ میں عموم ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم بہت سی چیزوں کو پیدا فرمائیں گے، جن کو تم جانتے بھی نہیں ہونگے، جیسا جیسا زمانہ اور جیسے جیسے زمانہ کی ضروریات آئیگی، ویسے

ویسے اللہ تعالی چیزوں کو پیدا فرمائیں گے، پہلے زمانہ میں لوگوں کو کمیونیکشن کی بھی اتنی زیادہ ضرورت نہیں تھی، پہلے زمانہ میں لوگوں کو اخبار کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، پہلے تو ضرورتیں بھی زیادہ نہیں تھیں، اس زمانہ کے اعتبار سے اونٹ خچر تھے، اس لئے کہ پہلے زمانہ میں ٹکنالوجی اتنی زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی۔ اس لئے راستے بھی بہترین نہیں تھے، اس زمانہ کے اعتبار سے تھا، جیسا جیسا زمانہ ویسے ویسے ریسرچ آگے بڑھتے چلی گئی، اور اللہ تعالی اس اعتبار سے دنیا کی مخلوقات کو پیدا فرماتے چلے گئے۔

مخلوقات الٰہی میں انسان کی رسائی

لیکن یہ ساری مخلوقات انسان کے تابع ہیں، انسان کو اللہ تعالی نے اتنا بڑا مالک بنایا ہے، اتنا زبردست کمال رکھنے والا، اور کتنی بڑی ملکیت رکھنے والا بنایا ہے کہ وہ زمین کے ساتویں حصہ تک جا کر اندر کے سونے کو اندر کے پیٹرول کو بھی اگر نکالنا چاہے، تو خدا کو اسے کوئی ٹیکس ادا کرنا نہیں پرتا ہے۔

سائنس مار کھاتی ہے

آسمان پر اڑنے والے پرندہ کو دیکھئے، سائنس ایک طرف یہ حقیقت پیش کرتی ہے، کہ زمین کے اندر چیزوں کو کھینچنے کی طاقت ہے، پتہ چلا کہ آپ اپنے جیب سے قلم کو لیکر اس کو اوپر اڑائیں تو زمین اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے، لیکن اللہ تعالی نے انسان کو اتنا بڑا پاور دیا کہ کروڑوں، اربوں اور کھربوں ٹن، اور من کا ہوائی جہاز آسمان پر اڑتا ہے، تو زمین کی مجال نہیں ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچ سکے؟

سائنس ایک طرف یہ حقیقت پیش کرتی ہے کہ پانی کی سطح پر جتنی باریک اور ہلکی لائٹ اور وائٹ چیز ہوگی، تو وہ تیرتی ہے اور جتنی وزن دار چیز ہونگی، تو وہ ڈوب جائے گی لیکن اللہ تعالی نے انسان کو اتنا پاور دیا کہ کروڑوں ٹن کی اسٹیمر پانی کی سطح پر چلتی ہے پانی کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کو اپنے اندر غرق کرے، اللہ تعالی کا نظام ہے، سائنس یہاں مار کھا جاتی ہے، جو پاور اللہ تعالی نے انسان کو دیا ہے، اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔

خدا کا بنایا ہوا، انسان اور اس کا کمال

انسان مکرم ہے، اس کا اکرام ہر زمانہ میں سمجھایا گیا ہے، دیکھنے میں ایک چھ سات فٹ کا آدمی نظر آتا ہے، بظاہر اس کا یہ دماغ چھوٹا ہے، لیکن وہ بڑے بڑے کام انجام دیتا ہے انسان کے پاس دو دماغ ہیں، ایک بڑا دماغ، اور ایک چھوٹا دماغ، اور اصل دماغ یہ چھوٹا دماغ ہے، بڑا دماغ اتنا زیادہ اہم نہیں ہے، جتنا چھوٹا دماغ اور چھوٹی چیز اہم ہے، اس چھوٹے دماغ کے اندر کروڑوں اربوں اور دسیوں سالوں کا ریکارڈ محفوظ رہتا ہے۔ اور انسان اس کے مطابق زندگی میں فیصلہ لیتا ہے، پورے مسائل کو حل کرتا ہے، اللہ تعالی نے انسان کو اتنی بڑی طاقت دی ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم فرمایا تھا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو، فرشتوں نے جب اللہ تعالی سے پوچھا۔ الہ العالمین۔ انسان کے سامنے سجدہ کرنے کا ہمیں کیوں حکم دیا جارہا ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ: **اِنِّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ**: مجھے معلوم ہے کہ اس انسان کے اندر کیسی کیسی طاقتیں کیسی صلاحیتیں، اور اس کے اندر کس قدر استطاعت رکھی ہوئی ہے اسی لئے تمہیں اس کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس کی بزرگی کو مان کر اس کے

سامنے سجدہ کرنا پڑیگا، اللہ تعالی اسی کو فرماتے ہیں:وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ ، کہ ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو فضیلت بخشی، اس کو قیمتی بنایا ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

وَلَقَد كَرَّمنَا بَنِي اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُم فِي البَرِّ وَالبَحرِ وَرَزَقنٰهُم مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلنٰهُمْ عَلٰى كَثِير مِمَّنْ خَلَقْنَاتَفْضِيْلًا.

انسان کو حاصل شدہ قدرتیں

مذکورہ آیت پاک میں اللہ تعالی نے انسان کو اپنی جانب سے عطا کردہ طاقتوں اورقوتوں کی جانب ایک اشارہ فرمایا کہ ہم نے اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے سمندر میں اس کو تیرنا سکھایا خشکی پر اس کو چلایا، ہوامیں اڑایا، اور اس کی ضروریات کو پورا کیا، انسان چاہے تو ہوا کو ایک ڈبے میں بند کرسکتا ہے، ایک گیس کے سلنڈر کی شکل میں ہوا بھی اس کے تابع ہے، اور جتنی ہوا اسمیں بھرسکتا ہے بھر لیتا ہے، جس پانی کو روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔

وہ جس آگ کو جلانا چاہے جلاسکتا ہے، اللہ تعالی نے تمام مخلوقات اسکے تابع کردی، وہ جتنا چلنا چاہے چل سکتا ہے، جہاں رکنا چاہے رک سکتا ہے، وہ جدھر رخ کو موڑنا چاہے موڑسکتا ہے، یہ اللہ رب العزت نے انسان کو فضیلت دی ہے، اور آگے اللہ تعالی نے فرمایا کہ : وَفَضَّلنٰهُم عَلٰى كَثِير مِمَّن خَلَقْنَاتَفْضِيْلاً ؛اور ہم نے جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں ان سب پر ہم نے انسان کو فضیلت عطا فرمائی ہے، دنیا میں جتنی بھی مخلوقات ہیں، ان تمام کے اندر افضل، اور اعلی ہم نے اس انسان ہی کو بنایا ہے اس کی فضیلت ہے، بڑی بڑی مخلوقات کو وہ اپنے تابع کر لیتا ہے۔

جتنا قیمتی اتنی ہی بڑی ذمہ داری

لیکن میرے بھائیو۔ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے، اس کی ذمہ داری بھی اتنی زیادہ بڑی ہوتی ہے، ایک اسٹاف ہوتا ہے، اس میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، ہر ایک کی ڈیوٹی الگ الگ ہوتی ہے، ایک جھاڑو مارنے والا ہوتا ہے، اور ایک ٹیبل صاف کرنے والا ہوتا ہے، ایک گیٹ کیپر ہوتا ہے، ایک بوس ہوتا ہے، اس کے تابع میں پورا اسٹاف ہوتا ہے، اب آپ بتائیے کہ سب سے زیادہ ذمہ داری کس کی ہوتی ہے؟ جھاڑو لگانے والے کی، یا ٹیبل صاف کرنے والے کی۔؟ اگر کوئی بڑی غلطی بھی کرے تو اس کی کوئی خاص پکڑ نہیں ہوتی، لیکن جو کرسی پر بیٹھا ہے، جس کے آڈر پر اور جس کے امر و نہی اور جس کے اشارہ پر پورے اسٹاف میں ہلچل مچ جاتی ہے، اس کی معمولی غلطی پورے آفس کو پوری قوم کو اور پوری فیکٹری کو ڈبو دیتی ہے، ایسا ہوتا ہے کہ نہیں،؟ اور ایسا معاملہ اسلئے کہ جتنا بڑا انسان اتنی ہی بڑی اس کی ذمہ داری۔ جتنی قیمتی چیز اس کی اتنی ہی زیادہ حفاظت اور اس کی اتنی ہی زیادہ نگرانی ہوتی ہے۔ اگر سو دوسو روپیہ کی گھڑی خراب ہو جائے تو کوئی بڑی بات نہیں، لیکن اگر مہنگی چیز ہو، اس کا ایک چھوٹا سا پرزہ بھی اگر خراب ہو جائے تو بہت بڑا نقصان ہو جاتا ہے، انسان جتنا زیادہ قیمتی اور جتنی بڑی اس کو فضیلت دی گئی ہے، اللہ تعالی نے اتنی ہی زیادہ اس کے ہاتھ میں ذمہ داری دی ہے۔

انسان بجائے مخدوم کے خادم بن گیا

تمام چیزیں انسان کی خدمت کے لئے ہیں، اسے مخدوم بن کر رہنا ہے اسے تو ساری چیزوں سے خدمت لینا ہے، ہم لوگوں نے پورا نظام بدل دیا، ہم تو خادم ہو گئے اور دنیا کی چیزوں کو ہم نے بنایا مخدوم، یعنی کہ ہم سروس دینے والے ہو گئے ہیں اور دنیا کی ساری چیزیں ہم کو اپنے سامنے سجدہ کرواتی ہیں، اسلئے دنیا کے حالات اللہ تعالی نے بدل دیئے، قرآن پاک نے صاف اعلان کیا کہ: اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنفُسِھِم : کہ اللہ تعالی کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک کوئی قوم اپنی حالت کو نہیں بدل دیتی ہے، انسان مخدوم ہے، ساری چیزوں کو اس کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا، لیکن اس نے اب ان ساری چیزوں کو مالک سمجھ رکھا ہے۔

صحابہ مخدوم تھے اور دنیا خادم تھی

آپ بتلایئے؟ کیا وجہ تھی کہ صحابہ کرام کی صرف انگلی کے اشارہ پر یا صحابہ کرام کی لکھی ہوئی پرچی کے دریائے نیل میں ڈالنے پر دریائے نیل بہتا ہو گیا تھا حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس جب شکایت آئی کہ امیر المونین ایک دریا ہے یہاں کے لوگ ہر سال اس کی نذر ایک لڑکی قربان کرتے ہیں ان کا ماننا ہے کہ جب تک اس میں کوئی لڑکی کی قربانی دیں گے تب تک یہ دریا چلتا ہے ورنہ سوکھ جاتا ہے، حضرت عمر بن خطاب نے صرف ایک چھٹی لکھدی تھی، اور اسمیں یوں لکھا تھا کہ اگر اللہ تعالی کے حکم

سے بہتی ہے تو امیر المومنین کا تجھے یہ حکم ہے کہ تو بہنا شروع کردے،تو دریائے نیل نے بہنا شروع کردیا آخر وہ بھی تو انسان تھے ہم بھی ایک انسان ہیں، کیا وجہ تھی کہ صحابہ کرام کا قافلہ جب افریقہ کے جنگل میں جاتا ہے،اور ایک آواز لگاتا ہے کہ ہم محمد ﷺ کے لشکر ہیں، ہم محمد ﷺ کے صحابہ ہیں، ہمیں یہاں رہنا ہے یہاں ہمیں قیام کرنا ہے، اس لئے اے جانورو! تم اپنا جنگل خالی کردو، شیر بھی اپنے بچے کو لیکر، اور مگر مچھ بھی اپنے بچے کو منہ میں دبا کر، اور جتنے بھی جانور ہیں سب جنگل کو چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ ایمانی پاور تھا۔

دنیا خادم کب بنتی ہے؟

ان سب باتوں کی وجہ یہ تھی کہ جب تک انسان خدا تعالی کی مانتا ہے، تب تک دنیا کی تمام کی چیزیں انسان کی مانتی ہیں، یہ ہے قیمتی بات! جب تک انسان ایک اللہ تعالی کی مانتا ہے، تب تک دنیا کی، آسمان کی، زمین کی، سمندر کی، ساری چیزیں اس کے تابع ہوتی ہیں، اور جہاں انسان نے خدا تعالی کو بھلا دیا، خدا تعالی سے بغاوت کرنا شروع کردیا، اور اس نے خدا تعالی کی خلاف ورزی کرنا شروع کردی، تو اسکی پھر کوئی نہیں مانتا ہے اپنے پیٹ کی اولاد بھی اس کا نہیں مانتی ہے، پھر وہ شکایت کرتا ہے کہ لڑکا مانتا نہیں ہے تو تو نے اپنے رب کی کتنی مانی؟ پیدا کی ہوئی اولاد یہ بھی اس کا نہیں مانتی ہے، اپنی اولاد کی شکایت کررہا ہے۔

تیرے رب کو بھی تو تکلیف ہوتی ہی ہوگی، کہ یہ انسان ایک بچہ کے بگڑنے پر پوری دنیا کے سامنے شکایتیں کررہا ہے کہ میرا بیٹا میری نہیں مانتا ہے لیکن تو ذرا اپنے گریبان میں

جھانک کر دیکھ کہ تو میری کتنی نافرمانی کرتا ہے جب تک تو میرے تابع رہے گا، میں ساری دنیا کو تیرے تابع کر کے رکھوں گا، لیکن جہاں تو نے میری شریعت کے راستہ سے اپنے آپ کو ہٹا دیا تو پھر تو برباد ہو جائے گا چنانچہ دیکھیئے! جو اللہ والا ہے، اور جو اللہ تعالی ہی کے حکم پر چلتا ہے، ان کی اولاد ان کے تابع رہتی ہے، الا ماشاء اللہ، اگر خدا تعالی کی کوئی مصلحت ہو تو وہ بات اور ہے لیکن ایک طرف ہم خدا تعالی کے خلاف چلیں خدا تعالی کے احکام نہ مانیں، اور اپنی حیثیت کو نہ سمجھیں، اور کہیں کہ یہ اللہ تعالی کی مصلحت ہے یہ کوئی بات نہیں ہے۔

ہم اپنی قیمت پہچانیں

اصل میں انسان نے اپنے آپ کو پہچانا ہی نہیں کہ میں کتنا بڑا قیمتی آدمی ہوں اسی لئے بعض بزرگان دین نے لکھا ہے کہ: **مَن لَّمْ يَعْرِفْ نَفْسَهُ لَمْ يَعْرِفْ رَبَّهُ** کہ جس نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا وہ اللہ تعالی کو بھی نہیں پہچان سکتا ہے، ہمیں اپنے آپ کو پہچاننا پڑیگا، کہ ہم کتنے قیمتی ہیں، ہمیں اللہ تعالی نے چھ سات فٹ کا بنایا، لیکن اللہ تعالی نے ہمارے اندر کیسی کیسی صلاحیتیں رکھی ہیں خدا تعالی نے دنیا کو ہمارے لئے کس انداز میں اور کس نظام میں پیدا فرمایا ہے، انسان کے جیب میں اگر بڑی نوٹ ہو، اور کتنی ہی ہائی کرنسی اس کے جیب میں ہو۔ لیکن اس کو اس کی قیمت کا پتہ ہی نہ ہو تو وہ غافل ہو کر مارکٹ میں پھرتا ہے لوگوں کے سامنے بھیک مانگتا ہے، اس لئے کہ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ میرے جیب میں جو کرنسی ہے وہ کتنے پاور کی ہے اور کتنی زیادہ مارکٹ میں چلنے والی کرنسی ہے۔ لیکن جب اسے پتہ چل جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اوہو،

میرے جیب میں تو اصل ورلڈ لیول پر سب سے ہائی کرنسی ہے، اور آپ حضرات بھی سمجھتے ہونگے، کہ سب سے ہائی کرنسی ورلڈ لیول کی ہمارے ہی پاس ہے، تو لندن والو سنو کہ سب سے ہائی کرنسی آپ لوگوں کے پاس نہیں ہے، کویت کا دینار، تو یہاں سے ڈبل ہوتا ہے۔ اور برونائی اس سے بھی آگے ہے۔

حفاظت قیمت سمجھنے کے بعد ہوتی ہے

کسی کے جیب میں کویت کے پچاس، یا سو دینار ہوں، اور اس کو پتہ چل گیا کہ میں اگر اس کو بھناؤں گا، میں اگر اس کو اکسچینج کروں گا، تو مجھے اتنے پیسے اور اتنے روپیہ ملیں گے، تو پھر وہ اسکو سنبھال کر رکھتا ہے، اور پھر جیب میں آگے سادا پیپر رکھتا ہے، اور اس کے پیچھے بٹوہ جو ہوتا ہے، اس میں بھی اندر اندر چھپا چھپا کر رکھتا ہے اور بار بار دیکھتا ہے کہ پیسے ہیں کہ نہیں ہیں، یا گر گئے، یہ سب اس لئے کہ اس نے اب اس کی قیمت کو سمجھ لیا، جب انسان کسی چیز کی ویلیو کو سمجھ لیتا ہے، تو پھر وہ بار بار اس کی نگہداشت کرتا ہے، اور متوجہ رہتا ہے، کہ کہیں کھو تو نہیں گئے، سونے کے جو زیورات ہوتے ہیں، عورتیں سال بھر میں کبھی کبھی اس کو پہنتی ہیں، لیکن دیکھتی بہت ہیں، بعض عورتوں کو تو زیورات بار بار دیکھنے کی ہی بیماری ہوتی ہے وہ اس کو دیکھ دیکھ کر ہی خوش ہوتی ہیں۔ اور بار بار اس کو ٹٹولتی رہیں گی لیکن کبھی اس پر زنگ لگ گیا، پسینہ کی وجہ سے اس کی شائننگ تھوڑی سی کم ہوگئی تو پھر اس کو پولش کرایا جاتا ہے، کتنا سنبھال کر رکھا جاتا ہے پانچ دس کی آئرنگ گر بھی جائے کوئی نہیں پوچھتا کہ کہاں گری؟ اس لئے کہ وہ سوچتا ہے کہ کیا پانچ دس روپیہ کی نوٹ تو تھی، اگر گر گئی تو گر گئی، کوئی بات نہیں اور اگر

پانچ سو روپئے کی نوٹ گر گئی ہو، یا ہزار روپیہ کی نوٹ ہو تو آدمی پریشان ہوتا ہے بھائی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا ہے (جی ہاں) اور اس کی کیا وجہ ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے اس کی قیمت سمجھی ہے اور جس چیز کی قیمت انسان کے دماغ پر آجاتی ہے وہ اسکی پوری پوری فکر کرتا ہے۔

انسان کا دل بڑا قیمتی ہے

جس وقت انسان نے دل کو سمجھ لیا، تو بس پھر وہ کامیاب ہو گیا، یہ دل میرے بھائیو۔ رئیس الاعضاء ہے، یہ دل تو وہ ہے کہ اس دل پر ڈائیریکلی اللہ تعالی کی نگاہیں پڑتی ہیں، اس دل پر خدا تعالی کی تجلیات اترتی ہیں، انسان کا دل تو وہ ہے کہ اس دل پر حق تعالی شانہ نے وحی نازل فرمائی، آپ قرآن پاک کو پڑھیئے، ارشاد فرمایا کہ ،قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ ، ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ: وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ: جسکا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کے دل پر ہم نے قرآن پاک کو نازل کیا ہے: اور اس قرآن پاک کو لیکر جبریل امین جیسا مقدس فرشتہ نازل ہوا ہے۔

انسان کا دل مہبط وحی الہی ہے

انسان کا دل کتنا قیمتی ہے کہ وہ بڑی بڑی چیزوں کو برداشت کر لیتا ہے یہ ایسی عظیم ترین چیزوں کو اپنے اندر سما لیتا ہے، جس کو آسمان اور زمین اور دنیا کی بڑی بڑی چیزیں بھی برداشت نہیں کر سکتی ہیں، اسی کو تو فرمایا کہ: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى

السَّمٰوٰتِ وَالارضِ وَالْجِبَا لِ فَاَبَینَ اَن یَّحمِلْنَھا وَاَشفَقْنَ مِنھا وَحَمَلَھَا الاِنسَانُ ؛ انسان کو اللہ تعالی نے بڑا قیمتی بنایا کہ جب اللہ تعالی نے امانت وحی دینا چاہی جب اللہ تعالی نے تجلی دینا چاہی، جب اللہ تعالی نے احکام دینا چاہے، تو آسمانوں اور زمینوں نے بھی انکار کردیا، کہ ہم اس کو نہیں اٹھا سکتے ہیں، ہمارے اندر وہ طاقت نہیں ہے اب دیکھیئے، کہ آسمان وزمین کتنی بڑی طاقت ہے، لیکن انہوں نے انکار کردیا کہ ہم اس کو نہیں اٹھا سکتے ہیں، لیکن ؛وَحَمَلَھَا الاِنسَانُ: انسان نے اس کو اٹھالیا۔

دل کو سمجھنے کے بعد اس پر محنت کی جاتی ہے

انسان کا دل کتنا قیمتی ہے، اس کی قیمت جس نے سمجھ لی، وہ اس کے پیچھے محنت کرتا ہے، اور جتنا زیادہ وہ اس کو سمجھنے لگتا ہے، اتنی ہی اس کی شائننگ کی فکر کرتا ہے، پورے انسان کی قدر وقیمت اسکے دل اور دماغ پر ہوتی ہے، جس نے اپنے دل اور دماغ کو صحیح سمجھا، بس اس کا بیڑا پھر پار ہوگیا۔

کعبۃ اللہ کی طرح دل کو بھی پاک رکھیئے

شاہ عبد العزیزؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی پہلے پارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ؛وَعَھِدْنَا اِلٰی اِبرَا ھِیمَ وَاِسمَا عِیلَ اَن طَھِّرَا بَیتِیَ لِلطَّا ئِفِینَ وَالعَا کِفِینَ وَالرُّکَّعِ السُّجُودِ :انہوں نے بہت پتہ کی بات لکھی ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو حکم دیا کہ تم میرے گھر

کعبۃ اللہ کو طواف کرنے والے اعتکاف کرنے والے، رکوع کرنے والے، اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک اور صاف کردو۔ شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ یہ اللہ تعالی کا گھر ہے، اس کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ویسے ہی انسان کا دل یہ اللہ تعالی کی تجلیات کے اترنے کا گھر ہے، خدا تعالی کی تجلیات اس پر اترتی ہیں، اللہ تعالی کے انوارات اس پر اترتے ہیں، لہذا جیسے کعبۃ اللہ کا طواف کرنے والوں کے لئے مشرکانہ رسم ورواج سے پاک کرنے کا حکم ہے، اور اسمیں سے بتوں کو نکال پھینکنے کا حکم ہے اور اسمیں سے رسومات کو ختم کرنے کا حکم ہے، ویسے ہی دل کو بھی پاک کرنے کا حکم ہے، اس دل میں خدا تعالی کے انوار، اللہ تعالی کی صحیح توفیق، اچھائی اور برائی کے درمیان فرق کرنے کی طاقت یہ اسی وقت آئے گی جب انسان اپنے دل کو خدا تعالی کے علاوہ سے پاک وصاف کردے گا، اور اگر اس میں میل کچیل ہے اس میں دنیا کی محبتیں بھری ہوئی ہیں، اس میں ماسوی اللہ کی محبت بھری پڑی ہے، تو پھر خدا تعالی کی طرف سے اس دل پر انوارات اور برکات کی شکل میں فیوض کی شکل میں اور تجلیات کی شکل میں جو مہمان آتا ہے وہ مہمان نہیں آئے گا، جو ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اچھائی کیا ہے، اور برائی کیا ہے، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم لوگوں کی عقل مر گئی ہم لوگوں کو یہی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ فائدہ کس میں ہے اور نقصان کس میں ہے۔

نقصان کو فائدہ سمجھنے کی وجہ

ہم فائدوں کو نقصان سمجھتے ہیں اور نقصان کو فائدہ سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دل کے اندر جو ججمینٹ کا پاور ہے، وہ ہم نے (Loss) خراب کردیا ہے

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے توفیق نہیں آتی ہے، سورہ فرقان میں اللہ تعالی کا علان ہے کہ: یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اِن تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجعَل لَکُم فُرقَانًا ، کہ اے ایمان والو! اگر تم میرے احکامات کے مطابق عمل کروگے تو میں تمہارے اندر وہ طاقت پیدا کردوں گا کہ تمہارا دل خود کہے گا کہ اس چیز میں کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان ہے۔

انسان کا دل مفتی ہے

انسان کا دل بہت بڑا مفتی ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ :اِستَفتِ قَلبَکَ فَاِنَّہ یُفتِیکَ :اپنے دل سے پوچھو وہی تمہیں فتوی دیگا، اِدھر اُدھر جانے کی ضرورت نہیں ہے، دیکھو دل کتنا قیمتی ہے، کہ فتوی بھی دیدیتا ہے: حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کوئی تھرمامیٹر بتائیے، کہ ہم کسی کو پوچھے بغیر فیصلہ لے سکیں کہ یہ چیز اچھی ہے، نیکی ہے یا گناہ ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اَلبِرُّ مَا اطمَانَّت اِلَیہِ نَفسُکَ وَالاِثمُ مَا حَاکَ فِی صَدرِکَ وَکَرِھتَ اَن یَّطَّلِعَ عَلَیہِ النَّاسُ ، کہ نیکی کا کام وہ ہے جس کو کر کے تیرے دل کو سکون ملے، اور گناہ وہ ہے کہ گناہ ہوجانے کے بعد تمہارے دل کو سکون نہ ملے اور تم کو یہ گوارہ نہ ہو کہ لوگ میرے عمل سے واقف ہوں بس سمجھ جاؤ کہ وہ بدی ہے اب دونوں کی مثال میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ بتلائیے ہم نے نماز پڑھی بتاؤ ذرا بھی دل میں کوئی خطرہ ہے؟ کہ کوئی پوچھے گا تو ہم کیا جواب دیں گے، آپ کے دل میں ایسا آتا ہے، (جی نہیں) بتاؤ ابھی ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اگر میں نے پونے گیارہ بجے تک بھی بیان چالو رکھا (گھبرامت جانا مثال دے رہا ہوں) گھر پہنچو گے تو ہوم منسٹر ڈپارٹمینٹ آپ کو

پوچھے گی کہ کیوں لیٹ آئے ہو؟ نہیں پوچھا جائے گا اسلئے کہ معلوم ہی ہے کہ مسجد میں گئے ہوئے ہیں۔

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی بات سنتے ہونگے ،آپ کو پورا اطمینان ہوتا ہے کہ نہیں؟ (جی ہاں) ایک آدمی چالیس دن جماعت میں گیا،اس کی بیوی آنے کے بعد اس سے کچھ پوچھتی ہے کہ تم کہاں گئے تھے؟ نہیں،اس لئے کہ اسکے دل کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی ہے اور اگر آپ دوکان پر ڈرنک لینے کے لئے گئے ہوں یا کسی اور کام سے گئے ہو،اور پندرہ منٹ لیٹ گھر پہونچے تو پھر گھبراہٹ (Up And Down) شروع ہو جاتی ہے اس لئے کہ اب پوچھا جائیگا کیوں لیٹ آئے ہو؟ اب وہ آئسکریم کا بہانہ بنائے گا پھر بھی اس کے دل میں کچھ نہ کچھ کھٹ پٹ رہتی ہے،اور جن کے گھر میں ہوائیں زیادہ چلتی ہیں،انہیں تو اور زیادہ فکر ہوتی رہتی ہے۔

نیکی اور بدی کا فیصلہ کر لیجئے

میرے بھائیو۔برائی چیز ہی ایسی ہے کہ اس کے کرنے کے بعد اور گناہ کرنے کے بعد انسان کو کبھی سکون نہیں ملتا،آدمی کوئی گناہ کرے،اس کے دل میں کھٹکا تو آہی جاتا ہے،جو کام کرنے کے بعد دل میں کھٹکا پیدا ہو،وہ گناہ ہے ایک مفتی آپ کو مفتی بننے کی اجازت دیتا ہے کہ آپ فیصلہ کر لیجئے کہ یہ گناہ کا کام ہے،اور جس کام کے کرنے کے بعد آپ کو اطمینان ہوتا ہے،جس کام کے کرنے کے بعد دل کو سکون ملتا ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ نیکی کا کام ہے۔

نیکی اور بدی کی شناخت کیسے؟

لیکن یہ کونسا دل کرے گا؟ جب کہ وہ دل بھی دل ہو، جس کو قرآن نے دل کہا ہے وہ دل ہو قرآن نے فرمایا کہ؛ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ؛ جس کو حضور پاک ﷺ مانگا کرتے تھے؛ وَقَلبًا خَا شِعًا: اے اللہ خشوع والا دل، عطا فرما۔ اللہ تعالی کی معرفت والا دل سب سے قیمتی ہے، وہ دل جس کے اندر اللہ تعالی کی معرفت ہو، اللہ کی پہچان ہو، اللہ کی محبت ہو تو پھر اس کو تو تہجد پڑھے بغیر چین نہیں آتا ہے، جب تک نماز نہیں پڑھتا ہے، اس کو تو ایسا لگتا ہے کہ بہت وزن دار چیز اس کے سر پر رکھی گئی ہے، اور جب نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو ایسا لگتا ہے کہ اب وہ ہلکا پھلکا ہو گیا ایسے دل کو قلب سلیم کہتے ہیں۔

ہم کس کے دوست ہیں؟

کسی کو قرآن پاک کا ایک پارہ پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے، اگر قرآن پاک کا پارہ پڑھنے میں اس کو دیر ہوئی، تب بھی اس کے دل کو چین نہیں آتا ہے کہ میرے ایک ایک سیکنڈ پر اللہ تعالی کی طرف سے اجر وثواب دیا جائیگا، مسجدوں میں جن کو سکون ملتا ہے وہ سمجھ لیں کہ ان کے دل پر خدا تعالی کی طرف سے مہمان اترتے ہیں جن لوگوں کو قرآن پڑھنے میں جی لگتا ہے وہ سمجھ لیں کہ ان پر اللہ تعالی کی خصوصی نظر ہے، اور اللہ تعالی نے ان کے دل کو اپنی مہمان گاہ بنایا ہے، اور جن لوگوں کا مسجدوں میں دل نہیں لگتا ہے، لیٹ آکر جلدی نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اور جو لوگ لیٹ آتے ہیں، وہ اسی

لئے لیٹ آتے ہیں کہ پہلی صف میں جگہ ملے گی، پیچھے کوئی نماز پڑھ رہا ہوگا تو ہمیں جلدی نکلنے کو نہیں جمے گا، جن لوگوں کا مسجدوں میں دل نہیں لگتا ہے، جن کو قرآن پڑھنے میں لطف نہیں ملتا ہے، جن کو ٹیلی ویژن پر سیٹ رہنے میں مزہ آتا ہے، وہ فیصلہ کرلیں کہ انہوں نے شیطان کو اپنا دوست بنالیا ہے، اب یہ میرے اور آپ کے بس میں ہے کہ ہم اس پر راضی ہیں کہ شیطان ہمارا دوست ہے، یا ہم اس پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا دوست ہو، یہ فیصلہ آپ کے قبضے میں ہے۔

دنیا کے لڈو مت بنئے

انسان اپنے مقام کو سمجھے، اپنی حقیقت کو سمجھے کہ میں کتنا قیمتی ہوں وہ اپنے آپ کو اتنا گیا گزرا نہ جانے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کے سامنے لڈو بنے، دنیا کی ہر چیز کا غلام بن جائے، ارے دنیا کی ساری چیزیں اس کی غلام رہنی چاہیئے، اس لئے اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنا ہے، اللہ تعالی نے دو بڑی بڑی آنکھیں دی ہیں یہ بڑی قیمتی ہیں، وہ اس لئے نہیں دی ہیں کہ جدھر چاہے اُدھر نظر اٹھائے، اللہ تعالی نے اس کو یہ قیمتی زبان دی وہ اسلئے نہیں دی ہے کہ جیسا جی میں آئے ویسا بک دے۔

اسٹیکر کے ذریعہ سامان کی حفاظت

جیسے آپ ہوائی جہاز میں سفر کریں اگر کوئی سامان نازک ہوتا ہے وہ ٹوٹنے نہ پائے اس لئے ایک مخصوص مشنری ہوتی ہے، اس کے ذریعہ اس سامان پر اسٹیکر لگا دیا جاتا ہے، ایک پٹہ اس کے اوپر لگا دیا جاتا ہے اور گجراتی لوگوں کے پاس تو پٹہ ہوتا

ہی ہے آپ کوئی مشنری لیکر جاتے ہیں واشنگ مشین، مکسر، گرائنڈر، یا کوئی اور چیز ہو تو اس کو پیک کر کے آپ کاؤنٹر پر بولتے ہیں کہ اس کے اوپر اسٹیگر لگاؤ، Fragile کا اسٹیگر لگاتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اس کی قیمت کو آپ نے سمجھا ہے کہ جس نے بھی وہ اسٹیگر لگوایا ہے تو اس کے اس سامان کو ائیر پورٹ کا گراؤنڈ اسٹاف سوچ سنبھل کر اٹھائیگا، وہ توجہ کے ساتھ اٹھاتا ہے کہ اس کو بہت احتیاط کے ساتھ اٹھانا ہے اسلئے کہ اگر اسمیں کچھ کمی آگئی یا کچھ ٹوٹ پھوٹ گیا تو آپ اس اسٹیگر کے سہارے کمپلین کر سکتے ہیں، اور پھر آپ کا سامان صحیح سالم آپ کو مل جاتا ہے کیوں بھائی کرتے ہو کہ نہیں (جی ہاں) ایسے قاعدے تو ہم کو بہت معلوم ہیں کہ کہاں کمپلین کرنا ہے وغیرہ۔

دل پر اللہ تعالی کا اسٹیکر ہے

اللہ تعالی نے بھی اس دل کے اوپر ایک اسٹیکر لگا دیا یہ دل کے اندر ہے میڈیکل سائنس میں آپ اس بات پر غور کیجئے جیسے ہم چائے کو چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کرتے ہیں، اللہ تعالی نے دل کے اوپر بھی ایسی چیز رکھی ہے، وہ اندر بیٹھے بیٹھے پورے دل کو کنٹرول کرتا ہے، جس نے اس دل کے اسٹیگر کو سمجھا وہ اس دل کی حفاظت کرتا ہے اس کو غلط استعمال نہیں کرتا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں وہ اس دل کا استعمال کرتا ہے، لیکن جس نے اس کی قیمت کو نہیں سمجھا اور غلط کاموں میں اس دل کا استعمال کیا تو پھر اللہ تعالی بھی کہتا ہے کہ جب میں تیرے نزدیک قیمتی نہیں ہوں تو تو جانے تیرا کام جانے، حق تعالی شانہ ہمیں اپنے دل کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے امین۔

دل کبھی بوڑھا نہیں ہوتا ہے

ذکر اللہ کے ذریعہ دل پاکیزہ بنتا ہے، ذکر اللہ کے ذریعہ دل میں پاور پیدا ہوتا ہے، ساری چیزیں بوڑھی ہو جاتی ہیں، میرے بھائیو۔ لیکن انسان کا دل بوڑھا نہیں ہوتا ہے، یہ آخری بات بتا تا ہوں کہ انسان کی ساری چیزیں بوڑھی ہو سکتی ہیں، لیکن اس کا دل و دماغ بوڑھا نہیں ہو سکتا، اس کے ہاتھ، پیر، سب جواب دے سکتے ہیں لیکن جتنا آدمی بوڑھا بنتا چلا جائیگا، اسکا دل اور دماغ اتنا ہی پاورفل بنتا چلا جائیگا، اس لئے ہم نے بڑے بڑے علماء کو دیکھا ہے کہ وہ نوے، اسی، سال کی عمر میں ایسی ایسی علم کی باتیں فرماتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے، اس لئے کہ ان کا دل روشن ہوتا ہے ان کا دماغ زندہ ہوتا ہے، دیکھنے میں بے چارے ہلکے پھلکے اور ہزاروں بیماریاں لیکر چلنے والے ہوتے ہیں لیکن جب ان کے دل سے علم کے سمندر پھوٹتے ہیں تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں بھی اپنے دلوں کی اصلاح کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں امین۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ معاملہ الٹا ہے، جس کی آمدنی کم ہو، اس کو نیند اچھی آتی ہے اور جن کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے ان کو نیند نہیں آتی ہے، بتاؤ انصاف کی بات ہے یا نہیں؟ جو اللہ تعالی کے احکام پر عمل کرتا ہے اور جو اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو، اگرچہ وہ کم مال والا ہوگا، لیکن اس کی زندگی سلامت ہے وہ بہت خوشی کے ساتھ اطمینان کے ساتھ بہت اچھے طریقہ پر زندگی گزارتا ہے، اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ جو میرے مقدر میں ہے وہ اگر ساتوں زمین کے نیچے بھی رہیگا تو بھی اللہ تعالی مجھے میرا مقدر عطا فرمائیں گے ہی، چاہے وہ پھر سمندر کی مچھلی کے پیٹ میں ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندگی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ؛وعلی آلہ واصحابہ الذین اوفوا عہدہ؛ اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم،طٰہٰ مَا اَنزلنا عَلیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی؛ اِلَّاتَذکِرۃً لِّمَن یَّخشٰی؛ وقال تعالی، اِھبطَا مِنھَا جَمِیعًا بَعضُکُم لِبَعض عَدُو ،فَاِمَّا یا تِیَنَّکُم مِنِّی ھُدًی فَمنِ اتَّبَعَ ھُدَای فَلاَ یَضِلُّ وَلَا یَشقٰی؛ وَمَن اَعرَضَ عَن ذِکرِی فَاِنَّ لَہ مَعِیشَۃً ضَنکًا وَنَحشُرُہ یوم القِیَامَۃِ اَعمٰی؛ وقال تعالی مَن عَمِلَ صَالِحًامِن ذَکَر اَو اُنثٰی وَھُوَمُومِن فَلَنُحیِیَنَّہ حَیوٰۃً طَیِّبَۃً؛ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

معزز بھائیو بزرگو اور دوستو۔اللہ رب العزت کا انسان پر بہت بڑا انعام ہے، کہ اس نے انسان کو زندگی نصیب فرمائی، انسان کے پاس بدن کے تمام حصے ہوں، سارا مال ودولت ہوں، لیکن اس کے پاس اسکی اپنی زندگی نہ ہو،تو جب آنکھ بند

ہو جائے گی تو مال و دولت کسی کام نہیں آئے گا۔

بچہ جب تک اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، تب تک ماں کو بھی بڑا خطرہ رہتا ہے، ماں باپ دونوں فکر میں رہتے ہیں، کہ اللہ کرے یہ بچہ صحیح سلامت اور زندہ پیدا ہو، اور اگر اس کے لئے اس کی پیدائش سے پہلے کچھ خرید کر رکھا ہو، بہت کچھ بنا کر رکھا ہو بہت کچھ سجا کر رکھا ہو، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے، کسی کو خدا ایسا موقع نہ دے کہ اگر اس کا بچہ مردہ پیدا ہوا تو یہ ساری محنت ویسے کے ویسے ہی پڑی رہ جاتی ہے سلائے ہوئے کپڑے اس کے لئے جو تیاریاں کی ہیں سب کے سب بے کار ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ بچہ پیدا ہوا ہے، اس کے ہاتھ، پیر، اس کی آنکھ، اس کا بدن سب ہے اس کا وزن بھی ہے لیکن اس کی زندگی نہیں ہے، اس شخص نے بڑی تمناؤں اور امیدوں سے پوری زندگی کی محنت لگا کر رہنے کے لئے بہترین مکان بنایا ہے، لیکن اس کی زندگی نہیں رہی، بتایئے، پھر یہ مکان کس کام کا ہے؟ اس کا بدن کس کام کا ہے؟ بتایئے اس کا مال و دولت کس کام کے ہیں؟

زندگی کافی نہیں سکون بھی چاہیئے

انسان کو اللہ تعالی نے یہ بہت بڑی نعمت دی ہے کہ اس کو زندگی نصیب فرمائی ہے، اس کو حیات نصیب فرمائی، اس کو عیش نصیب فرمائی، اب اس زندگی کو دنیا میں انسان کیسے بسر کرے؟ اس کو دنیا میں سکون کیسے ملے؟ صرف زندگی کا مل جانا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ زندگی کے ساتھ سکون بھی ضروری ہے، بہت سے لوگوں کو اسی اسی نوے سال کی عمر ملتی ہے، لیکن روزانہ صبح سے لیکر شام تک زندگی لڑائی جھگڑے

میں گزرتی ہے سکون نہیں ہے، ٹینشن ہی ٹینشن ہے، آدھی روٹی کھانے کے لئے بھی پریشان، دو گھنٹے کے لئے بھی نیند نہیں آتی ہے، بہت پریشانی کی زندگی ہوتی ہے، تو پھر اس زندگی کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے، پہلے تو یہ کہ انسان کو زندگی ملی، یہ اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن وہ زندگی سلامتی والی ہو، وہ زندگی سکون اور شانتی والی ہو تو اس کی زندگی کچھ کام کی ہے۔

سکون اور اسباب سکون میں فرق ہے

آپ بتلائیے! کیا زندگی میں پیسوں سے کہیں سکون ملتا ہے، یا بڑے بڑے مکانات سے سکون ملتا ہے؟ یا بہت زیادہ دولت وثروت اور بڑے عہدوں سے سکون ملتا ہے؟ میرے بھائیو، سکون الگ ہے، اور اسباب سکون الگ ہیں، سکون کے اسباب الگ ہیں، اور سکون وشانتی، زندگی میں سلامتی اور دماغ کا دل کا مکمل درست ہونا الگ چیز ہے، بہت سے لوگ ہیں جن کے پاس کروڑوں روپئے ہیں، ان کو روپیہ گننے کی فرصت نہیں ہے، لیکن صحیح طریقہ سے چوبیس گھنٹے میں چوبیس منٹ بھی برابر سو نہیں سکتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ نیند ہی نہیں آتی ہے۔ دو روٹی بھی صحیح طور پر نہیں کھا سکتے ہیں، دو روٹی کھانے کے لئے دو روٹی کی قیمت سے زیادہ دوائیں لینی پڑتی ہیں، تب جا کر وہ دو روٹیاں کھا سکتے ہیں اور وہ دو روٹی پیٹ میں جانے کے بعد بھی ان کو خطرہ رہتا ہے کہ ہضم ہوگی یا نہیں ہوگی انسان زندگی میں پریشان ہوا پھرتا ہے، بہت بڑا مکان بنالیا، بڑی فیملی ہے ضرورت سے زیادہ کمرے ہیں، لیکن باپ کی بیٹے سے نہیں بنتی ہے، بیٹے کی باپ سے نہیں بنتی ہے، بھائی بھائی میں جھگڑا ہے۔ پتہ

چلا کہ سکون کسی اور چیز میں چھپا ہوا ہے مال و دولت میں تو سکون نہیں۔

جائداد سے سکون نہیں خریدا جا سکتا

اب مجھے بتائیے کہ یہ بڑے بڑے مکانات، یہ بڑی بڑی دوکانیں اگر ان میں سکون نہ ہو، اور زندگی اجیرن بن جائے، تو یہ سب کس کام کے ہیں؟ اسبابِ سکون کے پائے جانے سے اور سکون دینے والی چیزوں سے سکون کا ملنا یہ کوئی ضروری نہیں ہے شانتی ایک الگ چیز ہے، دل کی قناعت ایک الگ چیز ہے، جو روپیوں اور پیسوں سے خریدی نہیں جا سکتی ہے، اگر اسبابِ سکون کے مل جانے سے اور زندگی کے اندر جتنی بھی دولتیں اور ثروتیں اور رہائش گاہیں ہیں، ان کے مل جانے سے آدمی کو سکون مل جاتا تو غریبوں کو کبھی سکون نہیں ملتا مالدار لوگ ہی سکون حاصل کر لیتے۔ سکون تو میرے بھائیو اللہ کے دین اور اللہ تعالی کے احکامات کی اتباع میں ہے۔

غریب زیادہ سکون والا ہوتا ہے

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ معاملہ الٹا ہے، جس کی آمدنی کم ہو، اس کو نیند اچھی آتی ہے، اور جن کی آمدنی زیادہ ہوتی ہے ان کو نیند نہیں آتی ہے، بتاؤ انصاف کی بات ہے کہ نہیں؟ جو اللہ تعالی کے احکام پر عمل کرتا ہے اور جو اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اگر چہ وہ کم مال والا ہوگا، لیکن اس کی زندگی سلامت ہے، وہ بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ بہت اچھے طریقہ پر زندگی

گزارتا ہے، اس لئے کہ اسے معلوم ہے کہ جو میرے مقدر میں ہے وہ اگر ساتوں زمین کے نیچے بھی رہیگا تو بھی اللہ تعالی مجھے میرا مقدر عطا فرمائیں گے، چاہے وہ پھر سمندر کی مچھلی کے پیٹ میں ہو۔

اسلام کی بنیاد پر صحابہ کو ہر جگہ سکون ملا

احادیث طیبہ کے ذخیرہ میں حدیث عنبر کے نام سے ایک بہت مشہور حدیث ہے، جناب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی جماعت روانہ فرمائی تھی، صحابہ کرام پریشانی میں مبتلاء تھے اس لئے کہ کھانا پینا سب ختم ہو گیا تھا، بھوک کی وجہ سے حیران و پریشان تھے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ تھے، دین کا کلمہ بلند کرنے کے لئے گئے تھے، تبلیغِ اسلام کے لئے گئے تھے، ایک مچھلی آئی، اتنی بڑی مچھلی تھی کہ صحابہ کرام کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ کئی کئی دنوں تک اگر آدمی اس پر چلے تو وہ پوری نہ ہو، اور اس مچھلی کے پیٹ میں سے عجیب عجیب غذائیں نکلیں، صحابہ کرام کئی دنوں تک اس کو کھاتے رہیں، اور اس کا کچھ حصہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا اللہ نے انتظام فرمایا، بہت آرام کی زندگی بسر کرتے تھے، ان کے پاس کچھ نہیں تھا لیکن زندگی سکون کی تھی، اور پہلے حال یہ تھا کہ صحابہ کرام اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے کھجور کی گٹھلی منہ میں رکھ کر دل بہلانے کے لئے چوستے رہتے تھے، کہ کم از کم ہمارے منہ میں کچھ ہے۔ اور اس صبر اور دین پر اللہ تعالی کی جو مدد آئی وہ آپ نے سن لی۔

دشمنوں کی یلغار اور صحابہ کا سکون

صحابہ کرام نے اتنی سکون کی زندگی گزاری کہ دنیا والوں کو چلینج کرتے تھے کہ محمد ﷺ کا کلمہ کسی بھی طریقہ سے بلند ہو کر رہے گا، غزوہ خندق کا واقعہ ہے ہم لوگ جو آج کل حالات دیکھتے ہیں کہ ہر طرف کا لشکر ہر طرف کے فوجی اور ہر طرف سے اسلام پر یلغار کرنے کے لئے بہت سے ممالک میدان میں اترتے ہیں، اس کی مثال ہمیں غزوہ خندق میں ملتی ہے عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا کہ اسلام کی تعلیم کو توڑنے کے لئے مدینہ منورہ آ کر نہ پہنچا ہو، بہت بڑی بڑی جماعتیں اور بڑے بڑے لشکر آئے، صحابہ کرام کی حالت ایسی تھی کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، ایک صحابیؓ نے تو حضور اکرم ﷺ کو اپنا کرتہ اٹھا کر بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ وہ خندق نہیں کھودی جا رہی ہے اس لئے کہ میرے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہوا ہے، حضور ﷺ نے اپنا کرتہ اٹھایا اور پیٹ مبارک دکھایا تو وہ صحابیؓ رو پڑے کہ میرے پیٹ پر تو ایک پتھر ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر ہے لیکن اللہ کا کلمہ پڑھکر اللہ تعالی کا نام لیکر کلہاڑی ماری تو وہ خندق کھد گئی، غزوہ خندق کو مسلمانوں نے جیت لیا اور اللہ تعالی نے فتح مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

سکون دین اسلام ہی سے آئے گا

ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ جیت اور فتح کے لئے دنیا میں سر بلندی کے لئے شانتی والی زندگی بسر کرنے کے لئے اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے، جب

تک انسان اللہ رب العزت کے احکامات پر عمل نہیں کریگا سکون حاصل نہیں کرسکتا چاہے اسکے پاس سب کچھ موجود ہو، لیکن وہ شریعت کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا ہے تو پھر اس کی زندگی میں سکون آ ہی نہیں سکتا، آپ اس بات کو آزما کر دیکھئیے، سکون صرف اللہ تعالی نے اپنے دین میں ہی رکھا ہے، اور اس بات کو بھی دیکھئیے کہ جس کی زندگی میں دین ہے وہ مست مزے سے ہے۔

انڈیا اور لندن میں سکون کا فرق

آپ لوگ جس کنٹری میں رہتے ہیں ذرا غور تو کرو یہاں کی زندگی میں اور انڈیا کی زندگی میں سکون کا کتنا فرق ہے، یہاں کی زندگی میں سکون نام کی چیز نہیں ہے، اور ہندوستان میں سکون ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں ہندوستان کے اندر برائیاں اتنی زیادہ عام نہیں ہیں اور یہاں پر آپ دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ برائی کا اڈہ بنا ہوا ہے کہاں سے سکون حاصل ہوگا؟ سکون تو میرے بھائیو! اللہ کے نام سے ہی آئیگا۔

کنٹریاں بدلنے سے سکون نہیں ملتا

اور ہمارے جو باپ دادا گزرے ہیں، پچاس سال پہلے جایئے اور ذرا ٹھہریئے، میں بہت اچھی طرح آپ کو سمجھتا ہوں، کہ ہمارے باپ دادا نے اپنی زندگی کو مزیدار بنانے کے لئے کبھی مہینہ دو مہینہ کا اسپین یا روم یا دبئی کا سفر نہیں کیا تھا نہ ان کی زندگی کو اس کی ضرورت تھی، اس لئے کہ ان کی زندگی میں سلامتی تھی، پیسے خرچ

کر کے اور کنٹریاں بدل بدل کر اگر انسان کو سکون ملتا ہو تو پھر پو چھنا ہی کیا اور پھر سب لوگ ایسے ہی سکون تلاش کر تے۔

انجوائے کرنے کا نام سکون نہیں ہے

آپ جہاں رہتے ہیں، بتا یئے! کہ کیا تمام انسانوں کے پاس پوری پوری دولتیں میسر ہیں؟ آپ کے پاس بہت دولتیں میسر ہیں، دولت کوٹھیوں سے ہیں اس کو کام کرنے پر ڈبل ٹیبل تنخواہ ملتی ہے، لیکن آدمی پریشان ہے کہ کب یہ ملے اور وہ ملے، اور میں کس کس جگہ اپنی لائف کو انجوئے کرنے کے لئے جاؤں، اور کچھ نہیں ملتا ہے تو شراب کو اختیار کرتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) یہاں تقریبا ہر شخص ڈپریشن کا مریض نظر آتا ہے پریشانی ختم کرنے کے لئے اور سکون حاصل کرنے کے لئے وہ (نعوذ باللہ) افیم کی گولی کھاتا ہے، اللہ تعالی ہمارے جوانوں کی حفاظت فرمائے (امین) وہ کبھی چرس پیتا ہے، کبھی گانجا پیتا ہے، اب تو نیا دور شروع ہوا ہے، حقہ پینا شروع کرتا ہے، کہ ہمیں لائف انجوئے کرنی ہے، اور اس کو سمجھ میں نہیں آرہا ہے زندگی میں پریشانی ہے کبھی سکون تلاش کرنے کے لئے دبئ جاتا ہے، جب واپس آتا ہے، تو پھر پریشان ہوتا ہے۔

جیب خالی ہے، فرائڈے کی نائٹ سے لیکر سنڈے کی صبح تک پیسے خرچ کرتا ہے سکون تلاش کرنے کے لئے پھرتا رہتا ہے، اور لوگ آتے ہیں، کوئی سگریٹ کا پیسہ مانگنے آیا ہے، کہ بھائی کہاں گئے تھے؟ کہا کہ سکون تلاش کرنے کے لئے، کہیں نہیں ملا سکون، یہ کونسا سکون ہے، کہ ماں باپ بوڑھے ہو چکے ہیں، اور اپنا بچہ اپنی بچی ہے،

اور یہ میاں الگ جا رہا ہے کہاں ہے سکون میرے بھائیو، کہاں ہے وہ سکون، جس کے پیچھے ساری دنیا پریشان ہے، لیکن کسی کو بھی وہ سکون نظر نہیں آتا ہے۔ آخر کہاں ہے وہ سکون اس کا جواب آج کی اس پڑھے جانے والی تراویح میں ہے، اس آیت میں ہے، اور قرآن کا قانون ابدی ہے، اس قرآن نے جس روز جس طاقت کے ساتھ اور جس چیلنج کے ساتھ ۱۴۲۷ھ سال پہلے آواز لگائی تھی، اسی طاقت کے ساتھ وہ آواز ابھی بھی باقی ہے، اور چیلنج ہے کہ انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا، اس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ انسانیت کا سکون قرآن پاک کے فرامین اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے میں ہے، دنیا کے اندر انسانیت کا سکون نہیں ہے، امن و شانتی اسلام میں ہے اور نبی کے طریقوں میں ہے۔

سکون کے لئے اللہ تعالی کا قانون

اور دیکھو سیدنا حضرت آدمؑ کو اور انکے دشمن، اور پوری انسانیت کا دشمن ابلیس اور شیطان کو جب زمین پر اتارا جا رہا تھا، تو اللہ تعالی نے ایک قانون بیان فرمایا: اِهْبِطَامِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : کہ اے آدمؑ تم اور تمہاری اولاد جتنی بھی تمہاری پشت سے پیدا ہونے والی ہے اور دوسری طرف شیطان تم سب کے سب زمین پر اتر پڑو، پھر دیکھو تمہارے پاس زمین پر جانے کے بعد میری طرف سے ہدایت آئیگی ؛فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى؛ ہدایت کی باتیں آئیں گی، تمہاری اولاد کے پاس میں نبیوں کو بھجوں گا، کتابوں کو بھیجوں گا، صحیح راستہ بتانے والوں کو بھیجوں گا اہل اللہ کو بھیجوں گا ؛فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى : جو میرے

قانون کے مطابق چلے گا، جو میرے اصول کے مطابق اپنی لائف کو گزارے گا، وہ کبھی بھی زندگی میں گمراہ نہیں ہوگا، اور وہی سکون کی سلامتی کی زندگی گزارے گا، اور اس کی زندگی میں کبھی بھی بدقسمتی اس کے ساتھ نہیں آئے گی۔

حضرت عمر کو ابدی سکون ملا

سورہ طٰہٰ کی پہلی آیت کریمہ جس نے عمر ابن خطاب کے دل کو پلٹا دیا اور ان کو دنیا وآخرت کا ابدی سکون نصیب فرمایا، عمر ابن خطاب جیسے سخت دل والے جس نے اپنی بہن کو مارنے میں کوئی کسر نہیں رکھی، انسان سب لوگوں کو مار سکتا ہے لیکن، بہن کو مارنے میں جلدی نہیں کرتا ہے، اور ان کی بہن کو دیکھو۔ اس کا دل اسلام کے لئے کتنا مضبوط تھا، بھائی کی پرواہ نہیں کی حالانکہ بہن بھائی کا جو رشتہ ہوتا ہے، وہ مقدس ترین رشتہ ہوتا ہے، عمر ابن خطاب کا دل اتنا سخت تھا کہ بہن کو لہولہان کر دیا بہنوئی تک کو مارا لیکن جہاں سورہ طٰہٰ کی وہ ابتدائی آیت کریمہ کان میں پڑی کہ، طٰہٰ ،مَا اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی : کہ ہم نے قرآن مجید انسان کی سعادت کے لئے نازل کیا، ہم نے انسان کی زندگی کو خوش نصیبی کے ساتھ گزارنے کے لئے اور اس کو زندگی میں سکون حاصل کرنے کے لئے نازل کیا ہے اور ہم نے قرآن اس لئے نہیں نازل کیا ہے، کہ آدمی حیران وپریشان رہے، یہ آواز عمر ابن خطاب کے کان میں پڑنی تھی کہ انکی دنیا بدل گئی، وہ بادصبا جس کے ذریعہ اللہ کی ہدایت تقسیم ہورہی تھی تو اسی وقت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ آ لگی۔ ان کے دل کی دنیا پلٹ گئی اسلام لے آئے، اسلام لانے کے بعد وہ عمر جن کے نام سے لوگ ڈرا کرتے تھے، وہ عمر جن کے نام

سے مسلمانوں کو اتنا خطرہ تھا کہ وہ باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، لیکن اب وہ عمر ایسے امیرالمومنین بن گئے کہ کسری اور قیصران کے نام کو سن کر تھرا جاتے تھے اور اللہ تعالی نے ان سے وہ کام لیا کہ دور دور تک آپ کے دورہ خلافت میں اسلامی پرچم لہرایا۔

گاندھی جی کا اعتراف

حضرت عمر بن خطابؓ نے دنیا کو ایسا عدل وانصاف اور ایسا انقلاب دیا، اور ایسی پولٹکس دی کہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان جس وقت انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا، تو سب سے پہلا جو اخبار ہندوستان میں نکلا آزاد ہندوستان کے نام سے، تو گاندھی جی کا اس وقت یہ بیان تھا کہ اگر ہندوستان سلامتی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، اور اپنے کو ترقی کی راہ پر لے جانا چاہتا ہے تو اسے اسلام کے تیار کردہ ہیرو عمر ابن خطاب کے (law) قانون کے مطابق عمل کرنا ہوگا، تبھی وہ کامیاب ہوگا ؛ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ، عربی میں کسی نے کہا ہے کہ کمال تو اسی کا ہے جس کی گواہی دینے پر دشمن بھی مجبور ہو جائے۔

الفاروق نامی ایک گرانقدر کتاب

علامہ شبلیؒ نے الفاروق نام کی ایک کتاب لکھی ہے، حضرت عمر کے حکومت چلانے کے قانون اس میں لکھے ہوئے ہیں، کئی زبانوں میں اسے منتقل کیا گیا ہے اور لوگ اس کو پڑھ پڑھ کر ہدایت حاصل کرتے ہیں، اور اپنی زندگی سلامتی کے ساتھ

گزارتے ہیں۔ میں آپ حضرات سے بھی کہوں گا کہ اس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

سکون قرآن کے قانون پر ہی ملے گا

تو میں کہہ رہا ہوں کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو اور ابلیس کو زمین پر اتارا تو یہ قانون ذکر فرمایا تھا کہ؛ **فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَا یَ فَلاَ یَضِلُّ وَلاَ یَشْقٰی**؛ کہ جو میری ہدایت پر چلے گا میرے قانون کے مطابق عمل کریگا اس کو کبھی بدبختی کی زندگی نہیں گزارنی پڑیگی، وہ خوش نصیبی کی زندگی گزارے گا، چند پیسوں میں بھی اس کو سکون ملے گا اور وہ بے تاج ہوگا لیکن بادشاہ بن کر زندگی گزارے گا۔

سکون سے خالی باشاہت کس کام کی؟

میرے بھائیو۔ جو بادشاہت پیشاب بھی نہ کرنے دے، پیشاب کے وقت بھی اس کو ڈر لگے کہ پتہ نہیں کب کیا ہو جائے گا وہ منسٹری اور وہ بادشاہت کس کام کی ہے؟ ایک گلاس اگر پانی پیتا ہے تو اس میں بھی اس کو ڈر لگتا ہے، تو وہ بادشاہت کس کام کی ہے میرے بھائیو۔ یہ سب اللہ تعالی کے احکامات کے مطابق زندگی نہ گزارنے کا نتیجہ ہے، ملت اسلامیہ کے تمام مسائل کا حل اللہ تعالی نے مذہب اسلام کی اتباع اور اس کی پیروی ہی میں رکھا ہے۔

شاہانِ اسلام کو خوف نہیں ہوتا تھا

اور ایک عمر بن خطابؓ کی بھی منسٹری تھی، ایسی حکومت تھی کہ اکیلے نکل پڑتے

تھے، آپ ذرا بیٹھ جایئے ، میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ مدینہ منورہ میں کوئی خوف نہیں تھا میڈیا بہت افواہیں پھیلاتا ہے، اور یہ اس کا کام شروع ہی سے ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی میڈیا اس طرح کی خبریں پھیلاتا تھا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں کسی نے یہ افواہ پھیلائی کہ مدینہ منورہ پر ایک لشکر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ سب کے سب سلامتی کے ساتھ سو جاؤ، میں مدینہ منورہ کی حفاظت کروں گا۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ایک گھوڑا لیا کوئی تلوار نہیں لی ، بے وقوف ہیں وہ لوگ اسلام کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے، کوئی تلوار نہیں، کوئی نیزا نہیں، کچھ بھی نہیں، حضور ﷺ اس گھوڑے پر بیٹھ کر اکیلے رات کے سناٹے میں نکلے، اور تاریکی میں مدینہ کے چاروں طرف چکر لگایا، اور پھر مدینہ منورہ والوں سے فرمایا کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، آرام سے صبح تک سو جاؤ، اور جس کا گھوڑا لیا تھا، ان سے فرمایا کہ ہم نے تمہارے گھوڑے کو تو خوب دوڑتا ہوا، اور چھلانگ لگاتا ہوا پایا، حضرت عمرؓ بیت المقدس فتح کرنے کیلئے فلسطین تشریف لے جا رہے تھے، پورے بدن پر پیوند لگے ہوئے ہیں، لیکن بادشاہ سلامت ہیں اور بڑے بڑے دشمن کانپ رہے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ کے فرمان پر عمل: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ، اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ دیندار بے چین نہیں ہوگا وہ سکون کی زندگی گزارے گا۔

ہماری بے چینی کا سبب

اور دوسری طرف اللہ تعالی کا اعلان ہے :وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ :کہ جو میرے حکم کے مطابق نہ چلتا ہو تو اس کے یہاں میاں بیوی میں جھگڑے ہیں، اس کی زندگی میں سکون نہیں ہوگا، اس لئے شریعت پر ہم آجائیں، اس میں ہر ایک کا علاج ہے، شریعت کو ہم فیصل بنائیں، اگر اولاد کے ساتھ کوئی معاملہ ہو رہا ہے، بھائی بہنوں کے ساتھ کوئی اختلاف ہو رہا ہے، تو اپنی ناک کی فکر نہ کریں، اس معاملہ کو شریعت کی عدالت میں پیش کریں، سب معاملہ صحیح ہو جائے گا، اس پر ہم راضی رہیں، شریعت جو کہے گی اس پر تیار رہیں، جھگڑا ہی نہیں رہے گا، اپنی من مانی زندگی گزاری تو قرآن نے صاف اعلان کیا ہے. جھگڑے کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

زندگی کی بے سکونی کبھی ختم نہیں ہوگی، ڈپریشن کی بیماری کبھی ختم نہیں ہوگی، روپیہ کماتے چلے جاؤ گے، تجوریاں بھرتے چلے جاؤ گے، اکاؤنٹ بڑھتا ہی جائے گا، لیکن سکون نہیں ملے گا، اور بے سکونی کے ساتھ تمہاری زندگی ختم ہو جائے گی۔ فرمایا کہ :فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا: ایسے آدمی کی زندگی کو ہم مشکل بنا دیں گے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا، کہ جو شخص بھی ہمارے حکم کی خلاف ورزی کریگا، اور جس نے ہمارے قرآن پاک کے مطابق عمل نہیں کیا ہم اس کی زندگی کو مشکل بنا دیتے ہیں، اس کی زندگی سے سکون غارت ہو جائیگا وہ امن سے نہیں رہیگا۔

نافرمان اندھا بنا کر اٹھایا جائیگا

اور اس کی زندگی کو تو مشکل بنائیں گے ہی بنائیں گے، قیامت کے دن بھی اس کو اندھا بنا کر اٹھائیں گے؛ وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى: قیامت کے دن وہ شخص نابینا بن کر آئے گا، اور پھر اللہ تعالی سے پوچھے گا کہ؛ لِمَ حَشَرْتَنِي اَعْمٰى: کہ اے اللہ میں تو دنیا میں دیکھتا پھرتا تھا، میرے تو چشمے کے نمبر بھی نہیں تھے، تھے تو بہت کم تھے مجھے تو ساری چیزیں نظر آتی تھیں، آج میں اندھا کیوں ہوں؟ آپ نے مجھے ایسا کیسے بنا دیا؟ اللہ کی طرف سے صاف اعلان ہوگا کہ تو نے دنیا میں سنا نہیں تھا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی، تو دنیا میں دیکھتا کہاں تھا؟ تو دنیا میں اپنے آپ کو سمجھتا تھا کہ تجھے سب نظر آرہا ہے، لیکن میری لسٹ میں تو بہت پہلے سے ہی اندھا ہے، اس لئے کہ تو نے دنیا میں میری آیتوں کو سن کر دیکھ کر اس پر عمل نہیں کیا تو گویا کہ تو اندھا ہی رہا۔

اسلام سے اندھا آخرت میں اندھا ہی اٹھے گا

کل ایک آیت آئی تھی کہ ؛وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيلًا: کہ جو اس دنیا کے اندر اندھا ہوگا، آخرت کے اندر بھی وہ اندھا ہی ہوگا، کیا مطلب؟ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے اندر جو آدمی آنکھوں کے اعتبار سے اندھا ہوگا آخرت کے اندر بھی وہ اندھا ہوگا، قرآن کا مطلب یہ ہے کہ جس نے دنیا میں غفلت کی زندگی گزاری، خدا تعالی کے احکام کو نہیں سمجھا، اور نہیں

دیکھا اور نہیں پڑھا، قرآن کی تلاوت نہیں کی، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو اس نے نہیں اپنایا، آخرت میں اس کو ایسے ہی اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا وہ سوال کریگا تو اللہ تعالی فرمائیں گے کہ دنیا میں تیرے پاس میرے احکام آئے تھے تو نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی، آج میں بھی تیری کوئی پرواہ نہیں کروں گا یہاں تو جیسا ہوگا ویسا ہی آخرت میں معاملہ ہوگا ہم دھوکہ والی زندگی سے اپنے آپ کو ہوشیار کریں۔

قرآن گھر بیٹھے سمجھے جانے والی کتاب نہیں ہے

کچھ لوگ آج کل قرآن پاک کو گھر پر بیٹھ کر ترجمہ کے نتیجہ میں حل کرنا چاہتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ قرآن پاک کا صرف ترجمہ پڑھکر اس کو سمجھنے لگتے ہیں، قرآن ایسے سمجھ میں نہیں آتا ہے اس لئے کہ وہ عربی کا گرامر ہے اور حضور پاک ﷺ نے آیات کریمہ کی تفسیر بیان فرمائی، صحابہ کرام نے تابعین اور تبع تابعین اور علماء امت نے قرآن کی مراد کو سمجھا ہے، اور میں آپ کو قرآن کی دلیل دیکر سمجھا تا ہوں اگر کوئی شخص ہمت کر کے توڑ سکتا ہو تو اس کو توڑے، قرآن مجید کے علوم کا تعلق سطروں، لائنوں اور (Pagess) کے اوپر نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کے علوم کا تعلق دلوں سے ہے اکیسویں پارے کے پہلے صفحہ پر یہ آیت کریمہ ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِينَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: کہ قرآن پاک کے حقائق سینوں میں ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے اس کی مراد اترتی ہے، کچھ لوگ قرآن پاک کا ٹرانسلیشن پڑھ کر دلیل کرتے ہیں، کچھ لوگ بخاری شریف کی حدیث پڑھ کر اس کے اوپر سے آرگیومینٹ کرتے ہیں، حالانکہ کوئی حدیث انہیں معلوم نہیں ہے، احادیث کو

جاننے کے لئے علوم کا جاننا ضروری ہے، قرآن پاک کی تعبیرات کو جاننے کے لئے کم ازکم بارہ علوم کا جاننا ضروری ہے، بارہ علوم کو آدمی جب تک سمجھ نہیں سکتا اس کی سمجھ میں قرآن پاک کی تفسیر نہیں آسکتی ہے صاف بات ہے، اور میں ایک دلیل دیتا ہوں کہ اگر خالص ترجمہ سے قرآن پاک سمجھ میں آجانے والی کتاب ہوتی، تو ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں آنے کی ضرورت کیا تھی؟ عربی زبان ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا عرب کے لوگ زیادہ سمجھتے ہیں، بتاؤ؟ (جی ہاں عرب کے لوگ زیادہ سمجھتے ہیں) بلکہ وہ دور ایسا تھا کہ علم وادب کا دور تھا اسلوب اور اشعار کہنے کا دور تھا، زبان کے اندر تو وہ (compitition) مقابلہ کرتے تھے، اگر صرف قرآن کی سطروں کے ذریعہ اور عبارتوں کے ذریعہ ہی اللہ کی مراد سمجھے جانے والی ہوتی تو اللہ تعالی روزانہ ایک ایک یا دودو، یا، پانچ پانچ، آیتیں، کعبۃ اللہ کے غلاف پر اتار دیتا، عرب کے لوگ اس کو پڑھتے، جس کو سمجھ میں آتا اسکو ہدایت ملتی، جس کو نہ آتا اس کو ہدایت نہ ملتی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے انبیاء کرام کو بھیجا ہے پتہ چلا کہ قرآن پاک بغیر کسی کے رہبری کے سمجھ میں نہیں آسکتا، ورنہ تو اہل عرب عربی کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔

انسان کو انسان ہی بنا سکتا ہے نہ کہ کتاب

لیکن معاملہ ایسا ہوا کہ حضور ﷺ پہلے تشریف لائے، اور آپ نے ان کو قرآن سمجھایا، اور قرآن پاک کی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو انسان بنا سکتا ہے کتاب انسان نہیں بنا سکتی، وہ تو صرف ایک ذریعہ ہے، ایک وسیلہ ہے، اور وسیلہ وسیلہ ہی ہوتا ہے اسی لئے تو ہمارے اسلاف نے فرمایا ہے کہ علم کا تعلق دل سے ہے نہ کہ کتاب سے۔

لطیفہ

خیر میں آپ کو ایک لطیفہ سنا دوں، کہ قرآن پاک کی ایک آیت، وَمَن كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعمٰی ؛ پر وہ لطیفہ ہے، اس زمانہ میں بہت کام کا قصہ ہے، کچھ لوگ ظاہری ترجمہ دیکھ کر آرگیومینٹ کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ؒ جن کے اساتذہ کرام ہوا کرتے تھے، اور جو خیر القرون سے قریب کے دور میں ایک عالم دین گزرے ہیں، انکے ساتھ کسی ظاہری عالم کا کچھ مقابلہ ہوا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ قرآن وحدیث کے آیات کا جو ظاہری ترجمہ ہوگا یعنی جو ظاہر بتا رہا ہوگا تو ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے، اب اس حنفی عالم نے بڑی اچھی پکڑ کی اس نے کہا کہ اچھا جو ظاہر بتائے گا اسی کے مطابق عمل ہوگا اس غیر مقلد کے ساتھ اتفاق یہ ہوا کہ وہ اندھا تھا، اس کو چشمے بھی نہیں تھے اور آنکھیں بھی نہیں تھیں، بالکل نظر بھی نہیں آتا تھا، لیکن وہ دلیل کیا کرتا تھا کہ ظاہری آیت جو ہوگی، اور جو ترجمہ ہوگا اسی کے مطابق عمل ہوگا اور اسی کو ہم مانیں گے۔ تو حنفی عالم نے کہا کہ اچھی بات ہے اس اعتبار سے تو آپ آخرت میں بھی اندھے ہی وہ نکلے اس نے کہا کیوں؟ حنفی عالم نے کہا اس لئے کہ آپ کو دنیا میں بھی آنکھیں نہیں ہے اور قرآں کہتا ہے: وَمَن كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعمٰی فَهُوَ فِي الاٰخِرَةِ اَعمٰی، کہ جو دنیا میں اندھا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا، بتاؤ اندھے سے کیا مراد لیتے ہو؟ کہا کہ نہیں، یہاں اندھے سے مراد اندھا نہیں ہے بلکہ اندھے سے مراد وہ ہے جو غفلت کی زندگی بسر کرتا ہے حنفی عالم نے کہا تم تو کہتے تھے کہ جو ترجمہ ہوتا ہے اسی کو اپنی مراد بتائیں گے کہا کہ نہیں، یہاں یہ

مطلب نہیں ہے تو کچھ لوگ اپنے ذہن کے مطابق اور اپنی مرضیات کے مطابق قرآن کی آیات کو احادیث طیبہ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن یہ کہتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اندھا بنا کر اٹھائیں گے، زندگی انکی مشکل کردیں گے، زندگی میں وہ سکون کی ایک روٹی نہیں کھاسکیں گے۔

سماج کی مصیبتوں کا حل اسلام میں ہے

میرے بھائیو! ہم اپنے سماج میں جو مصیبتیں دیکھتے ہیں، اس کا علاج صرف دین اسلام میں ہے، دیکھو سماج میں ہمارے باپ دادا پہلے انکی آمدنی کم ہوتی تھی لیکن ان کی زندگیوں میں سکون تھا اور ان کے اندر محبتیں دیکھو، ان کے مکانات ٹوٹے ہوئے تھے، وہ صرف چاول کے اندر اتنی اچھی زندگی بسر کرتے تھے کہ آج کل مرغے اور بکرے کھانے والے بھی نہیں کرسکتے ہیں، ان کا حال بڑا عجیب تھا کہ کھایا پیا بتی بجھائی سو گیا کل کی کوئی فکر نہیں، اگلے مہینہ کی کوئی فکر نہیں، اللہ چلا رہا ہے یہ سب کیوں؟ اس لئے کہ ان کی زندگی اسلام کے مطابق تھی، کیا مجال ہے ان بوڑھوں کی کہ فجر کی نماز چلی جائے، فجر کی نماز کسی بھی صورت میں نہیں جاتی تھی، رمضان کا روزہ کسی بھی صورت میں نہیں جاتا تھا۔ فجر کے بعد جب تک ذکر نہیں کرتے تھے چائے نہیں پیتے تھے ایک ایک محلّہ میں بس تلاوت ہی کی آواز ہوتی تھی، رات کو سونے سے پہلے، تبارک الذی کی تلاوت مغرب کے بعد؛ اذا وقعت الواقعہ کی تلاوت، جہاں ظہر کی اذان ہوئی آواز چاہے کھیت میں بھی آئی تو فورا نماز کی تیاری کرتے تھے، وہ اپنے وقتوں کی سیٹنگ اذان کے مطابق کرتے تھے، اسی لئے

میں نے ابھی بھی ہندوستان میں کئی جگہوں پر دیکھا کہ کہ کچھ لوگ اذان کے وقت کے مطابق کام سیٹ کرتے ہیں، کہ جہاں اذان کی آواز آئی وہاں کام بند کردیتے ہیں۔ ،ترکیسر کی جامع مسجد کے پاس زمانہ طالبعلمی میں میں نے کئی ایک دفعہ دیکھا کہ اگر کوئی گزرتا تھااور مسجد آئی تو ریڈیو کی آواز کو آہستہ کردیتا اس لئے کہ مسجد کا احترام ہے، اور ہم لوگ ہیں کہ ہمیں کچھ احساس نہیں ہے کہ مسجد میں موبائل رنگ بجتی ہے، اور وہ بھی گانے کی رنگ ٹون لگاتے ہیں۔

موبائل پر تصویر رکھنا درست نہیں ہے

اور ہمارے موبائل کے اوپر وہ تصویریں ہیں کہ اللہ رحم کرے، موبائل کے اوپر اپنی بیوی کی تصویر، اپنے دوست کی تصویر، اپنے گھر میں سے کسی کی تصویر، اپنے بھائیو کی تصویر رکھنا یہ سب حرام ہیں ،ہاں اگر کوئی ضروری تصویر ہے، تو اس کو بصورت ضرورت گیلیری میں ڈال دیجیئے ،اسکرین پر اس کو بھی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ایسا موبائل ہم نے اپنی جیب میں رکھا ہے، تو ہمارے پاس رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، اور جب رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے تو کہاں اس کے پیسوں میں برکت آئیگی ؟ اس لئے کہ فرشتہ ہی اس کے پاس نہیں آتا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ،اِنَّ الْمَلَا ئِکَۃَ لَا تَدْ خُلُ بَیتاً فِیہِ کَلْبٌ اَ وْ جُنُبٌ اَوْ صُوْرَۃٌ. او کما قال ﷺ ،رحمت کے فرشتے ایسے گھر میں نہیں آتے ہیں، جس گھر میں کتا ہو یا کوئی تصویر ہو، یا کوئی ناپاک آدمی پڑا رہتا ہو، اپنے موبائل کی اسکرین پر کوئی فوٹو رکھی ہے اگر چہ اس کو اپنے جیب میں ہی رکھا ہے، فرشتہ اس تصویر کو

دیکھ کر ہی بھاگ جاتا ہے پھر زندگی میں برکت نہیں آئے گی، شیطان قریب آئیگا، اور بے برکتی ہوگی پھر آدمی مارا مارا پھرتا ہے اور تعویذ وغیرہ کے چکر میں پڑ جاتا ہے، اور لوگ بھی اسے بکرا بناتے رہتے ہیں اور یہ بلی کا بکرا بن جاتا ہے۔

برے اعمال کی وجہ سے لذت ختم ہو جاتی ہے

میرے بھائیو۔ ہماری ساری زندگی کے اندر جو بے برکتی آرہی ہے، وہ اسی کا نتیجہ ہے، آپ دیکھئیے ! پہلے پچاس پیسے میں جو پھل اور فروٹ ملتا تھا اس میں کتنا مزا ہوتا تھا، اس کے اندر کتنی لذت ہوتی تھی، اس کے اندر کتنی طاقت ہوتی تھی آدمی کو کتنا لطف ملتا تھا مجھے یقین کے ساتھ جواب دیجئے لیکن جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے، کھانوں کے اندر سے لطف اور ٹیسٹ ختم ہوتا جا رہا ہے، آپ محسوس کرتے ہو کہ نہیں؟ چاہے ہم کتنا ہی لذیذ کھانا پکائیں کیسا بھی کھانا پکاؤ کتنا ہی مسالہ ڈالو، لیکن اس کے اندر وہ مزا ہی نہیں ہے، اس کے اندر مزا کیوں نہیں ہے؟ وہی قرآن پاک کی آیت؛ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِی فَاِنَّ لَه مَعِيْشَةً ضَنْكًا کہ جو شخص دین کے اوپر پورا پورا نہیں اترے گا ہم اس کے لئے زندگی دشوار بنا دیں گے، اس لئے میرے بھائیو ہم زندگی گزارنا سیکھیں۔

ایک صاحب دل ولی کا واقعہ

ایک صاحب دل آدمی تھے، اللہ کے ولی تھے، انہوں نے ایک مرتبہ ایک پھل خریدا، اس کو وہیں کاٹا اور کھانے لگے، اس میں ان کو کچھ ذائقہ نہیں آیا، اس کا ٹیسٹ

اور مزا بدلا ہوا نظر آیا، انہوں نے غصہ میں اس کو نیچے پھینکا، اور کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت زمین کے اوپر کوئی بہت بڑا گناہ ہوا ہے لوگ تعجب میں تھے کہ انکو کیسے پتہ چل گیا، کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اس لئے کہ اس پھل میں وہ مزہ ہے ہی نہیں جس کو میں محسوس کر رہا ہوں اس کا مزہ بدلا ہوا پاتا ہوں اور اسلامی نظام کا یہ قانون ہے کہ جب دنیا میں کوئی گناہ ہوتا ہے تو چیزوں کی لذت اٹھالی جاتی ہے، چنانچہ دوسرے دن اخبار میں آیا کہ کسی باپ نے بیٹی کے ساتھ زنا کیا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ چیزوں کے ذائقہ پر اثر پڑتا ہے، میرے بھائیو۔ آپ بتائیں! کہ کیا ان سب گناہوں کا اثر انسانی زندگی پر نہیں پڑے گا تو اور کس پر پڑیگا اور یہ ایک مثال نہیں ہے کئی ایک باتیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کا اثر اشیاء پر پڑتا ہے۔

اعمال صالحہ کرنے والا پرسکون ہوتا ہے

اس کے بالمقابل قرآن پاک کی یہ آیت بہت اچھی ہے کہ: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ : کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے، قرآن کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے: مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى : چاہے وہ مرد ہو یا عورت قرآن پاک قسم کھا کر کہتا ہے اس کا ترجمہ قسم ہی جیسا ہوتا ہے :فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً: ہم ضرور بالضرور اس کو بڑی اچھی راحت والی پاکیزہ شانتی اور سلامتی والی زندگی اس کو دیں گے۔ قرآن پاک نے فرمایا کہ جو بھی نیک عمل کرے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اگر اچھی زندگی بسر کرے، تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کو ہی سکون والی زندگی ملے گی اس لئے کہ قرآن

پاک کا وعدہ ہے، قرآن وسنت کے مطابق جو عمل کرے، اس کی زندگی کے اندر ہم سکون دیں گے، اللہ رب العزت ہم لوگوں کو اپنی زندگی کی حقیقت سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور جو آیت کریمہ پڑھی گئی، اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین

واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

قرآن مجید نے مال کو فیشن اور زینت کی چیز کہا ہے ،اَلْـمَـالُ وَالْبَـنُـوْنَ زِیْـنَـۃُ الْـحَیٰـوۃِ الدُّنیَا ،اور ایک جگہ فرمایا کہ ،وَمَـا اُوْتِیْـتُـمْ مِـنْ شَـیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَزِیْنَتُھَا،اور آج بھی قرآن پاک کی ایک آیت آئی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں،اسی لئے اس کا نام متاع رکھا ہے،اور متاع کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ کپڑا جس کو عورتیں کیچن روم میں استعمال کرکے سائڈ میں رکھ دیتی ہیں اس کو متاع کہتے ہیں کیا اس کپڑے کو سر پر رکھا جاتا ہے؟نہیں بلکہ اس کپڑے سے صاف کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو بھی صاف کیا جاتا ہے اور اللہ کے مخصوص بندے جب اس کپڑے کو (دنیا) استعمال بھی کرتے ہیں تو سہمے ہوئے لرزتے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کو لیتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اور پھر صدقہ دیتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالی سے ڈرتے بھی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کامیابی دنیا کی کثرت پر مبنی نہیں ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ با للہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اَللّٰہُ لَطِیف بِعِبَادِہٖ یرزُقُ مَن یَّشَآءُ، وَھُوَ القَوِیُّ العَزِیز، وقال تعالی مَن کَانَ یُرِیدُ حَرثَ الاٰخِرَۃِ نَزِد لَہ فِی حَرثِہٖ وَمَن کَانَ یُرِیدُ حَرثَ الدُّنیَا نُوتِہٖ مِنھَا وَمَا لَہ فِی الاٰ خِرَۃِ مِن نَّصِیب، وقال تعالی وَلَو بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوا فِی الاَرضِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُنَزِّلُ بِقَدِر مَّا یَشَآءُ اِنّہ بِعِبَا دِہٖ لَخَبِیر بَصِیر

وَھُوَ الَّذِی یُنَزِّلُ الغَیثَ مِن بَعدِ مَا قَنَطُوا وَیَنشُرُ رَحمَتَہ وَھُوَ الوَلِیُّ الحَمِیدو مَن کَان یُرِیدُ العَاجِلَۃَ عَجَّلنَا لَہ فِیھَا مَا نَشَآءُ لِمَن نُرِیدُ ثُمَّ جَعَلنَا لَہ جَھَنَّم یَصلٰھَا مَذمُومًا مَدحُورًاوَمَن اَرَادَ الاٰخرۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعیَھَا وَھُوَ مُومِن فَاُؤلٰٓئِکَ کَانَ سَعیُھُم مَشکَورًا وقال تعالی وَمِنھُم مَن یَّقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا وَمَا لَہ فِی الاٰخِرَۃِ مِن خَلَاق وَمِنھُم مَن یَّقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اؤلٰئِکَ لَهُم نَصِیب مِمَّا کَسَبُوا ،وَاللّٰهُ سَرِیعُ الحِسَابِ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ الدُّنیا مَزرَعَةُ الاٰخِرَةِ وقال النبی ﷺ اِنَّ الدُّنیَا خُلِقَت لَکُم وَاِنَّکُم خُلِقتُم لِلاٰخِرَةِ، صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الامی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاهدین والشاکرین ،والحمد لله رب العالمین۔

عزیزان محترم ۔میں نے تو سورہ فرقان کی کچھ آیتوں کے متعلق سوچا تھا لیکن میرے رفیق محترم امام صاحب نے بہت پر درد لہجہ میں قرآن پاک کو جس طرح پڑھنے کا حق ہے اس طرح پڑھا دورانِ تراویح ہی میرا ذہن ادھر منتقل ہو گیا اللہ تعالی ان کے علم و عمل میں برکت نصیب فرمائے اور نظر بد سے بچائے اور ہم سب کو بھی قرآن پاک اسی طرح لب و لہجہ میں پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آپ سبھی حضرات اس بات کی کوشش کریں کہ انکی ہم قدر کریں اللہ تعالی نے آپ کے لندن میں ایک قیمتی ہیرا دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِقرَوُا الُقُراٰنَ بِلُحُونِ الُعَرَبِ کہ قرآن پاک کو عرب کی طرز پر پڑھو یعنی جس طرح عرب روانی کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اس طرح پڑھو،آپ کے جو امام صاحب ہیں انہوں نے بہت اچھی تلاوت کی ہے اور ہم سب ان کے پیچھے آدھی تراویح پڑھتے ہیں اللہ تعالی ان کے علم و عمل میں برکت نصیب فرمائے یہی لہجہ باقی رکھے،اخلاص واستقامت عطا فرمائے،اٰمین

قرآن پاک سمجھ کر پڑھنے کی کتاب ہے

قرآن پاک دراصل سمجھنے ہی کی کتاب ہے قرآن پاک صرف رٹنے یا رٹانے کے لئے ، یا صرف اتار چڑھاؤ کے ساتھ پڑھنے ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم کے اندر ایسے مفاہیم ہیں کہ آدمی اگر صحیح دل سے اسکی تہہ تک پہنچے تو اسکے اندر سے کئی بیش قیمت موتی نکال سکتا ہے اللہ تعالی نے ہمارے اساتذہ کرام کی دعاؤں کی برکت سے قرآن کریم کے اندر کچھ سوچنے کی توفیق دی ہے تو آج تراویح کے دوران میرا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا رہا اللہ کے فضل وکرم سے میں نے سورہ شوری اور سورہ زخرف ان دوسورتوں میں غور وفکر کیا تو پایا کہ ان سورتوں میں بہت ساری باتیں بیان کی گئی ہیں۔

کامیابی کے سلسلہ میں انسانی سوچ

آدمی اس دنیا میں اپنی روزی سے متعلق ہی بہت پریشان ہے اور یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ ہر آدمی روزی کی زیادتی اور کمی کو دنیا کی مقبولیت اور مبغوضیت کا دارو مدار سمجھتا ہے (آپ غور سے سنیں میں آیت کریمہ سے باہر جانے کی کوشش نہیں کروں گا اس لئے کہ باہر مواد نہیں ہوا کرتا ہے) ہر آدمی ایسا سمجھتا ہے کہ جس کو رزق زیادہ ملا، یا جس کو روزی روٹی زیادہ ملی وہ اس دنیا کا سب سے بڑا سعادت مند انسان ہے اسکا مستقبل (Future) سب سے روشن (brigt) ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری طرح کوئی انسان ہی نہیں ہے، اور جس کو اللہ کی حکمت کے پیش نظر اور

اس کی کسی حکمت تکوینیہ کے پیش نظر روزی کم ملتی ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بد بخت آدمی نہیں ہے، آج کل ہم نے روزی کی زیادتی اور کمی کو بلندی اور تقوی کا معیار (Tharmameeter) سمجھ رکھا ہے۔

اللہ تعالی نے تسلی کی چادر ڈالدی

اللہ تعالی ایک جملہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ، اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَا دِہٖ ،اللہ تعالی نے پہلے ہی اپنے تمام بندوں کو تسلی کی چادر اڑھا دی کہ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت لطف کا معاملہ کرنے والا ہے، محبت اور شفقت کا معاملہ کرنے والا ہے جس کو زیادہ روٹی ملی ہو کوئی ضروری نہیں کہ اللہ اس سے محبت ہی کرتا ہو، اور جس کو کم روٹی ملی ہو کوئی ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالی اس سے کم محبت کرتے ہو، اللہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت مہربانی کرنے والا ہے اللہ تعالی اپنے بندوں کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والا ہے۔

اللہ تعالی کے بندے دو طرح کے ہیں

دیکھو یہاں فرمایا کہ بِعِبَـــا دِہٖ اللہ تعالی کے ایک بندے تو تکوینی طور پر ہوتے ہیں یعنی جبری اور تکوینی طور پر خدا تعالی کے بندے ہونے کا شرف پوری دنیا کو حاصل ہے چاہے وہ پوپ ہو، یا عالم ہو، یا اسماعیل ابراہیم اسحٰق ہو، لیکن قرآن پاک کی اصطلاح اور زبان میں اللہ کے بندے وہ ہیں جو اطاعت شعار ہیں اور ہاں دیکھو میرے ذہن میں آگیا کہ دوسری جگہ پر یہی لفظ عباد کہہ کر تمام بندے مراد

نہیں ہیں بلکہ خدا تعالی کے اطاعت شعار بندے ہیں اور وہ آیت ہے ، فَادخُلِی فِی عِبَا دِی وَ ادخُلِی جَنَّتِی ، اور دوسری جگہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اِنَّ عِبَا دِی لَیسَ لَکَ عَلَیھِم سُلطَان وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَ کِیلًا کہ میرے خاص بندوں پر شیطان کا زور نہیں چلے گا اور اسی کو اس طرح ایک مقام پر سمجھا گیا ہے کہ، اِلاَّ عِبَا دَکَ مِنھُم المُخلَصِین ، کہ دنیا میں میرے خاص بندے ہونگے جن کا شیطان کچھ نہیں بگاڑے گا ان سب آیتوں کا خلاصہ اور مغز یہ ہے کہ عباد کے لفظ سے اللہ تعالی کے فرمانبردار بندے جن کو تکوینی بندے کہا جاتا ہے وہ مراد ہیں، مومن جب یہ سنتا ہے تو اس کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنا بندہ کہا مجھے اپنا غلام کہا۔

فقر وفاقہ اللہ تعالی کی شان حکیمانہ کا مظہر ہے

بہرحال قرآن پاک نے فرمایا کہ اَللّٰـہُ لِطَیف بِعِبَا دِہٖ، اللہ تعالی اپنے بندوں کے ساتھ بہت زیادہ مہربانی کرنے والا ہے اللہ تعالی کو کسی بندے کو فاقہ میں رکھ کر اور کسی بندے کو بھوکا رکھ کر اور کسی بندے کو پریشان رکھ کر کچھ بھی نہیں ملتا ہے اس کے پاس تو کچھ بھی کمی نہیں ہے اس نے کہا ہے کہ، وَاِن مِّن شَیء اِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُہٗ ، کہ ہر چیز کے خزانے اللہ تعالی کے پاس موجود ہیں اور عربی میں خزائن یہ جمع منتھی الجموع ہے اور جمع منتھی الجموع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے بعد کوئی جمع ہو ہی نہیں سکتی ، اب مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے پاس اتنا بڑا خزانہ ہے کہ اسکے بعد کسی خزانہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ ، وَمَا نُنَزِّلُه اِلَّا

بِقَدَرٍ مَّعلُومٍ، کہ ہم اپنے خزانہ میں سے مخصوص مقدار کے موافق نازل کرتے ہیں، یہ نہ سمجھنا کہ جس کو رزق زیادہ ملا، وہ خدا تعالی کا میاب بندہ ہے، اور جس کو رزق کم ملا وہ خدا تعالی کا محبوب بندہ نہیں ہے۔

رزق اللہ تعالی کی مشیت پر موقوف ہے

اسی لئے جو حضرات عربی سمجھتے ہیں وہ اس آیت پاک کا مفہوم جانتے ہیں اور آپ حضرات کو بھی سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ، اَللّٰہُ لَطِیف بِعِبَادِہٖ یرزُقُ مَن یَّشَآءُ، کہ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ مہربان ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ رزق میری محبوبیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ میری مشیت پر موقوف ہے اسی لئے ایسا نہیں فرمایا کہ ،یَرزُقُ مَنْ یُّحِبُّہٗ، کہ ہم اسے رزق دیں گے جس سے ہم محبت کریں گے یا یَرزُقُ لِلمتَّقِین، یا یَرزُقُ لِلمُؤمِنِین کہ ہم مومنوں کو ہی رزق دیں گے، نہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ یَرزُقُ مَن یَّشَآءُ کہ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کم دیتا ہے اور خدا تعالی کی مشیت دنیا کے تمام بندوں کے ساتھ شامل ہے چاہے وہ مومن ہو یا غیر ہو۔

جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے

اور مشیت کا معنی ہوتا ہے اپنا ارادہ کسی کے ساتھ منسلک کرنا اسی کو فرمایا کہ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَم یَشَاء لَم یَکُن، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جس کو اللہ نہیں چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا ہے ،وَمَاتَشَاءُ ونَ اِلَّآ اَن یَّشَاءَ اللّٰہ ،کہ اے

بندوں جو تم چاہو گے وہ نہیں ہو گا جو ہم چاہیں گے وہی ہو گا تو اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے جملے میں یہ مسئلہ حل فرما دیا کہ رزق کا دارو مدار میری محبوبیت اور میری مقبولیت کے اوپر نہیں ہے کہ میں نے جس کو زیادہ رزق دیا وہ میرا محبوب بندہ ہے اور جس کو میں نے کم رزق دیا وہ میرا مبغوض اور ناپسندیدہ بندہ ہے ایسی بات نہیں ہے بلکہ میں جس کو چاہتا ہوں اس کو روزی زیادہ دیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں کم دیتا ہوں ہاں یہ بات ہے کہ ،وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيز ، کہ میری طاقت بڑی زبردست ہے۔

ہر ایک کو وافر روزی نہ دینے کی حکمت

لیکن اللہ تعالی نے اپنی قدرت تکوینیہ کی طرف ایک اشارہ کیا ہے، اللہ تعالی نے فرمادیا کہ دیکھو تم لوگ رزق کے لئے مارے مارے پھرتے ہو، ضرورت کے بجائے سہولت کو ترجیح دیتے ہو، اور حاجت کے بجائے راحت کو ترجیح دیتے ہو، اگر ہم دنیا میں ہر ایک کو فراوانی کے ساتھ روزی دیتے ، ہر ایک کے اوپر روزی کے دروازے کھول دیتے ،تو انسان کے معدہ کا پاور اس کو ہضم نہیں کر پاتا مال کے ہضم کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مال انسان کو اللہ تعالی کی اطاعت سے نہ اتارے وہ مالدار بن کر بھی شکر گزار رہے، اور مال کا ہضم کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اور اسی حکمت تکوینیہ کو قرآن پاک نے کہا کہ،وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ ، یہاں پر بھی لفظ عباد کا استعمال ہے اور مجھے تو اس لفظ عباد کو کہتے ہوئے بڑا لطف آتا ہے یہاں پر عباد سے اللہ تعالی کے مخصوص بندے مراد

ہیں کہ میں اگر میرے مخصوص بندوں کو زیادہ رزق دیتا تو وہ میری نافرمانی کرتے اور بھائیو بتلاؤ ہم آپ اللہ تعالی کے مخصوص بندے بننا چاہتے ہیں یا نہیں (جی ہاں اللہ تعالی ہمیں اپنے مخصوص بندوں میں سے بنائے (آمین) اللہ تعالی ہمیں اپنے متقین بندوں میں سے بنائے اللہ تعالی فرماتے ہیں اگر میں روزی کو اپنے مخصوص بندوں پر کھول دیتا تو شاید میرے یہ مخصوص بندے اس کو ہضم نہ کر پاتے اور زمین میں بغاوت پر اتر آتے اس لئے میں نے انہیں وافر مقدار میں روزی نہیں دی۔

ایک مثال سے وضاحت

اس کو میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں کہ ایک مریض اگر بستر مرض پر لیٹا ہوا ہو، اور وہ پایہ کا سوپ مانگتا ہے تو اس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ آپ اسکو پایہ کا سوپ نہ دیں اس لئے کہ اس کے معدہ کا پاور اس کو ہضم نہیں کر پائیگا، اور یہ اس کے ساتھ مکمل خیر خواہی ہے، آپ میری مثال کو سمجھ گئے ہونگے کہ اگر ہم اللہ تعالی کی اس حکمت کو سمجھ لیں تو ہمارے سب مسائل حل ہو جائیں گے، بے چارہ مریض ہے بیمار ہے، وہ بچوں جیسی حرکتیں کرتا ہے کبھی کچھ مانگتا ہے کبھی کچھ مانگتا ہے لیکن اس کو نہیں دیا جائے گا، ڈاکٹر نے اسکو منع کیا ہے پایہ کے سوپ میں طاقت ضرور ہے لیکن اس کی صحت کو خراب کرے گا گھی میں طاقت (Protine) ضرور ہے لیکن اس کے پیٹ کو نقصان پہنچائیگا وہ نہیں جانتا ہے کہ اس میں میرے لئے کتنے نقصان ہیں، اگر آپ نے اس کو وہ چیز دیدی جو وہ مانگ رہا ہے تو آپ نے اس کے ساتھ زبردست قسم کا ناروا سلوک کیا، آپ نے بہت بڑا جرم عظیم کیا، آپ یہ نہ سمجھیں

کہ میں نے تو اسکو گھر سے بہت اچھا پایہ کا سوپ بنا کر پلایا ہے میں نے تو اس کو ٹھنڈا پانی پلایا میں نے تو اس کو ایک کپ بھر کر گھی پلایا، نہیں اس کو تو بدہضمی ہو جائیگی اسکی طبیعت خراب ہو جائیگی۔

آمدم برسر مطلب

خدا تعالی جانتا ہے کہ میرے یہ بندے میں نے ان کو دنیا کے لئے پیدا ہی نہیں کیا ہے بلکہ دنیا کو ان کے لئے پیدا کیا ہے اسی کو مسلم شریف کی **کتاب الزھد والقناعۃ**، کے اندر جناب نبی اکرم ﷺ کی روایت کہتی ہے، **اِنَّ الدُّنیا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُم خُلِقْتُم لِلْاٰخِرَۃِ**، کہ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور قرآن پاک کی متعدد آیتیں اس پر شاہد ہیں، **اَلم تَروا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُم مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرْضِ**، کہ آسمان وزمین کی تمام چیزوں کو ہم نے تمہارے تابع کیا ہے۔ دنیا کی چیزوں کو آسمان کی چیزوں کو بھی انسان چاہے تو مریخ کو زحل کو عطارد کو اپنے قبضہ میں کرسکتا ہے وہ چاہے تو دن میں ستارے الکٹرانک آلات کے ذریعہ دکھا سکتا ہے خدا تعالی نے اس کے لئے چاند تک پہنچنا بھی آسان کردیا۔

تب تو قارون بھی سعادت مند ہوتا

میرے بھائیو۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ دنیوی مال ودولت کو ہضم کرنا سب کے بس کی بات نہیں اور اگر دنیوی جاہ وجلال اور مال ومنال کی زیادتی اللہ تعالی کے یہاں مقبولیت کی نشانی ہوتی تو قارون سے بڑھ کر دنیا کا کوئی سعادت مند انسان

نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کہ اس سے بڑا کوئی مالدار پیدا ہی نہیں ہوا جس کی مالداری کوقرآن نے خود بیان کیا ہے کہ ،اِنَّ قَارُونَ کَانَ مِن قَومِ مُوسٰی فَبَغٰی عَلَیھِمْ ، کہ قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا مال والا تھا،لیکن فَبَغٰی عَلَیھِم، اس کو مال ھضم نہیں ہوا اور قارون مالدار تھا لیکن ایمان والا نہیں تھا اس لئے وہ ہلاک ہوگیا پتہ چلا کہ مال اور دولت کسی کی سعادت کا ذریعہ ہوتا تو قارون سب سے پہلے ہونا چاہئیے تھا۔

دنیا کی زیادتی اللہ تعالی سے دور کرتی ہے

اور یہ سیدھی سی بات ہے کہ آدمی کے پاس جب دنیا خوب آتی ہے مال خوب آتا ہے تو پھر وہ خدا تعالی سے ذرا دور ہوتا جاتا ہے عرب والوں نے مال کا نام اسی لئے مال رکھا ہے کہ اسکی طرف انسان کا دل مائل ہوتا ہے،مَالَ یَمِیلُ مَیَلَانًا ، کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف مائل ہونا اور چونکہ اسکی طرف انسان کا دل مائل ہوتا ہے اس لئے اس کو مال کہتے ہیں اب اسی لفظ کو اردو والوں نے گجراتی والوں نے چرایا ہے اور برامت مانئیے آپ کے لندن والے اور انگریزی والے بھی چراتے رہتے ہیں اور الحمد للہ عربی زبان ایسی مستغنی زبان ہے کہ اس کا مادہ اشتقاق بڑا پھیلا ہوا ہے۔

زیب وزینت کو دوام نہیں ہوتا ہے

اورقرآن پاک نے کہا ہے کہ، اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا ، کہ مال اور حشم وخدم دنیا کی زیب وزینت ہیں اور زینت کو دوام اور ہمیشگی نہیں نصیب نہیں ہوتی ہے دیکھو لندن والو۔عورت اگر لپ اسٹک لگائے تو وہ زینت کے لئے لگاتی ہے کیا وہ لپ اسٹک ہمیشہ رہتی ہے؟ اگر ایسا ہو تو لپ اسٹک والوں کا کاروبار ہی بند ہو جائیگا ایک مرتبہ خرید لی اب اس کے بعد خریدنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ناخن پالش اگر لگایا تو وہ بھی ہمیشہ نہیں رہتی ہے، اب یہ مت سمجھنا کہ یہ جائز ہے میں تو صرف مثال دے رہا ہوں ،ورنہ یہ جائز نہیں ہے،تو زینت کی چیز ہمیشہ نہیں رہتی ہے فیشن کی چیز بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔اورقرآن پاک نے مال کو زینت کہا ہے پتہ چلا کہ مال بھی کوئی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے۔

قرآن نے دنیا کو زینت اور متاع فرمایا

قرآن مجید نے مال کو فیشن اور زینت کی چیز کہا ہے ، اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا ،اور ایک جگہ فرمایا کہ ،وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا ،اور آج بھی قرآن پاک کی ایک آیت آئی تھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کے مال ومتاع کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہیں،اسی لئے اس کا نام متاع رکھا ہے،اور متاع کسے کہتے ہیں لکھا ہے مفسرین نے کہ وہ کپڑا جس کو عورتیں کیچن روم میں استعمال کر کے سائڈ میں رکھ دیتی ہیں اس کو متاع کہتے ہیں، کیا اس

کپڑے کو سر پر رکھا جاتا ہے؟ کیا اس کپڑے کو جیب میں رکھا جاتا ہے؟ نہیں بلکہ اس کپڑے سے صاف کرنے کے بعد اپنے ہاتھ کو بھی صاف کیا جاتا ہے اور بقدر ضرورت ہی اس کا ستعمال ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کے مخصوص بندے جب اس کپڑے کو (دنیا) استعمال بھی کرتے ہیں تو سہمے ہوئے لرزتے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کو لیتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اور پھر صدقہ دیتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالی سے ڈرتے بھی ہیں۔

دنیا آنے پر صحابہ کرامؓ کی خشیت

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے وصال فرما جانے کے بعد جب دنیا کے خزانے ہمارے سامنے سمٹ آئے تو کبھی کبھی ہم کو ایسا تصور ہوتا تھا کہ ،نَخشٰی اَن تَکُونَ حَسَنَا تُنَا قَد عُجِّلَتْ لَنَا فِی الدُّنیَا ، ہم کو ڈر لگتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم کو ہماری نیکیوں کا پورا بدلہ کہیں دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو، صحابہ کرام خوف کھاتے تھے کہ کہیں ہمیں دنیا ہی کے اندر تو بدلہ نہیں مل گیا تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو رزق زیادہ ملے وہ خدا تعالی کا محبوب ہے، اور جس کو روزی کم ملے وہ کوئی بد بخت انسان ہے، روزی خدا تعالی جس کو جیسی چاہتا ہے ویسی دیتا ہے اور جس کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کو وہ ہضم نہیں کر سکے گا تو اس کو نہیں دیتا ہے۔

قارون کے خزانہ کی چابیاں

میں نے آپ کو بتلایا تھا اگر مال پر بزرگی اور تقوی کا دارو مدار ہوتا تو قارون سے بڑھ کر کوئی بزرگ نہ ہوتا قارون کے پاس کتنا مال تھا آج کل تھوڑا سا مال آجاتا ہے تو اکڑ کر چلتے ہیں اور اتنا سر اونچا کر کے چلتے ہیں کہ پھر گردن کا پٹہ بھی باندھنا پڑتا ہے قارون کا خزانہ اتنا بڑا تھا کہ اس کو بڑے بڑے پہلوان بھی نہیں اٹھا سکتے تھے جب چابیوں کا یہ حال ہے تو خزانہ کا کیا حال ہوگا قرآن پاک نے کہا ہے کہ، وَاٰتَیْنٰهُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَا تِحَهٗ لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ، کہ اس کے خزانہ کی چابیاں بڑے بڑے پہلوان اٹھایا کرتے تھے لیکن چونکہ حضرت موسیٰ کی قوم کا آدمی تھا اس لئے حضرت موسیٰ کے حواریوں نے اسے نصیحت کی کہ، لَا تَفْرَحْ ، کہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ،اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ۔ بیشک اللہ تعالی اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

مال انسان کی آزمائش کے لئے ہوتا ہے

خدا تعالی اگر کسی کو مال دیتا ہے تو وہ اسکی جانچ اور آزمائش کے لئے دیتا ہے اور آخرت کو سنوارنے کے لئے دیتا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا، اِنَّ الدُّنیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ ،اور میں نے ایک حدیث پڑھی، اَلدُّنیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس دنیا میں ہم کو مال ومتاع مل گیا اس دنیا میں ہم کو روپئے پیسے مل گئے اس دنیا میں ہم کو ڈالر اور پاؤنڈ مل گئے وہ اس لئے

تا کہ ہم ان پیسوں کے ذریعہ آخرت کی کھیتی کی تخم ریزی کریں۔اس بات کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں کہ مال انسان کو کھانے کمانے اور عیش وآرام کے لئے کم ملتا ہے، اصل تو اللہ تعالی اس مال کے ذریعہ اس کو آزماتے ہیں کہ اس مال میں جن جن لوگوں کے حقوق متعلق ہیں ان کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں؟ زکوۃ دیتا ہے یا نہیں؟ صدقہ کرتا ہے یا نہیں؟ ماں باپ کی فکر کرتا ہے یا نہیں؟ چھوٹے بہن بھائیوں کے سلسلہ میں اس کا کیا رویہ ہے؟ بہنوں کی میراث ادا کرتا ہے یا نہیں؟ مال تو اصل میں ان سب باتوں کی آزمائش کے لئے ملتا ہے،

اور بعینہ یہی مثال قرآن پاک بیان کرتا ہے کہ، مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموَالَهُم فِى سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنبَتَتْ سَبعَ سَنَا بِلَ فِى كُلِّ سُنبلَةٍ مِائَةُ حَبّة، اللہ تعالی اس ایک روپے یا ایک پاونڈ کا جو اس نے اللہ کے لئے آخرت کی کھیتی میں بویا ایک پاونڈ کے بدلہ سات سو پاونڈ دیتے ہیں اور ایک روپۓ کے بدلہ سات سو روپۓ دیتے ہیں، پتہ چلا کہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے نہ کہ کھانے کمانے کی جگہ ہے اگر مال ملا ہے تو یہ سوچنا چاہیئے کہ اللہ اس کے ذریعہ مجھ کو آزمانا چاہتے۔

قارون کو نصیحت

حضرت موسیؑ کے قوم کے کچھ نیک لوگوں نے قارون سے کہا اور قارون کو نصیحت کی کہ اترامت، اور مالداروں کو بھی اس نصیحت کو غور سے سننا چاہیئے ، وہ نصیحت یہ کہ،وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الاٰخِرَةَ ، کہ اللہ تعالی نے تجھے جو مال دیا

ہے اس میں تو آخرت کے گھر کو تلاش کر، اللہ تعالی نے تجھے جو دولت اور ثروت دی ہے اس کے ذریعہ تو آخرت کے گھر کو تلاش کر، خدا تعالی کی رضامندی والے اعمال کر، اور دنیا میں ہم نے تیرے لئے حصہ مقرر کر کے رکھا ہے اسکو بھی مت بھول، اسلام کیسا اعتدال رکھتا ہے، سبحان اللہ، آیت کریمہ پر غور کر کے آدمی کی طبیعت مچل جاتی ہے قرآن پاک نے یہ نہیں کہا کہ تو مال کو ذرہ برابر خرچ مت کر، یا تو اپنے مال کو بھول جا، بلکہ کیا فرمایا، وَابْتَغِ فِيمَا اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ، اسلام اعتدال رکھنے والا مذہب ہے کہ صرف ایسا نہیں فرمایا کہ آخرت کا ہی گھر تلاش کر بلکہ یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں ہم نے تیرے لئے جو حصہ مقرر کر کے رکھا ہے اسکو بھی مت بھولنا اور اسی کو دوسری جگہ فرمایا کہ وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ، کہ اپنے رب کی نعمتوں کو ظاہر کرو، اگر اللہ تعالی نے آپ کو مال دیا ہے تو کپڑے اچھے پہنو، اچھا رہو، صرف اس نیت سے کہ اللہ کی نعمت مجھے بتلانی ہے، تکبر اور اتراہٹ کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی نعمت کو بتلانے کے لئے ، اور اس کے احسان کو بتلانے کے لئے کہ میرے اللہ نے مجھے یہ نعمت دی ہے اظہارِ نعمت اور اظہار عبدیت ہو، تکبر اور ریاکاری نہ ہو، نام ونمود نہ ہو۔

آپ ﷺ نے عمدہ کپڑے زیب تن فرمائے

اسی لئے جناب نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ بہترین خوشنما جوڑا پہن کر باہر نکلے صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو تعجب کی نظروں سے دیکھنے لگے، ان کی نظریں یہ بتلا رہی تھیں کہ آپ ﷺ نے اتنا اچھا جوڑا پہنا ہے اور ہمیں دنیا میں قناعت

اختیار کرنے کے لئے فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ ،اِنَّ اللّٰہَ لَیُحِبُّ اَن یَّرٰی اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ ، کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال دیا ہے تو اس کو چاہیئے کہ بہترین لباس پہنے اسکو چاہیئے کہ اچھا شرٹ پہنے ،اسلام منع نہیں کرتا ہے وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا ،دنیوی کچھ حصہ ملا ہے تو اس کو بھولنا بھی نہیں چاہئے بلکہ اس کو اختیار کرنا چاہیئے ۔

بہترین مکان بنانا برا نہیں ہے

میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم کے سامنے ہم لوگ ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے ہمارے کسی ساتھی نے آ کر کہا کہ حضرت برکت کی دعا کیجئے ، ہم نے ایک بہترین اچھا خوبصورت مکان بنالیا ہے، میں نے سوچا کہ پتہ نہیں حضرت اب کیا کہتے ہیں لیکن مولانا نے فرمایا کہ بہترین مکان کا بنانا یہ بھی خدا کے رسول کے یہاں مطلوب ہے۔اور اس پر دلیل بھی دی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے دعا میں فرمایا کہ ،اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ میرے مکان میں وسعت دے، میرے مکان کو بڑا کر دے، اگر مکان کا بڑا ہونا حضور ﷺ کے نزدیک مطلوب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کی دعا کیوں مانگتے ؟ نبی مبغوضات کی دعا نہیں کرتا ہے، دیکھو اللہ والوں کی نظر بڑی دور تک جاتی ہے فرمایا کہ نبی نے دعا کی اس کا مطلب یہ ہے مکان بنانا برا نہیں ہے۔

دنیا کی نعمت حسنہ مطلوب ہے دنیا نہیں

مجھے یاد آرہا ہے کہ دعا میں یہ فرمایا کہ ،رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیاحَسَنَةً اے اللہ ہم کو دنیا میں بھلائی دیدے یہ نہیں فرمایا کہ رَبنَا اٰتِنَا الدُّنیَا ، کہ اے اللہ ہم کو دنیا دیدے ،ایسا نہیں فرمایا ، بلکہ فرمایا اے اللہ ہم کو دنیا میں حسنہ دیجئے تو دنیا کو ظرف بنایا گیا ہے اور ظرف کا مطلب ہوتا ہے جیسے گلاس میں پانی ہے، اب بتلاؤ کہ پانی مطلوب ہوتا ہے یا گلاس مطلوب ہوتا ہے، ارے بولونا (پانی) اس لئے کہ گلاس تو پانی رکھنے کی ایک چیز ہے اگر گلاس نہیں ملا تو آپ کسی اور برتن سے پی لیں گے وہ بھی نہیں ملا تو ہاتھ سے پی لیں گے پتہ چلا کہ گلاس مطلوب نہیں ہے بلکہ پانی مطلوب ہے تو ایسے ہی دنیا ظرف (برتن) ہے اور وہ اصل نہیں ہے، بلکہ اصل دنیا کے اندر کی چیز حسنہ یعنی بھلائی ہے۔

قارون کو ایک اور نصیحت

اور نصیحت کرنے والوں نے قارون کو دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ،وَاَحسِنْ کَمَا اَحسَنَ اللّٰہُ اَلیْکَ ، کہ تو اللہ کے بندوں پر احسان کر جیسا کہ اللہ تعالی نے تجھ پر احسان کیا ہے تیرے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن خدا تعالی نے اپنے پاس سے خوب چھپر پھاڑ کر تجھے دیا ہے،اور اللہ تعالی نے تجھ پر احسان کیا ہے،تو بھی خلق خدا کے ساتھ اور اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کر، اور تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ زمین میں فساد برپا مت کرنا زمین میں فساد کو تلاش مت کرنا۔

دنیا کی کثرت فساد پر آمادہ کرتی ہے

اور مجھے یاد آرہی ہے سورہ علق کی ایک اور آیت کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ، کَلَّآ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی انسان سرکشی،طغیان پر اورتوقان پر اسی وقت اترتا ہے جب وہ اپنے اندر استغناء محسوس کرتا ہے جب انسان کے پاس مال بہت آتا ہےتو وہ فساد پر اترتا ہےسرکشی پر اترتا ہےاسی لئے تومال آنے کے بعدقارون سے کہا گیا کہ ،لَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِی الۡاَرۡضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ لیکن قارون بدمعاش اور بد بخت تھااس کوقوم نے کہا تھا کہ اللہ تعالی نے تجھے اپنے احسان کے نتیجہ میں مال دیا ہے لہذا تو بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کراورزمین پرمت اِترا۔

لیکن وہ اپنا استحقاق سمجھتا تھا میں آپ کو پانچ منٹ کے اندر بڑی قیمتی باتیں بتارہا ہوں(پانچ منٹ میں بات ختم نہیں کروں گا گھبرایئے گانہیں)انسان جب کسی چیز پراپنا استحقاق یعنی اپناحق ثابت کرتا ہےتو اس چیز کے نہ ملنے پراس کوتکلیف ہوتی ہے، وہ اپناحق سمجھتا ہے کہ یہ چیز مجھے ملنی چاہیئے تھی ، پھر اگرنہیں ملی تو اس کوتکلیف ہوتی ہے، رنج اورراحت کبھی جمع نہیں ہوتی ہے،اس لئے وہ اندراندر سے بہت گھٹتا ہے،اوراگر وہ کسی چیز کواپنا حق نہیں سمجھتا ہے، اورکسی چیز کا دعویدارنہیں ہوتا اور پھر اگراس کوکوئی چیزنہیں ملتی ہےتو اس کوتکلیف نہیں ہوتی ہےاوراگرمل جاتی تو خداتعالی کاشکرادا کرتا ہے۔

حسد کا سبب بھی یہی ہے

اور دیکھو حسد جسے کہتے ہیں اس کا بھی سب سے بڑا سبب یہی استحقاق ہے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے یہ بات لکھی ہے مثال کے طور پر ایک آدمی بہترین کام کرر ہا ہے اور وہ خوب کمار ہا ہے تو مجھے حسد ہو رہا ہے (اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھے امین) اب مجھے کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟ حالانکہ مال اس کا، مالیت اس کی، مناصب اس کے، اور مجھے تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟ اس لئے کہ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس کا مستحق میں تھا مجھے یہ چیز ملنی چاہیئے تھی اس کو کیوں مل گئی؟ اس کے پاس نہ رہے اور صرف میرے ہی پاس رہے اسی کا نام تو حسد ہے۔

اگر دل میں ایسا خیال آئے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور میرے پاس بھی رہے تو اس کا نام حسد نہیں ہے بلکہ اس کو رشک کہا جاتا ہے رشک کرنے کی اجازت ہے، حسد کرنے کی اجازت نہیں ہے، آدمی کبھی بھی اپنے آپ کو کسی چیز کا مستحق نہ سمجھے، آدمی کو اللہ تعالی نے مال بہت زیادہ دیا ہے اگر کسی کو دماغ بہت اچھا ملا ہے اگر کسی کو اللہ تعالی نے صحت بڑی اچھی دی ہے اگر اللہ تعالی نے کسی کی قوت فکریہ اور قوت استدلالیہ بڑی مضبوط رکھی ہے تو اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہے، میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

قارون کا بھائی کون ہے؟

ورنہ اگر وہ یوں سمجھتا ہے کہ مجھے میری صلاحیت کی بنا پر یہ چیز ملی ہے تو وہ قارون کا بھائی ہے، اگر کوئی آدمی اپنی مالداری کو یا اپنی دولت کو یا اپنی وفرتِ علم اور کثرت علم کو، اپنی طاقت کو، اپنی خوبصورتی کو اپنی محنت کا نتیجہ اپنی صلاحیت کا نتیجہ سمجھتا ہے تو وہ قارون کا بھائی ہے قارون نے یہی کہا تھا جب اس سے لوگوں نے کہا کہ تو اللہ کے بندوں پر اللہ تعالی کے دیئے ہوئے مال میں سے احسان کر، تو اس نے جواب دیا تھا کہ اِنَّمَا اُوتِیتُهٗ عَلٰی عِلْم عِنْدِی، کہ چپ رہو یہ سب اللہ نے تھوڑا مجھے دیا ہے یہ تو اس لئے ہے کہ میں تو اتنا بڑا ایجوکیشن (Education) والا ہوں اتنا بڑا اسائنس داں ہوں میں نے بڑی محنت سے پڑھا ہے، کوئی ادھر ادھر کی خاک تھوڑی چھانی ہے بیس سال محنت کی ہے تب جا کر یہ علم ملا ہے، اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو یہ شیطانی خیال ہے۔

میرے بھائیو۔ محنت تو بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالی کی نظر انتخاب تم پر پڑی کی اللہ تعالی نے تمہیں ذہن ثاقب نصیب فرمایا، اللہ تعالی نے تمہارا نصیبہ اقبال کی شکل میں کھول دیا، اور تمہارا مقدر کھلتا ہی گیا، قارون نے کہا کہ میں نے تو علم حاصل کیا ہے اس کی بدولت یہ سب مجھے ملا ہے، ہم میں کے بھی کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ میں تو لندن آیا اس لئے اتنے پیسے کمائے ہیں، ہم تو محنت کرتے ہیں صبح سات بجے جاتے ہیں، شام سات بجے آتے ہیں، بھوکے پیاسے رہتے ہیں، تب جا کر اتنا مال ملتا ہے۔

محنت کو دنیا کے نتائج میں دخل ضرور ہے لیکن اثر نہیں ہے، دخل اور اثر دونوں میں فرق ہے، محنت کی بنا پر نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، نتیجہ کے اچھا ہونے میں محنت کو دخل ضرور ہے اس لئے کہ دنیا دار المحنت ہے لیکن کسی کا یہ سمجھنا کہ میری محنت کے نتیجہ میں مجھے یہ ملا ہے میرے پاور کے نتیجہ میں مجھے یہ ملا ہے تو یہ قارون کا جواب ہے۔

اللہ تعالی کا جواب

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں اس کے جواب کو دیا ہے، اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَکْثَرُ جَمْعًا، کیا اس کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اس سے پہلے کیسے بڑے بڑے لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے جو ہر اعتبار سے مضبوط تھے، جن کے پیچھے لاکھوں لوگ چلا کرتے تھے، اور وہ ایسا سمجھتے تھے کہ ہم تو بڑے شیخ ہیں اللہ نے ان سب کو ہلاک کر دیا مگر قارون کے دل میں بات نہیں اتری۔

اعراض کرنے پر دنیا بھاگ کر آتی ہے

اور میرے بھائیو، ہم نے بچپن میں بارہا اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ہم جتنا دنیا سے بھاگتے تھے دنیا اتنا ہی ہمارے پیچھے دوڑ کر آتی تھی، لوگ حضرت نانوتویؒ کی جوتیوں میں پیسے ڈالنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ حضرت ہمارا مال قبول فرما لیجئے اگر آپ قبول فرما لیں گے تو ہماری خوش نصیبی ہوگی تو دنیا ایسی ہے کہ اگر ہم اس کے پیچھے بھاگیں گے تو یہ ہمیں بھگائے گی، اور اس کے پیچھے بھاگ کر کوئی فائدہ بھی

نہیں ہے،اس لئے کہ جتنی اللہ تعالی نے مقدر کی ہے اتنی تو مل کر ہی رہنے والی ہے اس لئے کہ آسمان میں رزق ہے کوئی کسی کا رزق لیکر دنیا میں نہیں آیا ہے نہ کوئی پرنسپل نہ کوئی ذمہ دار، نہ مینیجر، کوئی کسی کا رزق لیکر دنیا میں نہیں آیا ہے، اللہ تعالی نے صاف فرمادیا کہ ،وَفِی السَّمَاءِ رِزقُکُم وَمَا تُوعَدُون ، کہ تمہارا رزق کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے تمہارا رزق تو ہم نے آسمان سے مقدر کر دیا ہے اتنا تمہیں مل کر ہی رہے گا ،اور اگر ہم دنیا سے بے اعتنائی برتیں گے اور اس سے بے نیاز ہو کر کام کریں گے تو دنیا ہمارے پیچھے بھاگ کر آئیگی۔

قارون کو دیکھ کر دو جماعتیں بن گئیں

ایک مرتبہ قارون بن ٹھن کر نکلا اور جب نکلا تو دو جماعت بن گئیں ایک جماعت نے کہا کہ ،قَالَ الَّذِینَ یُرِیدُونَ الْحَیٰوۃَ الدُّنیَا یَا لَیتَ لَنَا مِثلَ مَا اُوتِیَ قَارُون ،جن لوگوں کا مطمح نظر دنیا ہی تھا یا جنہوں نے اپنا مقصد دنیا ہی کو سمجھ رکھا تھا انہوں نے کہا کہ کاش ہمیں بھی قارون کی طرح مال ملتا ان کے دل میں لالچ پیدا ہوگئی۔اور برامت مانیئے ہم بھی ان لوگوں کی طرح سوچتے ہیں کہ یار یہ تو صرف چار سال سے لندن آیا ہے اور مرسیڈیس میں گھوم رہا ہے بی ایم ڈبلیو میں گھوم رہا ہے اور ہم بیس سال سے جگہ پر ہی ہیں یہ بھی سوچ ان لوگوں کی طرح ہی ہے جنہوں نے قارون کی حرص کی تھی تو انہوں نے کہا کہ، اِنَّہ لَذُو حَظٍّ عَظِیم ، کہ قارون کو کتنا مال دیا گیا اور اس کا ترجمہ میں یوں کرتا ہوں کہ یہ تو کتنا نصیب دار آدمی ہے تو جنہوں نے دنیا کو مقصد سمجھ رکھا تھا انہوں نے کہا کہ اس کی قسمت تو بہت بلند ہے۔

دوسری جماعت

اور دوسری طرف وہ جماعت تھی جن کو اللہ تعالی کی معرفت حاصل تھی تو جن کو اللہ تعالی کی معرفت تھی جن لوگوں کو اللہ تعالی کا خوف تھا انہوں نے کہا کہ اے نالائقو!! تم قارون کے مال کو دیکھ کر للچاتے ہو، وَیۡلَکُمۡ، تمہارا ستیاناس ہو، ثَوَابُ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ، یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالی نے ایمان اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے جو بدلہ تیار کر رکھا ہے وہ اس مال و دولت سے بدرجہا بہتر ہے اور ایک جگہ فرمایا کہ ،وَالۡاٰخِرَۃُ خَیر وَّابۡقٰی ،اور حضور اکرم ﷺ کو بھی یہی سکھلایا گیا کہ، وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیر لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ، اور یہ ایک ثبت شدہ حقیقت ہے کہ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی صُحُفِ اِبۡرَاهِیۡمَ وَمُوۡسٰی ، کہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا بہتر ہونا یہ روزِ ازل سے ہم نے لکھا ہے تو جب ایمان والوں نے قارون کی دولت کو دیکھا تو کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔

علم مولی کی شناخت کراتا ہے

میں نے ، اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ، کا ترجمہ معرفت سے کیا ہے میں علم کا ترجمہ خالی مولوی نہیں کروں گا بلکہ علم کا ترجمہ میں معرفت سے کر رہا ہوں اس لئے کہ علم وہی ہے جو مولی کی شناخت کروائے ورنہ وہ علم نہیں ہے وہ زبانی جمع خرچ ہے اس لئے کہ عالم وہی ہے جو خدا تعالی سے ڈرتا ہے اور جو بڑے سے بڑا عالم ہو، اور اس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو تو وہ قرآن پاک کی اصطلاح میں عالم نہیں ہے اور میرے

پاس قرآن کی دلیل ہے کہ فرمایا، اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمآءُ، پتہ چلا کہ خشیت اور علم کا تعلق ہے۔

مال دھتکارنے کے لئے دل چاہیئے

بہرحال اہل معرفت نے کہا کہ آخرت کی نعمتیں اس کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہیں لیکن اس طرح کہنے کے لئے بھی دل اور گردہ چاہیئے اس طرح کہنے کو بھی دل چاہئے اسی لئے فرمایا کہ ،وَلَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الصَّابِرُوْنَ، کہ یہ چیز تو صبر کرنیوالوں کو ہی ملتی ہے اور خود پسندی پر حقیقت کو ترجیح دینے والوں کو ہی ملتی ہے آج صبح میں نے کہا تھا کہ صبر کا ترجمہ صرف مصیبت پر صبر کرنا ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ خود پسندی پر اپنی تمنا پر آرزو پر حقیقت کو ترجیح دینا بھی ہوتا ہے۔

بیانات کرنا آسان ہے

یہاں لگے ہاتھ ایک بات یہ بھی سن لیں کہ منبر پر بیٹھ کر اس طرح بیانات کرنا آسان ہے اپنا بھی بولتا ہوں ایسا نہیں صرف عوام ہی کو لتھیڑا جا رہا ہے اور اپنا کچھ نہیں، بڑا آساں ہے مجلس میں معاذ اللہ کہہ دینا، اسی لئے علماء نے لکھا ہے جس کی جلوت اور خلوت میں یکسانیت ہو وہ ولی ہے، مجمع میں جیسا بیان کیا، اور جیسے ٹاٹھ باٹ سے ملاقات کی، اور چار لوگوں میں اپنے آپ کو بڑا علامہ ثابت کر دیا، اور تنہائی میں خدا تعالی کی نافرمانی کر رہا ہے، بیوی کو ستا رہا ہے، بچوں کے حقوق کو مار رہا ہے بہنوں کی میراث ہڑپ کر رہا ہے، باتوں باتوں میں طعنے مار رہا ہے،

نا انصافی کر رہا ہے، بلا وجہ کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا ہے، یاد رکھو کتنا ہی اللہ کے سامنے تہجد میں روؤ گے روتے روتے مر جاؤ گے لیکن جب تک اللہ کے بندوں کے مارے ہوئے حقوق کا حساب نہیں دو گے، اور بلا وجہ کسی کو ستایا ہے اس کا حساب نہیں دو گے، نا انصافی کی ہے اسکا جواب نہیں دو گے، اللہ کے دربار سے نہیں ٹل سکتے۔

ولایت کا معیار حقوق العباد کو بناؤ

اسی لئے دیکھو کسی کو بھی ولی حقوق اللہ کی ادائیگی پر مت کہو کہ یہ تو کتنا روتا ہے اور کتنی اللہ کی عبادت کرتا ہے اور تہجد کا پابند ہے اور یہ کر رہا ہے اور وہ کر رہا ہے، نہیں میرے بھائیو! بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہے بات کرتا ہے تو کسی پر طعنہ مارتا ہے یا خوش اخلاقی سے بات کرتا ہے، بیوی کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں، بچوں کے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا ہے، ایک حد تک اللہ کے ادا نہ کئے ہوئے حقوق معاف ہو جائیں گے (حقوق واجبہ مثلاً توحید وغیرہ کے علاوہ) لیکن بندوں کے مارے ہوئے حقوق کبھی معاف نہیں ہونگے۔ جب تک کہ وہ شخص جس کے ساتھ نا انصافی کی ہے جس کی بلا وجہ ہتک کی ہے اس کے دل کو دکھایا ہے وہ معاف نہ کرے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اس لئے کہ صاف فرمایا کہ ایک بکری نے دوسری بکری کو بلا وجہ دنیا میں مارا ہوگا تو اس کو بھی انصاف دلایا جائیگا اب جب جانوروں میں میرے اللہ کا یہ انصاف والا معاملہ ہے تو اپنے بندوں کے ساتھ جن کو اشرف المخلوقات فرمایا ہے ان کے ساتھ کیسا معاملہ ہوگا جن سے اللہ کو محبت ہے۔

اور جن پر فرشتوں کے سامنے خدا تعالی فخر فرماتا ہے اور جن کی نماز پر میرا اللہ خوش ہوتا ہے اور جن کو اللہ نے اپنا کنبہ اور اپنا قبیلہ فرمایا ہے ارے ایک خاندان والا جب دوسرے خاندان والے کو تکلیف پہنچاتا ہے یا ستاتا ہے تو خاندان والے کو تکلیف ہوتی ہے کہ نہیں؟ (جی ہاں) بس ایسے ہی جب ایک شخص اللہ کے کسی بندہ کو تکلیف پہنچاتا ہے تو اللہ تعالی کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے میرے بھائیو اگر ڈائیریکٹ جنت میں جانا ہے تو تہجد کے ساتھ ساتھ اور تمام نیک کاموں کے ساتھ ساتھ اللہ کے بندوں پر بلا وجہ ظلم مت کرو، بلا وجہ ان کو مت ستاؤ، بلا وجہ ان پر نظر مت رکھو اگر تم ان کے سیٹھ ہو تو پوائنٹ پکڑ پکڑ کر ان کو گھیرے میں مت لاؤ۔

آسمان والا کب رحم کرے گا؟

ہم اللہ کے بندوں کے ساتھ نیک معاملہ کریں گے اللہ تعالی ہمارے ساتھ نیک معاملہ فرمائے گا اسی لئے تو فرمایا اللہ کے نبی ﷺ نے کہ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ ، کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائیگا، اللہ کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اللہ تعالی ہمارے ساتھ اچھا سلوک فرمائیں گے اللہ کے بندوں کی غلطیوں کو معاف کرو، اللہ پاک ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے گا۔

واقعہ

میں آپ کو اس کا ایک واقعہ سناتا ہوں ایک شخص کا انتقال ہوا کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا گزری اس نے کہا کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالی کو پسند نہیں آیا اب جب جہنم میں جانے کا فیصلہ ہو چکا تو اللہ نے فرمایا ٹھہرو، اس بندے کی ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کو قرض دیکر مہلت دیا کرتا تھا یہ تو میری صفت پر عمل کیا کرتا تھا جا تجھ کو میں اس کی برکت سے معاف کر دیتا ہوں دیکھا آپ نے؟

خوش اخلاقی سے بات کرو

اب ہم تھوڑے بہت علامہ بن جاتے ہیں تھوڑا بہت علم حاصل کر لیتے ہیں اور یہ اللہ کے بندے بیچارے آتے ہیں تو شیخ جی کی طرح بات کرتے ہیں کہ ہاں جناب فرمایئے کیا خدمت ہے، ارے ان سے بات کرتے وقت تھوڑا سا مسکراؤ، اپنے قریب بٹھاؤ، ان سے ایسی بات کرو کہ آپ کی بات کو سن کر ان کی طبیعت خوش ہو جائے ان سے ایسی بات کرو کہ آپ کی عاجزی چھلکے ورنہ ان اللہ کے بندوں کے ساتھ اگر آپ نے بڑائی والا معاملہ کیا تو پھر خطرناک بات ہے۔

مولانا وستانوی صاحب کی خوش خلقی

میں جس مدرسہ میں پڑھاتا ہوں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا جو واقعۃ جامعہ ہے وہاں کے مہتمم حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت

برکاتہم اللہ ایسے علماء کی زندگیوں میں برکت نصیب فرمائے، جب ان کے پاس دیہات کے لوگ ملنے آتے ہیں یا کسی مسجد کے کام سے آتے ہیں تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور ان سے باتیں بھی کرتے ہیں اور وہ لوگ اپنی دیہاتی زبان میں بات کرتے ہیں اور اس پر مولانا خوش ہوتے ہیں تو بہرحال بات کہاں سے کہاں چلی گئی لیکن یہ مضمون انتہائی اہم ہے میں ہر ایک سے درخواست کروں گا سیرت کا یہ اہم ترین سبق ہماری زندگیوں سے نکلتا جارہا ہے ہم اس کو اپنی زندگیوں میں لانے کی کوشش کریں اللہ تعالی ہم سب کو سیرت کے اس اہم گوشہ کو اپنی زندگی میں اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

قارون کو اس کے مال نے نہیں بچایا

بہرحال قارون کے مال نے اس کو نہیں بچایا اس کے مال کا کیا ہوا؟ وہ اپنے مال کے ساتھ زمین میں دھنس گیا اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ،فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ، کہ ہم نے قارون کو جس کو اپنے مال پر بہت گھمنڈ تھا برباد کردیا اور اللہ تعالی نے اس کے محل ساتھ اس کے گھر کے ساتھ اس کی بستی کے ساتھ اس کو زمین میں دھنسا دیا اس کے مال سے بھی کسی کو نفع نہیں ہوا، اور اسکی ذات سے بھی کسی کو نفع نہیں ہوا، اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے، اور آدمی ایمان والا ہوتا ہے تو اس کی ذات سے بھی نفع ہوتا ہے اور اسکے مال سے بھی نفع ہوتا ہے، اور وَاَمَّامَایَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرضِ ،(جو لوگو کو نفع پہنچائے گا اللہ اس کو زمین میں باقی رکھے گا) کا مصداق وہ بنتا ہے تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ

،اَللّٰهُ لَطِيف بِعِبَادِهٖ يَرزُقُ مَن يَّشَاءُ ، (بھائی آپ تھک گئے ہونگے (جی نہیں بھائی میں تو تھک گیا ہوں لیکن میں اپنا خیال نہیں کرتا ہوں آپ لوگ تھک گئے ہوں تو بات پوری کردوں، نہ تھکے تو پھر دس منٹ اور لیتا ہوں)

نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی ،نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوسکتی، کوئی سعادت نہیں ہوسکتی ،اسی لئے تو اہل مکہ حسد بھری نگاہوں سے کہتے تھے کہ لَولَانُزِّلَ هٰذَ االقُراٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيَتَينِ عَظِيُم ،کہ یہ قرآن مکہ کے بڑے بڑے آدمیوں پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اس لئے کہ وہ ایسا سمجھتے تھے کہ جس طرح دنیوی منصب کے لئے بڑا آدمی چاہیئے اسیطرح اخروی منصب کے لئے بھی کوئی بڑا ہی آدمی چاہیئے ۔لیکن آخرت کا مسئلہ ایسا نہیں ہے وہ بادشاہ جس کے کپڑے کوئی دھوبی دھوتا ہے اس دھوبی کے بچے کے پیچھے بھی کبھی بادشاہ کو نیت باندھ کر نماز پڑھنی پڑتی ہے اگر کوئی آدمی جھاڑو لگاتا ہے اور اللہ تعالی نے اس کے بچے کو عالم حافظ بنایا ہے تو بادشاہ کو بھی اس بچے کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی ہے اگر وہ جھکاتا ہے تو اس کو جھکنا پڑتا ہے کھڑا کرتا ہے تو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اسی کی ضرورت پڑتی ہے کہ آپ ہی میری نماز جنازہ پرھائیں گے تو ان لوگوں نے کہا کہ مکہ اور طائف کے کسی مالدار آدمی پر قرآن پاک کیوں نہیں نازل کیا گیا تو قرآن پاک نے اس کا جواب دیا کہ ،اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ،کہ کیا وہ لوگ اللہ کی رحمت کو تقسیم کرنے والے بن گئے ۔

علم کو قرآن نے رحمت فرمایا

اور دیکھو۔ مجھے اس وقت یاد آرہا ہے کہ یہاں پر بزرگی اور نبوت کو اور نور علم کے تقسیم کرنے کو رحمت سے تعبیر کیا گیا مال کو قرآن پاک نے کہیں بھی رحمت نہیں فرمایا بلکہ وہاں مال تقسیم کرنے کے لئے الگ لفظ کا استعمال کیا ہے، **نَحنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ** ، کہ ہم نے لوگوں کے درمیان رزق کو تقسیم کردیا کسی کو زیادہ دیا کسی کو کم دیا، انگوٹھا چھاپ ہوتا ہے اگر اس کو بل نامہ تیار کروانا ہوتا ہے تو کسی کے پاس لکھوا کر انگوٹھا لگوانا پڑتا ہے۔ لیکن خدا تعالی اس کو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے اور کوئی آدمی بیچارہ ویل نالج اور کئی کئی ڈگریوں کا پالنے والا ہوتا ہے لیکن اِدھر اُدھر پھرتا ہے یہ کیا ہے، **نَحنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا** ، ہم نے ایک کو دوسرے پر رزق کے اعتبار سے بڑھایا، کیوں **لِیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا** ، تاکہ ایک دوسرے کو مذاق کا ذریعہ بنائیں، تو مال یہ تو مذاق کا ذریعہ بنتا ہے اسی کو فرمایا، **وَھُوَ الَّذِی جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِیَبْلُوَکُمْ فِیْمَا اٰتَاکُمْ**، اسی کو فرمایا کہ ، **لِیَبْلُوَنِی ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُر**۔

لطیف بات

ایک مرتبہ کسی آدمی نے بہت بڑا مکان بنایا تھا اور باہر لکھا تھا **ھٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّی** ، یہ میرے رب کا فضل ہے تو ہمارے مولانا غلام محمد صاحب وستانوی

نے فرمایا کہ آگے بھی تو پڑھو کہ قرآن کیا کہتا ہے، لِیَبْلُوَنِی ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ، کہ یہ فضل تو دیکھنے کے لئے ہے کہ تم شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری کرتے ہو۔

دنیا کی مذمت پر ایک جامع آیت

اور مال کے بارے میں اس کی مذمت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وَرَحْمَةُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ کہ آپ کے رب کی رحمت بہتر ہے اس مال سے جس کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں تو مال کی محبت سے زیادہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے دل میں پیدا کرنا چاہیئے آخرت کی محبت کو اپنے دل میں بسانا چاہیئے اس آیت پاک سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ دنیا کی مذمت کتنی ہے خود قرآن کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔

آخرت کو چاہو گے تو دنیا بھی ملے گی

اور جو آدمی آخرت کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا بھی دیتا ہے اور آخرت بھی دیتا ہے کہ فرمایا کہ، وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُوْلٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُهُمْ مَشْکُوْرًا ، کہ جو آخرت کو چاہے گا اور اس کے لئے کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی قدر کرتا ہے لیکن اگر کوئی آدمی صرف دنیا ہی چاہتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو دنیا تو دیدیں گے اور عَجَّلْنَا بڑی جلدی دیں گے مالدار بنادیں گے لیکن پھر ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ یَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا کہ پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کردیتے ہیں اور فرمایا، وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ

حَرۡثَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِیۡب ، جو دنیا کو چاہے گا تو ہم اس کو دنیا دیں گے لیکن آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں رہے گا اور آخرت کو جو چاہے گا اس کے بارے میں فرمایا کہ ،مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ، کہ جو آخرت کی کھیتی کو چاہے گا ہم اس کی کھیتی کو بڑھا دیں گے وہ ایک بیج بوئے گا اور ہم اگائیں گے کروڑوں بیج۔

دنیا کے پیچھے بھاگنا مومن کا شیوہ نہیں ہے

میرے بھائیو! دنیا تو کسی بھی طرح روکھی سوکھی ساٹھ ستر سال کی کسی بھی طرح گزر جائیگی جو مل گیا اس پر بھی اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئیے اور جو نہیں ملا اس پر بھی اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہئیے دنیا کے پیچھے بھاگ دوڑ کرتے رہنا یہ مومن کا شیوہ نہیں ہے لیکن محنت ضرور کرنا چاہئیے اسلام اس سے بھی منع نہیں کرتا ہے حلال مال کی تلاش اسلام فرض قرار دیتا ہے خدا کے راستہ میں لگانے کے لئے اپنے اہل وعیال کو فقر وفاقہ سے بچانے کے لئے حلال مال تلاش کریں تو ضرور اللہ تعالی کی طرف سے اس پر اجر وثواب ملتا ہے لیکن بات اتنی ضرور ہے کہ ضرورت مدنظر ہونی چاہئیے سہولت مدنظر نہیں ہونی چاہئیے سہولت کی کبھی انتہاء نہیں ہوتی ہے اور سہولت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔

رمضان میں آپ ﷺ خود جاگتے تھے

یہ ایام آخرت کی کھیتی کمانے کے ایام ہیں آپ ﷺ ان دنوں میں کمر کس لیتے تھے، اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاٰخِیْرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَ اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَھْلَهٗ ، کہ آپ ﷺ جب آخری عشرہ شروع ہوتا تھا تو خود بھی جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اپنی میڈم کو اگر جنت میں ساتھ میں رکھنا ہے تو میڈم کو بھی جگانا پڑیگا آج کل تو الٹا ہو گیا مرد تو اٹھاتا نہیں عورت ہی اٹھاتی ہے کہ اٹھو اٹھو اللہ ان عورتوں کو جزائے خیر دے (امین) کہ دنیا میں بھی فکر کرتی ہیں اور آخرت کی بھی فکر کرتی ہیں کہ نماز پڑھنے کے لئے جاؤ بڑے مسجد کے ذمہ دار بنتے ہو، اور نماز کو نہیں جاتے۔

اور وہاں کی بات تو ہر ایک کو ماننی پڑتی ہے اللہ تعالی ہماری ماں بہنوں کو اس طرح کے حوصلے نصیب فرمائے، آخرت کی فکر نصیب فرمائے آمین۔ میرے بھائیو، اللہ کے رسول ﷺ آخری عشرہ میں خوب عبادت کرتے تھے آخرت کی روزی کو تلاش کرنے کی خوب محنت کرتے تھے اس لئے ہم سب اس عشرہ میں عبادت کے لئے تیار ہو جائیں اس عشرہ میں جتنی زیادہ ہو سکے عبادت کریں، راتوں میں اٹھ کر اللہ کے سامنے روئیں اللہ سے مانگیں ، صَلُّوْا بِالَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں ایسے وقت میں اٹھ کر اللہ تعالی سے مانگنا چاہئیے کہ ہم ہیں اور ہمارا خدا ہے، حقیقت میں اطاعت کا وقت رات ہی کا ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ، اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَاءَ اللَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْ

رَحْمَةَ رَبِّہٖ ، اس آیت پاک میں اطاعت شعار بندوں کی عبادت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ،لَیْل، کا لفظ استعمال فرمایا ہے پتہ چلا کہ اصل عبادت تو رات ہی میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکالدے اور دنیا کا کتا بننے سے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، اللہ تعالیٰ رزق حلال نصیب فرمائے، رزق حلال مانگنا بھی چاہیئے اس لئے کہ دعا میں ارشاد فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَرِزْقًا وَّاسِعًا ، میں دنیا کمانے سے بالکل منع نہیں کرتا ہوں میں تو صرف یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ دنیا ہی کو اپنا مقصد نہیں سمجھنا چاہیئے آخرت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے بلکہ آخرت ہی اصل ہے دنیا ذیلی ہے۔

آخرت کی نعمتیں اللہ کے یہاں محبوبیت کی دلیل ہے

میں یہ عرض کرر ہا ہوں کہ دنیا میں مال و دولت کی کثرت اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوبیت اور مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آخرت کی نعمتیں اور آخرت کی برکتیں مقبولیت اور محبوبیت کی دلیل ہیں دنیا کی کثرت دلیل نہیں ہے بلکہ آخرت کی زیادتی اور وہاں کی نعمتوں کی زیادتی کامیابی کی دلیل ہے۔

دو بھائیوں کا واقعہ

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے سورہ کہف جس کو ہم ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے اندر دو بھائیوں کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ وَاضْرِبْ لَھُمْ مَثَلاً الرَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِھِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ

اَعْنَابٍ وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا، کہ دو بھائی تھے ان میں کے ایک بھائی کو ہم نے باغات دے رکھے تھے اور ان باغات کے اندر ہر قسم کے پھل، کھجور، میوے اور تمام قسم کی چیزیں تھیں، اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی تھی۔ اور اس کے بعد قرآن پاک نے اپنی ایک عجیب وغریب تعبیر میں کہا کہ، وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے پاس اور بھی قسم کا دوسرا مال تھا اس لئے کہ باغات کا تذکرہ تو پہلے ہی فرما دیا تھا اور دوسرا جو بھائی تھا اس کے پاس اتنا زیادہ مال ودولت نہیں تھی وہ اس کے مقابلہ میں تھوڑا سا غریب تھا۔

مالدار بھائی جب کبھی اپنے باغ میں جاتا تو کہتا کہ، وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ، کہ مجھے نہیں لگتا ہے کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور مجھے نہیں لگتا ہے کہ یہ مال ودولت کبھی ختم ہوگا اور اس نے کہا کہ اگر قیامت قائم ہوگی بھی، اور میں اللہ کے پاس جاؤں گا تو بھی اللہ تعالی مجھ کو اس سے اچھی اور اس سے زیادہ مال ودولت دیں گے اس لئے کہ دنیا میں مال ودولت میرے پاس موجود تھا یہ جملہ مجھے اصل سمجھانا ہے کہ اس نے اپنی کامیابی کا معیار مال ودولت کی زیادتی کو سمجھا وہ یوں سمجھ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالی مجھ سے راضی نہ ہوتے اور اللہ تعالی مجھ پر اتنا زیادہ فضل وکرم نہ فرمانے والے ہوتے تو دنیا میں مجھ کو اتنا زیادہ مال ودولت نہیں ملتا تھا مال ودولت کی کثرت کو اس نے اللہ تعالی کی محبوبیت کی علامت سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالی مجھ سے محبت کرتا ہے اسی لئے تو اس نے یہ سب کچھ دیا ہے۔

چھوٹے بھائی کی بڑے بھائی کو نصیحت

اس کا جو بھائی تھا اس نے اس سے کہا کہ تیری سب سے پہلی غلطی تو یہ ہے کہ اَکَفَرْتَ بِا الَّذِی خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰکَ رَجُلاً، کہ تو قیامت کا انکار کرتا ہے اور قیامت کا انکار کرنا گویا کہ خدا تعالی کی قدرت اور طاقت کا انکار کرنا ہے اس لئے اب ترجمہ اس کے قول کا اسطرح ہو گا کہ کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا اور تجھے ایک انسان بنایا، لٰکِنَّ هُوَ اللّٰهُ رَبِّی وَلاَ اُشْرِکُ بِرَبِّی اَحَدًا۔ اب اس نے مالداروں کے لئے ایک نصیحت کی، اللہ تعالی نے جن کو دولت وثروت دی ہے ان کے لئے یہ نصیحت ہے یہ وہ نصیحت ہے جو ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو کی تھی اور قرآن پاک کی عادت ہے کہ وہ اچھی بات چاہے کسی نے بھی کہی ہو، اس کو نقل کرتا ہے چنانچہ اس بھائی نے کہا کہ، وَلَوْلاَ اِذْدَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلاّ بِا للّٰهِ ، کہ جب کبھی تو اپنے باغ کے خزانہ میں داخل ہو تو کہا کرے کہ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَاقُوَّةَ اِلَّابِا للّٰه، کہ خدا تعالی نے میرے لئے چاہا اسی لئے مجھے دیا اللہ تعالی کی طاقت کے علاوہ کوئی طاقت نہیں دے سکتی ہے اور تو یہ مت سمجھ کہ میرے پاس مال ودولت کم ہے میرے پاس اولاد کم ہے، نہیں، بلکہ فَعَسٰی اَنْ یُّؤْتِیَنِ رَبِّی خَیْرًا مِنْ جَنَّتِکَ ، کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی آخرت میں مجھے تجھ سے بھی اچھا باغ دے گا اور ایسا باغ جو کبھی ختم نہیں ہو گا اور اس باغات کے اندر نہریں ہیں۔

جنت میں چار نہریں ہونگی

سورہ محمد کے اندر اُن نہروں کا تذکرہ ہے، مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِی وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِنْ مَّاءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ، چار نہریں جنت کے اندر بہیں گی ایسا پانی جس میں کبھی بدبو نہیں آئیگی، ایسا پانی جو صاف اور شفاف ہوگا اور اللہ تعالی نے پہلے پانی کی نہر کا تذکرہ فرمایا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کتنا ہی جیوس پی لے، کتنا ہی کولڈرنک پی لے کتنی ہی چائے پی لے لیکن پانی پینے سے اس کو جو تسلی ملتی ہے وہ کسی چیز سے نہیں ملتی ہے، اور دوسری نہر جنت میں جو بہے گی وہ دودھ کی ہوگی دنیا ہی میں دیکھو دودھ کتنا عمدہ ہوتا ہے اور وہ تو آخرت کا ہوگا اور ایسا دودھ جو کبھی خراب نہیں ہوگا لَمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ دنیا کے دودھ تو پڑے پڑے خراب بھی ہوجاتے ہیں لیکن وہاں کا دودھ کبھی خراب نہیں ہوگا اور تیسری جو نہر بہے گی وہ شراب کی ہوگی۔

دنیا میں اللہ تعالی نے شراب کو حرام کیا تھا اس لئے وہاں اللہ تعالی اپنے ہاتھوں سے شراب پلائے گا لیکن وہ محبت کی شراب ہوگی، دنیا کی شراب پی کر آدمی مست ہوجاتا ہے کلب میں جاتا ہے اور آپے سے باہر ہوجاتا ہے اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے امین اللہ تعالی اپنے عشق میں پاگل کرنے کے لئے اپنے محبت میں مست کرنے کے لئے انسان کو شراب پلائے گا اور فرمایا کہ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِین جیسے جیسے گھونٹ اندر اترتا جائیگا معرفت الہی اور محبت الہی بڑھتے ہی جائیگی اور چوتھی نہر

شہد(Honey) کی ہوگی وَاَنۡھٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى ،اللہ تعالی اس کو چار چار نہریں دے گا۔

بری نظر سے حفاظت کیجئے

تو میں یہاں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ آدمی کو اپنا مال و دولت دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہئیے لیکن اس کو یہ دو جملے بولنے چاہئیے ،**ماشاء الله** اور **لاقوة الابا لله** ،اور اس کے بہت فوائد ہیں اس سے نظر بھی نہیں لگتی اس سے عجب بھی پیدا نہیں ہوتا اس سے تکبر بھی پیدا نہیں ہوتا اور آپ کا مال انشاء اللہ برباد بھی نہیں ہوگا نظر بھی نہیں لگے گی بلکہ حدیث پاک میں تو یہاں تک آیا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کو اگر کسی کی کوئی چیز اچھی لگے تو ماشاء اللہ کہہ دینا چاہئیے تو سامنے والے کو تمہاری نظر بھی نہیں لگے گی۔

اپنے بچوں کو بھی اپنی نظر لگتی ہے اپنی سگی اولاد کو بھی ماں باپ کی نظر لگتی ہے بہت اچھی طرح نہلا یا دھلایا کپڑے پہنائے تو ماں کہتی ہے کہ میرا بچہ کتنا خوبصورت ہے اگر ماشاء اللہ نہیں کہو گے تو نظر لگ جائیگی بچے کو بھی قے ہو جاتی ہے بچہ کبھی بیمار بھی ہو جاتا ہے یہ نظر بد ہے۔

گھر بیٹھے نظر اتاریئے

اور نظر اتارنے کے لئے قرآن پاک نے ایک دعا بتلائی گھر بیٹھے آپ اپنے بچوں کی نظر اتار سکتے ہیں بشرطیکہ یقین ہو اور وہ آیت یہ ہے کہ ،وَاِنۡ یَّكَادُ

الَّذِینَ کَفَرُوا لَیُزْلِقُونَکَ بِاَبصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُولُونَ اِنَّہٗ لَمَجْنُونٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِینَ ،اس آیت پاک کو پڑھ کر اپنے بچے پر دم کیجئے انشاء اللہ العزیزے آپ کے بچے کو نظر نہیں لگے گی اور اگر لگی ہوئی ہوگی تو اتر جائیگی۔

آیت کا نزول آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہوا تھا

حضور اکرم ﷺ کو کہیں نظر نہ لگ جائے اس لئے کہ آپ ﷺ بے انتہاء خوبصورت تھے،ماں عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ہم اندھیری رات کے اندر سوئی میں دھاگا پروتے تھے،جب وہ نظر نہیں آتا تھا تو آپ ﷺ کے جسد اطہر کے قریب اس کو لیجا کر پروتے تھے اس کی لائٹ اتنی پڑتی تھی کہ میں سوئی کے اندر دھاگا پروتی تھی اور فرماتی ہیں کہ میں چودھویں رات کے چاند پر نظر ڈالتی تھی اور حضور ﷺ کے چہرہ انور پر نظر ڈالتی تھی تو میں دیکھتی تھی کہ چودھویں رات کے چاند کو بھی آپ ﷺ کے چہرہ کے سامنے شرم آجاتی تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا ظاہری حسن و جمال تھا اور باطنی کمالات کیا تھے؟اس کا اندازہ تو آسمان ہی لگا سکتا ہے اس لئے کہ نبوت آسمان کی چیز ہے اور دنیا کو جو قدر حضور اکرم ﷺ کی کرنی چاہیئے تھی وہ نہیں کرسکی سوائے صحابہ کرام کے اللہ تعالی ہماری اس گستاخی کو معاف فرمائے (امین) تو کہیں حضور ﷺ کو نظر نہ لگ جائے اس لئے قرآن پاک نے کہا کہ ، وَاِن یَّکَادُ الَّذِینَ کَفَرُوا لَیُزْلِقُونَکَ بِاَبصَارِھِم لَمَّا سَمِعُوا

الـذِّكرَ وَيقُولُونَ اِنَّه لَمَجنُون وَمَا هُوَ اِلّاَ ذِكرللعالَمِين ،اس آیت پاک کی تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے کہ آدمی کو جب اپنا بچہ اچھا لگے یا آپ نے کوئی گاڑی خریدی اوروہ گاڑی آپ کواچھی لگےتو فورا کہدو، مَاشَا ءَ اللّٰہُ لاقوَّۃَ اِلاَّ بِا للّٰہِ، تو اللہ تعالی نظر لگنے سے بچالے گا۔

جنت کاخزانہ

اورجس کوہم پڑھتے ہیں کہ ،لاَحَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلاَّ بِـا لـلّٰـہِ العَلِیِّ العَظِیم ،اس کے بارے میں آیاہے کہ ،کَنزٌ مِنْ کُنُوزِ الجَنَّۃِ، کہ لَاحَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلاَّ بِا للّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم، جنت کےخزانوں میں سےایک خزانہ ہے اورایک روایت بیان کرر ہاہوں دھیان سے سنو کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ لاَحَولَ وَلا قُوَّۃَ اِلاَّ بِا للّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم سومیں سےننانوے بیماریوں کی شفاءرکھتاہےاوراس کوطرح طرح کی بیماریوں سےشفاءدیتاہے۔

تتمہ کلام

میں یہ کہہ رہاتھا کہ اس کے نیک بھائی نے کہا کہ ماشا ء الله لا قوة الا با لله کہہ، یہ سب کے سب اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتیں ہیں تو اس پر اتنا مت اترا۔ اللہ تعالی مجھے قیامت کے دن تجھ سے بھی اچھی نعمتیں دیگا اور اصل تو آخرت کی نعمتیں ہیں دنیا کوتو فناہےقرآن پاک نے پہلے ہی کہدیا کہ ،اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنیَا، کہ مال اوراولاد دنیا کی یہ نعمتیں زینت ہیں اور میں نے

شروع میں ایک بات آپ سے کہی تھی کہ زینت اور ڈیکوریشن ہمیشہ باقی نہیں رہتا ہے، چاہے وہ کسی بھی چیز کا ڈیکوریشن ہو، بدن کے کپڑوں کا ہو، گھروں کا ہو، اسی لئے قرآن پاک نے فرمایا کہ ،وَالبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیرٌ عِندَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَخَیرٌ اَملاً، نیک کام باقی رہنے والے ہیں نیک کام کرنا اللہ تعالی کی عبادت کرنا مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی کرنا، نماز پڑھنا روزے رکھنا یہی اللہ تعالی کے پاس باقی رہے گا تو دو مثالیں اللہ تعالی نے بیان فرمائی ہیں ایک تو اس کی مثال جو دنیا کو سب کچھ سمجھتا تھا اور اس کے بھائی نے اس کو نصیحت کی کہ تو ان نعمتوں پر مت اترا جو تجھے اللہ تعالی نے دی ہے، اس لئے کہ اصل فیصلہ تو آخرت کی نعمتوں پر ہوتا ہے اور دوسری مثال کم مال والے کی بیان فرمائی ہے اور آخرت کی نعمتیں جس کے پاس جتنی زیادہ ہونگی اتنا ہی وہ نصیب والا ہے دنیا کی نعمتوں پر فیصلہ نہیں ہے اس لئے کہ دنیا تو دار الامتحان ہے اصل بات یہ ہے کہ بڑا بھائی دنیا کی مالداری کو سعادت مندی سمجھتا تھا جس کو قرآن پاک نے رد کیا اللہ تعالی ہم سب کو اس حقیقت کے سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ومولنا محمد وعلی اٰلہ واصحابہ

وبارک وسلم

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین